

انگوٹھے چومیے





اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر
اکبر بک سیلرز لاہور



اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

اکبر بک سیلرز

زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور
Ph: 042 - 7352022
Mob: 0300-4477371

نام کتاب	....	منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین (انگوٹھے چومیے)
مؤلف	....	امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
اشاعت	....	جولائی ۲۰۰۶ء
کمپوزنگ	....	عبدالسلام رائل پارک لاہور
صفحات	....	۲۰۰
طابع	....	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
ناشر	....	محمد اکبر قادری
قیمت	....	-/70 روپے

ناشر
اکبر بک سیلرز
زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور

ترتیب

۱- حرف آغاز — حدیث کا صحیح نہ ہونا اس کے حسن ہونے کے منافی نہیں یعنی حدیث صحیح نہ ہونے کے یہ معنی نہیں کہ غلط ہے ۱۷
۲- استفتاء — حدیث کے مراتب اور ان کے احکام ۲۰
۳- افادۂ اوّل — حدیث کے صحیح نہ ہونے اور موضوع ہونے میں زمین و آسمان کا فرق ... "
۴- افادۂ دوم — جہالت راوی سے حدیث پر کیا اثر پڑتا ہے؟ ۲۴
ف — مجہول کے اقسام اور ان کے احکام .... "
۵- افادۂ سوم — حدیث منقطع کا حکم ۲۸
۶- افادۂ چہارم — حدیث مضطرب بلکہ منکر بلکہ مدرج بھی موضوع نہیں ۲۹
۷- افادۂ پنجم — جس حدیث میں راوی بالکل مبہم ہو وہ بھی موضوع نہیں ۳۰
۸- ف — تعدد طرق سے مبہم کا جبر نقصان ہوتا ہے .... "
۹- ف — حدیث مبہم دوسری حدیث کی مقوی ہو سکتی ہے .... "
۱۰- افادۂ ششم — ضعف راویان کے باعث حدیث کو موضوع کہہ دینا ظلم و جزاف ہے ۔ ۳۱
۱۱- افادۂ ہفتم — ایسا غافل کہ حدیث میں دوسرے کی تلقین قبول .... "
۱۲- ف — اسباب غافل کہ حدیث میں دوسرے کی تلقین قبول کر لے ۳۲
۱۳- افادۂ ہشتم — منکر الحدیث کی حدیث بھی موضوع نہیں، اگرچہ یہ جرح امام اجل محمد بن اسمٰعیل بخاری نے کی ہو .... "
۱۴- ف — امام بخاری فرماتے ہیں جسے منکر الحدیث کہوں اس سے روایت حلال نہیں .... "
۱۵- افادۂ نہم — متروک کہ سب سے بدتر درجہ ضعف میں ہے اس کی حدیث

بھی موضوع نہیں ۳۳

۱۶- تذییل ۳۵

۱۷- افادۂ دہم | موضوعیت کیونکر ثابت ہوتی ہے اس کی پندرہ وجہوں کا ملخص ومہذب بیان ۳۶

۱۸- ف | تفرد کذاب یا تفرد متہم کے باعث حکم وضع میں علماء کے تین قول ۳۷

۱۹- افادۂ یازدہم | بارہا موضوع یا ضعیف کہنا صرف ایک سند خاص کے لحاظ سے ہوتا ہے' نہ اصل حدیث کی ۴۲

۲۱- افادۂ دوازدہم | تعدد طرق سے ضعیف حدیث قوت پاتی بلکہ حسن ہو جاتی ہے ۴۵

۲۲- افادہ سیزدہم | حدیث مجہول وحدیث مبہم بھی تعدد طرق سے حسن ہو جاتی ہے اور وہ جابر ومنجبر ہونے کے صالح ہیں ۴۷

۲۳- افادہ چہارم | حصول قوت صرف دو سندوں سے آنا کافی ہے ۴۸

۲۴- افادۂ پانزدھم | اہل علم کے عمل کر لینے سے حدیث ضعیف قوی ہو جاتی ہے ۴۹

۲۵- ف | ستر ہزار بار لا الٰہ الا اللہ کا ثواب' حضرت شیخ اکبر کا واقعہ ۵۰

۲۶- افادۂ شانزدہم | حدیث کے ثبوت میں مطالب تین قسم ہیں ۵۱

۲۷- ف | عقائد میں احادیث صحاح بھی کافی نہیں .... "

۲۸- ف | فضائل ومناقب میں بالاجماع حدیث ضعیف کافی ہے ۵۲

۲۹- افادۂ ہفدم | فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل مستحب ہے ۵۵

ثبوت استحباب کو حدیث ضعیف کافی ہے .... "

۳۰- افادۂ ہیجدھم | احادیث حکم فرماتی ہیں کہ ایسی جگہ حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے ۵۹

۳۱- ف | نیک نیتی ضائع نہیں جاتی .... "

۳۲- افادۂ نوزدھم | عقل بھی گواہ ہے کہ ایسی جگہ حدیث ضعیف مقبول ہے ۶۳

۳۳- ف | صحیح وضعیف صرف بنظر ظاہر ہے' واقع میں ممکن کہ ضعیف صحیح ہو وبالعکس ۶۵

۳۴- ف | احادیث اولیائے کرام کے متعلق نفیس فائدہ ۶۸

محدثین کے نہ پہچاننے سے ان کی حدیثوں کو ضرر نہیں ۷۰

۳۵- افادۂ بستم	حدیث ضعیف احکام میں بھی مقبول ہے جبکہ محل احتیاط ہو	۶۸
	قرآن وحدیث سے اس کا ثبوت	"
۳۶- نفیسہ	بدھ کے دن بدن سے خون لینے کے باب میں	۷۲
۳۷- جلیلہ	ہفتہ کے دن خون لینے کے بارے میں	"
۳۸- مفیدہ	بدھ کے دن ناخن تراشنے کے امر ہیں	۷۳
۳۹- افادۂ بست ویکم	ضعیف پرعمل کے لئے خاص اس باب میں صحیح کا آنا ہرگز ضروری نہیں	۷۵
۴۰- ف	تحقیق المقام وازاحۃ الارھام	۷۸
۴۱- ف	معنی العمل بحدیث و بمعنی قبوله	۷۹
۴۲- ف	قد شاع وذاع رواية الضعاف	۸۰
	من دون بيان حتى في الاحكام	"
۴۳- ف	عامة الكتب من السنن وغيرها مشتمله على الضعاف	۸۱
۴۴- ف	بيان ما سكت عليه ابو دائود حاشيه	"
۴۵- ف	معنى الرواية هو الايراد بالاسناد..............	"
۴۶- افادۂ بست ودوم	ایسی جگہ جواز واستحباب پرضعیف سے سند لانا اسے احکام میں حجت بنانا نہیں	۸۸
۴۷- افادۂ بست وسوم	ایسے مواقع میں ہر حدیث ضعیف غیر موضوع کا کام دے سکتی ہے ..	"
۴۸- ف	مہتم بالکذب کی حدیث بھی فضائل میں مقبول ہے	۹۰
۴۹-	کلبی جیسے کی بھی حدیث سیر میں سن لی جاتی ہے	"
۵۰- ف	امام واقدی ہمارے علماء کے نزدیک ثقہ ہیں	۹۱
۵۱- ف	وضو کے بعد انا انزلنا پڑھنا	"
۵۲- ف	نبی اکرم ﷺ سے چاند کا گہوارہ میں باتیں کرنا	"
۵۳- فائدہ جلیلہ	فی احکام انواع الضیف وانجبار ضعفها..............	۹۷
۵۴- افادۂ بست وچہارم	حدیث کا کتب طبقہ رابعہ سے ہونا' مستلزم ضعف نہیں' چہ جائیکہ ضعف شدید ہو	۱۰۰

۵۵- ف شاہ صاحب کا کتب طبقۂ رابعہ کی مدح بلیغ کرنا ۱۰۱
۵۶- ف خود شاہ صاحب جابجا احادیث طبقۂ رابعہ کی سند لائے .... "
۵۷- ف شاہ صاحب نے مستدرکِ حاکم کو بھی طبقۂ رابعہ میں گنا' حالانکہ اس میں تین ربع کے قریب احادیث صحاح ہیں ۱۰۲
۵۸- ف طبقات حدیث کے بیان میں مصنف کے نفیس رسالہ کا ذکر ۱۰۳
۵۹- افادۂ بست و پنجم کتب موضوعات میں کسی حدیث کا ذکر مطلقاً ضعف کا بھی مستلزم نہیں ۱۰۸
۶۰- ف کتب موضوعات دو قسم ہیں: .... "
لطیفہ -شوکانی کی نافہمیاں ۱۱۱
۶۱- نتیجۃ الافادات ۱۱۲
۶۲- افدۂ بست و ششم ایسی جگہ اگر سند کسی قابل نہ ہو تو صرف تجربہ سند کافی ہے .... "
۶۳- ف ایک عجیب و غریب نمازِ حاجت کا ذکر اور عمر بن ہارون کی جرح و تعدیل .... "
۶۴- افادۂ بست و ہفتم اگر کتبِ حدیث میں اصلاً پتہ نہ ہوتا' تاہم ایسی حدیث کا بعض کلماتِ علماء ہیں بلا سند مذکور ہونا ہی بس ہے ۱۱۵
۶۵- ف قرآنِ عظیم نے خاکپائے رسول کریم کی قسم کھائی ۱۱۶
۶۶- ف شاہ ولی اللہ صاحب بھی بے سند حدیثوں سے استناد کرتے ہیں . ۱۱۸
۶۷- افادۂ بست و ہشتم حدیث اگر موضوع بھی ہو' تاہم فعل کی ممانعت لازم نہیں ۱۱۹
۶۸- ف خرقہ پوشی صوفیاء کرام و سماع حسن بصری امام ۱۲۱
۶۹- ف خوشبو سونگھ کر درود شریف پڑھنا ۱۲۳
۷۰- ف ستر ہزار بار کلمہ شریف کا ثواب ۱۲۵
۷۱- ف حدیثِ ادعیہ وضو کا حال ۱۲۷
۷۲- ف حدیثِ مسلسل بالاضافۃ کا حال ۱۲۸
۷۳- ف عمل بموضوع و عمل بمانی موضوع کا فرق .... "
۷۴- افادۂ بست و نہم اعمالِ مشائخ محتاجِ سند نہیں' اعمال میں ایجاد و تصرف مشائخ کو

ہمیشہ گنجائش ہے.......................... ۱۳۰
۷۵- خاندان شاہ ولی اللہ کے اختراعی احوال ۱۳۱
۷۶- افادۂ سیم طرفہ یہ کہ تقبیلِ ابہامین مولوی گنگوہی کے نزدیک سنت ہے ۱۳۲
۷۷- ف مسئلہ قبولِ ضعاف میں مولوی گنگوہی کی فاحشہ خطائیں ۱۳۳
۷۸- ف مولوی گنگوہی نے انجانے میں آدھی وہابیت ذبح کرلی ۱۳۵
۷۹- ف مولوی گنگوہی نے قرونِ ثلاثہ کو خیر باد کہا .... "
۸۰- ف مولوی گنگوہی نے اباحت واستحباب کراہتِ تنزیہہ میں
احکام شرعیہ بالکل مٹادیئے .... "
۸۱- ف مولوی گنگوہی ومولوی اسماعیل کی خانہ جنگی .... "
۸۲- ف مسئلہ تقبیل الابہامین میں حکمِ خیر ۱۳۸
۸۳- خاتمہ فوائدِ منثورہ میں ۱۳۹
۸۴- فائدہ نفیسہ (۱) جلیلہ: فضیلت وافضلیت میں فرق، دربارۂ تفضیل حدیث ضعیف
ہرگز مقبول نہیں .... "
۸۵- فائدہ مہمہ (۲) عظیمہ: مشاجراتِ صحابہ میں تواریخ وسیر کی موحش حکایتیں قطعاً
مردود ہیں ۱۴۱
۸۶- فائدہ (۳): تحقیق نفیس کہ تفرد کذاب بھی مستلزم موضوعیتِ حدیث نہیں ۱۴۵
۸۷- ف ہمارے نزدیک بھی محمد بن اسحاق کی توثیق ہی راجح ہے .... "
۸۸- ف ابن الجوزی کا موضوعات میں لاکر صرف لایصح کہنے کا نکتہ "
۸۹- تنبیہ متعلق افادہ ۲۵ کہ کتاب موضوعات میں ذکر حدیث مؤلف
کے نزدیک بہ مستلزم موضوعیت نہیں ۱۵۰
۹۰- فائدہ (۴) مجہول العین محققین کے نزدیک مطلقاً مقبول ہے .... "
۹۱- تنبیہ غالباً مطلق مجہول سے مراد مجہول العین ہوتا ہے ۱۵۱
۹۲- فائدہ (۵) مطلق افادہ اٹ کہ قبول ضعیف کے لیے ورود صحیح کی حاجت نہیں... "
۹۳- فائدہ (۶) مطعلق افادہ ۲۰ کہ حدیث ضعیف بعض احکام میں بھی مقبول ہے ۱۵۲
۹۴- تنبیہ فضائل اعمال کے معنی اور خیالِ گنگوہی کا ابطال ۱۵۴

۹۵- فائدہ (۷) ضعیف حدیث سے سُنیت بھی اثبت ہو سکتی ہے یا نہیں؟ ۱۵۴

۹۶- فائدہ (۸) مطعلق افادہ ۱۱ کہ وضع یا ضعیف کا حکم بھی بلحاظ سند خاص ہوتا ہے نہ بلحاظ اصل حدیث ۱۵۵

۹۷- ف سورج ڈوب کر حکمِ حضور سے پلٹ آنے کی حدیث حسن صحیح ہے ۱۵۶

۹۸- لطیفہ جلیلہ منیفہ جانِ وہابیت پر ا لاکھ من کا پہاڑ' ضرور بالتفصیل ملاحظہ ہو ۱۵۷

۹۹- فائدہ (۹) ان محدثین کرام کا ذکر جو غیر ثقہ سے روایت نہیں کرتے ۱۶۰

۱۰۰- ف ہمارے امامِ اعظم جس سے روایت فرمالیں' اس کے ثقات ثابت ہوگئے ۱۶۴

۱۰۱- تنبیہ قلّة المبالات فی الاخذ قد حدث زمن التابعين ...... "

۱۰۲- ف مرسل الحسن عندنا حسن ...... "

۱۰۳- فائدہ: (۱۰) متعلق افادۂ ۲۴ دربارۂ احادیثِ طبقۂ رابعہ ۱۶۶

۱۰۴- فائدہ (۱۱) تذکرۃ الموضوعات علامہ طاہر میں وہ خود ہر طرح کی حدیث صحیح وغیر صحیح لاتے ہیں ۱۶۷

۱۰۵- ف خاتمہ مجمع البحار سے بعض احادیث پر نقل احکام اور حاشیہ میں اس پر نفیس کلام ...... "

۱۰۶- فائدہ (۱۲) حدیث بے سند مذکور علماء کے قبول میں نفیس وجلیل احقاق اور اوہام قاصرین زمان کا ابطال وازہاق ۱۶۹

۱۰۷- ف جماہیر فقہائے کرام کے نزدیک ائمہ نقاد کی بے سند حدیثیں دربارۂ احکام بھی حجت ہیں ۱۷۲

۱۰۸- تحقیق مصنف کہ غیر ناقد کیلئے ان کا قبول محدثین پر بھی لازم ہے ...... "

۱۰۹- تصدیق ومواہیر علمائے بریلی وغیرہ ۱۷۶

۱۱۰- علمائے کرام بدایوں وغیرہ ۱۷۷

۱۱۱- علمائے مصطفیٰ آباد رام پور وغیرہ ۱۷۸

۱۱۲- علمائے کرام بمبئی وغیرہ ۱۷۹

۱۱۳- نہج البلاغہ ۱۸۰

یَا فَتَّاحُ

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

استفتا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں
کہ اذان میں کلمہ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللہِ
سن کر انگوٹھے چومنا، آنکھوں سے لگانا کیسا ہے؟
بَیِّنُوْا وَتُوْجَرُوْا

فتویٰ

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

الحمد للہ الذی نور عیون المسلمین بنور عین اعیان المرسلین والصلوۃ والسلام علی نور العیون سرور القلب المحزون محمد ن الرفیع ذکرہ فی الصلوۃ والاذن والحبیب اسمہ عند اھل الایمان وعلی الہ وصحبہ المشروحۃ صدورھم لجلال اسرارھو المفتوحۃ عیونھم بجمال انوارہ واشھد ان لآ الہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ وان محمدا عبدہ ورسولہ بالھدٰی ودین الحق ارسلہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلی الہ وصحبہ اجمعین وعلینا معھم وبھم ولھم یا ارحم الراحمین امین ۔ قال العبد الذلیل للمولی الجلیل عبدالمصطفٰی احمد رضا المحمدی

السنی الحنفی القادری البرکاتی البریلوی نور الله عیونه واصلح شیونه مستعذا ۔
برب الفلق من شر ما خلق وحامد الله علی ما الهم ووفق ۔

الجواب

حضور پرنور شافع یوم النشور صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک اذان میں سنتے وقت انگوٹھے یا انگشتان شہادت چوم کر آنکھوں سے لگانا قطعاً جائز جس کے جواز پر مقام تبرّع میں دلائل کثیرہ قائم اور خود اگر کوئی دلیل خاص نہ ہوتی تو منع پر شرع سے دلیل نہ ہونا ہی جواز کے لیے دلیل کافی تھا جو ناجائز بتائے ثبوت دینا اس کے ذمہ ہے کہ قائل جواز متمسک باصل ہے اور متمسک باصل محتاج دلیل نہیں۔ پھر یہاں تو حدیث وفقہ وارشادِ علما وعملِ قدیم سلف صلحاء سب کچھ موجود علمائے محدثین نے اسباب میں حضرت خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیّدنا صدیق اکبر وحضرت ریحانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیّدنا امام حسن وحضرت نقیب اولیائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیّدنا ابوالعباس خضر علی الحبیب الکریم وعلیہم جمیعاً الصلوٰۃ والتسلیم وغیرہم اکابردین سے حدیثیں روایت فرمائیں جس کی قدرے تفصیل امام علامہ شمس الدین سخاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب مستطاب مقاصدِ حسنہ میں ذکر فرمائی اور جامع الرموز شرح نقایہ مختصر الوقایہ وفتاویٰ صوفیہ وکنز العباد وردّ المحتار حاشیۂ درمختار وغیرہا کتب فقہ میں اس فعل کے استحباب واستحسان کی صاف تصریح آئی۔ ان میں اکثر کتابیں خود مانعین اور ان کے اکابر وعمائد مثل متکلم قنوجی وغیرہ کے مستندات سے ہیں اور ان حدیثوں کے بارے میں ان محدثین کرام ومحققین اعلام نے جو تصحیح وتضعیف وتجریح وتوثیق میں دائرۂ اعتدال سے نہیں نکلتے اور راہ تساہل وتشدد نہیں چلتے۔ حکم اخیر وخلاصہ بحث وتنقریر یہ قرار دیا کہ خود حضور اقدس سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو حدیثیں یہاں روایت کی گئیں۔ باصطلاح محدثین درجہ صحت کو فائز نہ ہوئیں۔ مقاصد میں فرمایا: لا یصح فی المرفوع من کل ھذا شیء ۔ مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری موضوعات کبیر میں فرماتے ہیں: کل

مـا یـروی فی ھذا فلا یصح دفعہ البتتہ ۔ علامہ ابن عابدین شامی قدس سرہ السامی ردالمختار میں علامہ اسماعیل جراحی رحمۃ اللہ تعالیٰ سے نقل فرماتے ہیں: لـم یـصـح فـی الـمرفوع من ھذا شیء ۔ پھر خادمِ حدیث پر روشن کہ اصطلاح محدثین میں نفی صحت نفی حسن کو بھی مستلزم نہیں۔ نہ کہ نفی صلاح وتماسک وصلوح تمسک نہ کہ دعویٰ وضع کذب تو عندالتحقیق ان احادیث پر جیسے باصطلاح محدثین حکم صحت صحیح نہیں۔ یوں ہی حکم وضع وکذب بھی ہرگز مقبول نہیں' بلکہ بتصریح ائمہ فن کثرت طرق سے جبر نقصان متصور اور عمل علماء وقبول قدما حدیث کے لیے مقوی دیگر اور نہ سہی۔ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بالاجماع مقبول اور اس سے بھی گزرے تو بلاشبہ یہ فعل اکابر دین سے مروی ومنقول اور سلف صالح میں حفظ صحت وبصر وروشنائی چشم کے لیے مجرب اور معمول۔ ایسے محل پر بالفرض اگر چہ کچھ نہ ہوتو اسی قدر سند کافی۔ بلکہ اصلاً نقل بھی نہ ہوتو صرف تجربہ وافی کہ آخر اس میں کسی حکم شرعی کا ازالہ نہ کسی سنت ثابتہ کا خلاف اور نفع حاصل نہیں تو منع باطل بلکہ انصاف کیجیے تو محدثین کرام کا نفی صحت کو احادیث مرفوعہ سے خاص کرنا صاف کہہ رہا ہے کہ وہ احادیث موقوفہ کو غیر صحیح نہیں کہتے۔ پھر یہاں حدیث موقوف کیا کم ہے۔ لہٰذا مولانا علی قاری نے عبارت مذکورہ کے بعد فرمایا:

قـلـت واذثبت رفعہ الی الصدیق رضـی اللہ تـعـالٰـی عـنـہ فیکفی لـلـعـمـل بـہ لقولہ علیہ الصلوٰۃ والسـلام عـلـیـکـم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین ۔

یعنی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے۔ اس فعل کا ثبوت عمل کو بس ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں تم پر لازم کرتا ہوں اپنی سنت اور اپنے خلفاء راشدین کی سنت۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

تو صدیق اکبر سے کسی شے کا ثبوت بعینہٖ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثبوت ہے، اگر چہ بالخصوص حدیث مرفوع درجہ صحت تک مرفوع نہ ہو۔

حضرت امام سخی المقاصد الحسنہ فی الاحادیث الدائرۃ علی الالسنہ میں فرماتے ہیں:

حدیث: مسح العینین بباطن انملتی السبابتین بعد تقبیلهما عند سماع قول المؤذن اشهد ان محمد الرسول الله مع قوله اشهد ان محمدا عبده ورسوله رضیت بالله ربا وبالاسلام دینا وبمحمد صلی الله علیه وسلم نبیا ذکره الدیلمی فی الفردوس من حدیث ابی بکر الصدیق رضی الله تعالیٰ عنه انه لما سمع قول المؤذن اشهد ان محمد ارسول قال هذا وقبل باطن الانملتین السبابتین ومسح عینیه فقال صلی الله علیه وسلم من فعل مثل مافعل خلیلی فقد حلّت علیه شفاعتی ولا یصح ۔

یعنی مؤذن سے اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللهِ سن کر انگشتان شہادت کے پورے جانب باطن سے چوم کر آنکھوں پر ملنا اور یہ دعا پڑھنا: اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ رَضِیْتُ بِاللهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ نَبِیًّا ۔اس حدیث کو دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ جب انہوں نے موذن کو اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدً رَّسُوْلُ اللهِ کہتے سنا تو یہ دعا پڑھی اور دونوں کلمے کی انگلیوں کے پورے جانب زیریں سے چوم کر آنکھوں سے لگائے۔ اس پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ایسا کرے جیسا کہ میرے پیارے نے کیا' اس پر میری شفاعت حلال ہوگئی اور یہ حدیث اس درجہ کو نہ پہنچی' جسے محدثین اپنی اصطلاح میں درجہ صحت کا نام رکھتے ہیں۔

پھر فرمایا: وکذا ماورده ابوالعباس احمد بن ابی بکرن الرداد الیمانی المتصوف فی کتابه موجبات الرحمة وعزائم المغفرة بسندفیه مجاهیل مع

یعنی ایسے ہی وہ حدیث کے حضرت ابوالعباس احمد بن ابی بکر رداد یمنی صوفی نے اپنی کتاب موجبات الرحمۃ وعزائم المغفرۃ میں ایسی سند سے جس میں مجاہیل ہیں اور منقطع بھی ہے حضرت سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ

انقطاعه عن الخضر علیه السلام انه قال حین یسمع المؤذن یقول اشهد ان محمد ارسول الله مرحبا بحبیبی وقرة عینی محمد بن عبدالله صلی الله علیه وسلم ثم یقبل ابهامیه ویجعلهما علی عینیه لم یرمد ابداً ۔

السلام سے روایت کی کہ وہ ارشاد فرماتے ہیں جو شخص مؤذن سے اشھد ان محمد ارسول اللہ سن کر مرحبا بحبیبی وقرہ عینی محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہے' پھر دونوں انگوٹھے چوم کر آنکھوں پر رکھے اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں۔

پھر فرمایا: ثم روی بسند فی من لم اعرفه عن اخی الفقیه محمد بن البابا فیما حکی عن نفسه انه هبت ریح فوقعت منه حصاة فی عینیه واعیاه خروجها وامته اشد الالم وانه لما سمع المؤذن یقول اشهد ان محمدارسول الله قال ذلك فخرجت الحصاة من فوره قال الرادرحمه الله تعالٰی وهٰذا یسیرفی جنب فضائل الرسول صلی الله تعالٰی علیه وسلم ۔

یعنی پھر ایسی سند کے ساتھ جس کے بعض رواۃ کو میں نہیں پہچانتا۔ فقیہ محمد بن البابا کے بھائی سے روایت کی کہ وہ اپنا حال بیان کرتے تھے۔ ایک بار ہوا چلی' ایک کنکری ان کی آنکھ میں پڑ گئی۔ نکالتے نکالتے تھک گئے مگر ہرگز نہ نکلی اور نہایت سخت درد پہنچایا۔ انہوں نے مؤذن کو اشھد ان محمد رسول اللہ کہتے ہوئے یہی کہا' فوراً نکل گئی۔ رواد رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کے حضور اتنی سی بات کیا چیز ہے۔

پھر فرمایا: وحکما الشمس محمد بن صالح ن المدنی امامها و خطیبها فی تاریخه عن المجد احد القدماء من المصوبین انه سمعه یقول من صلّی علی النبی

یعنی شمس الدین محمد بن صالح مدنی مسجد مدینہ طیبہ کے امام وخطیب نے اپنی تاریخ میں مجد مصری سے کہ سلف صالح میں تھے' نقل کیا کہ میں نے انہیں فرماتے سنا جو شخص حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم اذا سمع ذکرہ فی الاذان جمع

پاک اذان میں سن کر کلمہ کی انگلی اور انگوٹھا ملائے اور انہیں بوسہ دے کر آنکھوں سے لگائے اس کی آنکھیں کبھی نہ دکھیں۔

پھر فرمایا: قال ابن صالح وسمعت ذالك ایضا من الفقیہ محمد بن الزرندی عن بعض شیوخ العراق والعجم وانہ یقول عند ما یمسح عینیہ صلی اللہ علیك یا سیدی یا رسول اللہ یا حبیب قلبی ویانور بصری ویاقرۃ عینی وقال لی کل منھما منذ فعلتہ لم ترمد عینی ۔

یعنی ابن صالح فرماتے ہیں میں نے یہ امر فقیہ محمد بن زرندی سے بھی سنا کہ بعض مشائخ عراق یا عجم سے راوی تھے اوران کی روایت میں یوں ہے کہ آنکھوں پر مس کرتے وقت یہ درود عرض کرے۔ صلی اللہ علیك یا سیدی یا رسول اللہ یا حبیب قلبی ویاو نور بصری یا قرۃ عینی اور دونوں صاحبوں یعنی شیخ مجد وفقیہ محمد نے مجھ سے بیان کیا کہ جب سے ہم یہ عمل کرتے ہیں ہماری آنکھیں نہ دکھیں۔

پھر فرمایا:

ابن صالح وانا وللہ الحمد والشکر منذ سمعتہ منھما استعملتہ فلم ترمد عینی وارجو ان عافیتھما تدوم وانی اسلم من العمی ان شاء اللہ تعالیٰ ۔

یعنی امام ابن صالح ممدوح نے فرمایا اللہ ہی کے لیے حمد وشکر ہے جب سے میں نے یہ عمل ان دونوں صاحبوں سے سنا' اپنے عمل میں رکھا۔ آج تک میری آنکھیں نہ دکھیں اور امید کرتا ہوں کہ ہمیشہ اچھی رہیں گی اور میں کبھی اندھا نہ ہوں گا۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔

پھر فرمایا: قال وروی عن الفقیہ محمد بن سعید الخولانی قال اخبرنی الفقیہ العالم ابو الحسن

یعنی یہی امام مدنی فرماتے ہیں فقیہ محمد بن سعید خولانی سے مروی ہوا کہ انہوں نے فرمایا مجھے فقیہ عالم ابوالحسن علی بن محمد بن

علی بن محمد بن حدید
الحسینی اخبرنی القیه الزاهد
البلانی عن الحسن والسلام انه
قال من قال حین یسمح الموذن
یقول اشهد ان محمدا رسول الله
مرحبا بحبیبیٔ وقرة عینی محمد
بن عبدالله صلی الله علیه وسلم
ویقبل ابهامیه ویجعلهما علی
عینیه لم یعم ولم یرمد ۔

حدید حسینی نے خبر دی کہ مجھے فقیہ زاہد بلالی
نے حضرت امام حسن علی جدہ الکریم وعلیہ
الصلوٰۃ والسلام نے خبر دی کہ حضرت امام
نے فرمایا کہ جو شخص مؤذن کو اشھد ان
محمدا رسول اللہ کہتے سن کر یہ دُعا
پڑھے: مرحباً بحبیبی وقرۃ عینی
محمد بن عبداللہ صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم ، اور اپنے انگوٹھے چوم کر
آنکھوں پر رکھے نہ کبھی اندھا ہو اور نہ
آنکھیں دکھیں۔

پھر فرمایا: وقال الطاؤسی انه سمع من
الشمس محمد بن ابی
نصر البخاری خواجه حدیث من
قبل عند سماعه من المؤذن کلمة
الشهادة ظفری ابهامیه ومسهما
علی عینیه وقال عند المس اللهم
احفظ حدقتی ونور هما ببرکة
حدقتی محمد رسول الله صلی الله
علیه وسلم ونور هما لم یعم ۔

یعنی طاؤسی فرماتے ہیں انہوں نے خواجہ
شمس الدین محمد بن ابی نصر بخاری سے یہ
حدیث سنی کہ جو شخص مؤذن سے کلمہ
شہادت سن کر انگوٹھوں کے ناخن چومے اور
آنکھوں سے لگائے: اللھم احفظ
حدقتی ونور ھما ببرکة حدقتی
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ونور ھما ۔ اندھا نہ ہو۔

شرح نقایہ میں ہے:

واعلم انه یستحب ان یقال عند
سماع الاولی من الشهادة
الثانیه صلی الله تعالیٰ علیك یا

یعنی خبردار ہو بیشک مستحب ہے کہ جب
اذان میں پہلی بار اشھد ان محمدا
رسول اللہ سنے صلی اللہ علیك یا

رسول اللہ وعند الثانیہ منہا قرۃ عینی بک یا رسول اللہ ثم یقال اللھم متعنی بالسمع والبصر بعد وضع ظفری الابھامین علی العینین فانہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یکون لہ قائداً الی الجنۃ کذافی کنزالعباد ۔

رسول اللہ کہے اور دوسری بار قرۃ عینی بک یا رسول اللہ کہے۔ پھر انگوٹھوں کے ناخن آنکھوں پر رکھ کر کہے اللھم متعنی بالسمع والبصر کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیچھے پیچھے اسے جنت میں لے جائیں گے۔ ایسا ہی کنزالعباد میں ہے۔

علامہ شامی قدس سرہ السامی اسے نقل کر کے فرماتے ہیں: ونحوہ فی الفتاویٰ الصوفیہ ۔ یعنی اسی طرح امام فقیہ عارف باللہ سیدی فضل اللہ بن محمد بن ایوب سہروردی تلمیذ امام علامہ یوسف بن عمر صاحب جامع المضمرات شرح قدوری قدس سرّہ نے اپنے فتاویٰ صوفیہ میں فرمایا: شیخ مشائخنا خاتمۃ المحققین سیّد العلماء الحنفیہ بمکۃ المحمیہ مولانا جمال بن اللہ بن عمر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں:

سئلت عن تقبیل الا بھامین ووضعھما علی العینتین عند ذکر اسمہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الاذان ھل ھو جائز ام لا اجبت بما نصہ نعم تقبیل الا بھامین ووضعھما علی العینین عند ذکر اسمہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی الاذان جائز بل ھو مستحب صرح بہ مشائخنا غیر ماکتاب ۔

یعنی مجھ سے سوال ہوا کہ اذان میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر شریف سن کر انگوٹھے چومنا اور آنکھوں پر رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ میں نے ان لفظوں میں جواب دیا کہ ہاں اذان میں حضور والا صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر انگوٹھے چومنا اور آنکھوں پر رکھنا جائز بلکہ مستحب ہے۔ ہمارے مشائخ مذہب نے متعدد کتابوں میں اس کے مستحب ہونے کی تصریح فرمائی ہے۔

علامہ محدث طاہر فتنی رحمۃ اللہ علیہ تکملہ مجمع بحار الانوار میں حدیث کو صرف لایصح فرما کر لکھتے ہیں۔ دروی تجربۃ ذالک عن کثیرین۔ یعنی اس کے تجربہ کی روایات

بکثرت آئی ہیں۔

فقیر مجیب غفر اللہ تعالیٰ لہ کہتا ہے اب طالب تحقیق وصاحب تدقیق افادات چند نافع وسودمند پر لحاظ کرے تاکہ بحول اللہ تعالیٰ چہرہ حق سے نقاب اٹھے اور صدر کلام میں جن لطیف مباحث پر ہم نے نہایت اجمالی اشارے کیے۔ ان کے قدرے تفصیل زیورِ گوش سامعین بنے کہ یہاں بسطِ کامل وشرح کافل کے لیے تو دفتر وسیط بلکہ مجلد بسیط درکار۔

واللہ الموفق ونعم المعین . فاقول وباللہ التوفیق وبہ الوصول الی ذری التحقیق .

افادۂ اول

محدثین کرام کا کسی حدیث کو فرمانا کہ صحیح نہیں' اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ غلط وباطل ہے' بلکہ صحیح ان کی اصطلاح میں ایک اعلیٰ درجہ کی حدیث ہے جس کے شرائط سخت ودشوار اور موانع وعوائق کثیر وبسیار حدیث میں ان سب کا اجتماع اور ان سب کا ارتفاع کم ہوتا ہے۔ پھر اس کمی کے ساتھ اس کے اثبات میں سخت دقتیں اگر اس مبحث کی تفصیل کی جائے۔ کلام طویل تحریر میں آئے' ان کے نزدیک جہاں ان باتوں میں کہیں بھی کمی ہوئی فرما دیتے یہ حدیث صحیح نہیں۔ یعنی اس درجۂ علیا کو نہ پہنچی۔ اس سے دوسرے درجہ کی حدیث کو حسن کہتے ہیں۔ یہ بآں کہ صحیح نہیں' پھر بھی اس میں کوئی قباحت نہیں ہوتی۔ ورنہ حسن ہی کیوں کہلاتی۔ فقط اتنا ہوتا ہے کہ اس کا پایہ بعض اوصاف میں اس بلند مرتبہ سے جھکا ہوتا ہے۔ اس قسم کی بھی سینکڑوں حدیثیں صحیح مسلم وغیرہ کتب صحاح بلکہ عند التحقیق بعض صحیح بخاری میں بھی ہیں۔ یہ قسم بھی استناد واحتجاج کی پوری لیاقت رکھتی ہے۔ وہی علماء جو اسے صحیح نہیں رکھتے برابر اس پر اعتماد فرماتے ہیں اور احکام حلال وحرام میں حجت بناتے ہیں۔

امام محقق محمد محمد محمد ابن امیر الحاج حلبی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ شرح منیہ[1] میں فرماتے ہیں:

---

[1] ذکرہ فی مسئلہ المسح بالمندیل بعد الوضوء منہ سلمہ ربہ

قول الترمذی لا یصح عن النبی صلی اللہ علی وسلم فی ھذا الباب شیء انتھی لا ینفی وجود الحسن ونحوہ والمطلوب لا یتوقف ثبوتہ علی الصحیح بل کما یثبت بہ یثبت بالحسن ایضاً۔

ترمذی کا فرمانا اس باب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ صحیح نہیں حسن اور اس کے مثل کی نفی نہیں کرتا اور ثبوت مقصود کچھ صحیح پر ہی موقوف نہیں، بلکہ جس طرح اس سے ثابت ہوتا ہے یوں ہی حسن سے بھی۔

اوسی[1] میں ہے: علی المشی علی مقتضی الا صطلاح احدیثی لا یلزم من نفی الصحۃ نفی الثبوت علی وجہ الحسن۔

یعنی اصطلاحِ علم حدیث کے رو سے صحت کی نفی حسن ہو کر ثبوت کی نافی نہیں۔

امام ابن حجر مکی صواعق محرقہ[2] میں فرماتے ہیں:

قول احمد انہ حدیث لا یصح ای لذاتہ فلا ینفی کونہ حسنا لغیرہ والحسن لغیرہ یحتج بہ کما بین فی علم الحدیث۔

یعنی امام احمد کا فرمانا کہ یہ حدیث صحیح نہیں، اس کے معنی یہ ہیں کہ صحیح لذاتہ نہیں تو یہ حسن لغیرہ ہونے کی نفی نہ کرے گا اور حسن اگرچہ لغیرہ ہو حجت ہے جیسا کہ علم حدیث میں بیان ہو چکا۔

سند الحفاظ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اذکار امام نووی کی تحریج احادیث میں فرماتے ہیں۔

من نفی الصحۃ لا ینتفی الحسن اھ ملخصاً

یعنی صحت کی نفی سے حدیث کا حسن ہونا منتفی نہیں ہوتا۔

یہی امام نزہۃ النظر فی توضیح نخبۃ الفکر میں فرماتے ہیں:

---

[1] آخر صفہ الصلوۃ قبیل فصل فیما یکرہ فعلہ فی الصلوۃ ۱۲ منہ سلمہ ربہ

[2] ذکرہ فی حدیث التوسعۃ علی العیال یوم العاشورا فی آخر الفصل الاوّل من ۱۱ باب الحادی عشر قبیل الفصل الثانی ۱۲ منہ سلمہ ربہ

هذا القسم من الحسن مشارك للصحيح في الاحتجاج به وان کان دونه — یعنی حدیث حسن لذاتہ اگرچہ صحیح سے کم درجہ میں ہے مگر حجت ہونے میں صحیح کی شریک ہے۔

مولانا علی قاری موضوعات کبیر میں فرماتے ہیں: یعنی محدثین کا یہ قول کہ حدیث صحیح نہیں۔

لایصح لا ینافی الحسن اھ ملخصاً — اس کے حسن ہونے کی نفی نہیں کرتا

سیدی نورالدین علی سمہودی جواہر العقدین فی فضل الشرفین میں فرماتے ہیں:

قدیکون غیر صحیح وھو صالح للاحتجاج به اذالحسن رتبة بین الصحیح والضعیف۔ — یعنی کبھی حدیث صحیح نہیں ہوتی اور باوجود اس کے وہ قابلِ حجیت ہے، اس لیے کہ حسن کا رتبہ صحیح وضعیف کے درمیان ہے۔

حدیث: کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ینھی ان ینتعل الرجل قائمًا کوامام ترمذی نے جابر وانس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کر کے فرمایا:

کلاالحدیثین لا یصح عند اھل الحدیث — دونوں حدیثیں محدثین کے نزدیک صحیح نہیں

علامہ عبدالباقی زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں اسے نقل کر کے فرماتے[۱] ہیں:

نفیه الصحة لا ینافی انه حسن کما علم۔ — صحت کی نفی حسن ہونے کے منافی نہیں جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ شرح صراط مستقیم میں فرماتے ہیں:

"حکم بعدم صحت کردن بحسب اصطلاح محدثین غرابت ندارد۔ چہ صحت در حدیث چنانچہ در مقدمہ معلوم شد درجہ اعلٰی است ودائرۂ آں تنگ ترجمع احادیث کہ در کتب مذکور است حتٰی دریں شش کتاب کہ آں را صحاح ستہ گویند،

[۱] المقصد الثالث النوع الثانی ذکر فعله صلی اللہ تعالٰی علیه وآلہٖ وسلم۔ ۱۲ منه

بہ اصطلاح ایشاں صحیح نیست' بلکہ تسمیہ آں ہاں صحاح باعتبار تغلیب است"۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں امام محقق علی الاطلاق سیدی کمال الحق والدین محمد بن الہمام رحمۃ اللہ تعالیٰ سے منقول ہے:

وقول من یقول فی حدیث انہ لم یصح ان سلم لم یقدح لان الحجیۃ لا تتوقف علی الصحۃ بل الحسن کاف۔	یعنی کسی حدیث کی نسبت کہنے والے کا یہ کہنا کہ وہ صحیح نہیں۔ اگر مان لیا جائے تو کچھ حرج نہیں ڈالتا کہ حجیت کچھ صحیح ہونے پر موقوف نہیں' بلکہ حسن کافی ہے۔

تو یہ بات خوب یاد رکھنے کی ہے کہ صحت حدیث سے انکار نفی حسن میں بھی نص نہیں جس سے قابلیت احتجاج منتفی ہو' نہ کہ صالح ولائق اعتبار نہ ہونا' نہ کہ محض باطل وموضوع ٹھہرانا۔ جس کی طرف کسی جاہل کا بھی ذہن نہ جائے گا کہ صحیح وموضوع دونوں ابتداء وانتہا کے کناروں پر واقع ہیں۔ سب سے اعلیٰ صحیح اور سب سے بدتر موضوع اور وسط میں بہت اقسام حدیث ہیں۔ درجہ بدرجہ مرتب صحیح[۱] کے بعد حسن لذاتہٖ[۲] بلکہ صحیح لغیرہ۔ پھر حسن لذاتہٖ[۳] پھر حسن لغیرہ پھر ضعیف بضعف قریب اس حد تک کہ صلاحیت اعتبار باقی رکھے جیسے اختلاط راوی یا سوئے حفظ یا تدلیس وغیرہا۔ اول کی تین بلکہ چاروں قسم کو ایک مذہب پر اسم ثبوت متناول ہے اور وہ سب محتج بہا ہیں اور آخر قسم صالح یہ متابعات وشواہد میں کام آتی ہے اور جابر سے قوت پا کر حسن لغیرہ بلکہ صحیح ہو جاتی ہے۔ اس وقت وہ صلاحیت احتجاج وقبول فی الاحکام کا زیورِ گراں بہا پہنتی ہے۔ ورنہ دربارۂ فضائل تو آپ ہی مقبول وتنہا کافی ہے۔ پھر درجہ ششم میں ضعف قوی ووہن شدید ہے جیسے راوی کے فسق وغیرہ قوادح قویہ کے سبب متروک ہونا بشرطیکہ ہنوز سرحد کذب سے جدائی ہو۔ یہ حدیث احکام میں احتجاج درکنار اعتبار کے بھی لائق نہیں۔ ہاں فضائل میں مذہب راجح پر مطلقاً اور بعض کے طور پر انجبار بتعدد مخارج وتنوع طرق منصب قبول وعمل پاتی ہے۔ کما سَنُبَیِّنُہٗ ان شاء اللہ تعالیٰ۔ پھر درجہ ہفتم میں مرتبہ مطروح ہے جس کا مدار وضاع کذاب یا متہم بالکذب پر ہو۔ یہ بدترین اقسام ہے بلکہ بعض محاورات کی

رو سے مطلقاً اور ایک اصطلاح پر اس کی نوع اشد یعنی جس کا مدار کذاب پر ہو۔ عین موضوع یا نظر تدقیق میں یوں کہیے کہ ان اطلاقات پر داخل موضوع حکمی ہے۔ ان سب کے بعد درجہ موضوع کا ہے۔ یہ بالا جماع نہ قابل انجبار نہ فضائل وغیرہا۔ کسی باب میں لائق اعتبار بلکہ اسے حدیث کہنا ہی توسع وتجوز ہے۔ حقیقۃً حدیث نہیں' محض مجعول وافترا ہے۔ والعیاذ باللہ تبارک وتعالیٰ۔ **وسیرد علیك تفاصیل جل ذٰلك ان شاء اللہ العلی الاعلیٰ ۔** طالب تحقیق ان چند حرفوں کو یادر کھے کہ باوصف وجازت محصل وملخص علم کثیر ہیں اور شاید اس تحریر نفیس کے ساتھ ان سطور کے غیر میں کم ملیں۔ **وللّٰہ الحمد والمنتہ۔**

خیر بات دور پڑتی ہے کہنا اس قدر ہے کہ جب صحیح وموضوع کے درمیان اتنی منزلیں ہیں تو انکار صحت سے اثبات وضع ماننا زمین وآسمان کے قلابے ملانا ہے۔ بلکہ نفی صحت اگر بمعنی نفی ثبوت ہی لیجیے یعنی اس فرقہ محدثین کی اصطلاح پر جس کے نزدیک ثبوت صحت وحسن دونوں کو شامل تاہم اس کا حاصل اس قدر ہوگا کہ صحیح وحسن نہیں۔ نہ کہ باطل وموضوع ہے کہ حسن وموضوع کے بیچ میں بھی دور دراز میدان پڑے ہیں۔ میں اس واضح بات پر سندیں کیا پیش کرتا' مگر کیا کیجیے کام ان صاحبوں سے پڑا ہے جو اغوائے عوام کے لیے دیدہ ودانستہ محض امی عامی بن جاتے ہیں اور مہر منیر کو زیر دامن مکرو تزویر چھپانا چاہتے ہیں۔ لہٰذا کلمات علماء سے اس روشن مقدمہ کی تصریحیں لیجیے:

امام سند الحفاظ وامام محقق علی الاطلاق وامام حلبی وامام مکی وعلامہ زرقانی وعلامہ سمہودی وعلامہ ہروی کی عبارات ابھی مذکورہ ہوئیں۔ بحکم دلالۃ النص وفحوے الخطاب اس دعوی بینہ پر دلیل مبین کہ جب نفی صحت سے نفی حسن تک لازم نہیں تو اثبات وضع تو خیال محال سے ہمدوش وقرین۔ تاہم عبارات النص سنیے:

امام بدرالدین زرکشی کتاب النکت علی ابن الصلاح پھر امام جلال الدین سیوطی لآلی مصنوعہ۔ پھر علامہ علی بن محمد بن عراقی کنانی تنزیہ الشریعۃ المرفوعہ عن اخبار الشنیعہ الموضوعہ پھر علامہ محمد طاہر فتنی خاتمہ مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:

يبن قولنالم يصح وقولنا موضوع بـون كبيـر فـان الوضع اثبـات الـكـذب والاختـلاق وقـولنا لم يـصـح لايـلـزم مـنه اثبات العدم وانـمـا هـواخبارعن عدم الثبوت وفرق بين الامرين ۔

یعنی ہم محدثین کا کسی حدیث کو کہنا کہ یہ صحیح نہیں اور موضوع کہنا ان دونوں میں بڑا بل ہے کہ موضوع کہنا تو اسے کذب وافترا ٹھہرانا ہے اور غیر صحیح کہنے سے نفی حدیث لازم نہیں بلکہ اس کا حاصل تو سلب ثبوت ہے اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔

یہ لفظ لآلی کے ہیں اور اسی سے مجمع میں مختصراً نقل کیا۔ تنزیہ میں اس کے بعد اتنا اور زیادہ فرمایا: وهذا يـجـري فـي كـل حـديث قال فيه ابن الجوزي لايصح ونـحـوه ۔ یعنی امام ابن جوزی نے کتاب موضوعات میں جس جس حدیث کو غیر صحیح یا اس کے مانند کوئی لفظ کہا ہے ان سب میں یہی تقریر جاری ہے کہ ان اوصاف کے عدم سے ثبوت وضع سمجھنا حلیہ صحت سے عاطل وعاری ہے۔

امام ابن حجر عسقلانی القول المسدد فی الذب عن المسند احمد میں فرماتے ہیں:

لايـلـزم مـن كـون الـحـديث لم يصح ان يكون موضوعاً ۔

یعنی حدیث کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔

امام سیوطی کتاب التعقبات علی الموضوعات میں فرماتے ہیں:

اكثـر مـاحـكـم الذهبي علىٰ هٰذا الـحـديـث انـه قـال متن لـيـس بصحيح وهٰذا صادق بضعفه ۔

یعنی بڑھ سے بڑھ کر اس حدیث پر امام ذہبی نے اتنا حکم کیا کہ یہ متن صحیح نہیں یہ بات ضعیف ہونے سے بھی صادق ہے۔

مولانا علی قاری موضوعات میں زیر بیان احادیث نقل فرماتے ہیں:

لايـلـزم مـن عدم الصحة وجود الوضع كمالا يخفىٰ ۔

یعنی کھلی ہوئی بات ہے کہ حدیث کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔

اسی میں روزِ عاشورا کو سرمہ لگانے کی حدیث پر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا حکم لایصح هٰذا الحدیث نقل کر کے فرماتے ہیں:

قلت لایلزم من عدم صحة ثبوت وضعه غایة انه ضعیف ۔ یعنی میں کہتا ہوں اس کے صحیح نہ ہونے سے موضوع ہونا لازم نہیں۔ غایت یہ کہ ضعیف ہو۔

علامہ طاہر صاحب مجمع تذکرۃ الموضوعات میں امام سند الحفاظ عسقلانی سے ناقل ہیں:

ان لفظ لا یثبت لا یثبت الوضع فان الثابت یشمل الصحیح فقط والضعیف دونہ ۔ یعنی کسی حدیث کو بے ثبوت کہنے سے اس کی موضوعیت ثابت نہیں ہوتی کہ ثابت تو وہی حدیث ہے جو صحیح ہے اور ضعیف کا درجہ اس سے کم ہے۔

بلکہ مولانا علی قاری آخر موضوعاتِ کبیر میں حدیث البطیخ قبل الطعام یغسل البطن غسلا ویذهب بالداء ۔ اصلاً کی نسبت قول امام ابن عساکر شاذلا یصح نقل کر کے فرماتے ہیں:

ھو یفید انہ غیر موضوع کمالا یخفی یعنی ان کا یہ کہنا ہی بتا رہا ہے کہ حدیث موضوع نہیں جیسا کہ خود ظاہر ہے یعنی موضوع جانتے تو باطل یا کذب یا موضوع یا مفتری یا مختلق کہتے، نفی صحت پر کیوں اقتصار کرتے۔ فافہم، واللہ تعالیٰ اعلم۔

تنبیہ

بحمد اللہ تعالیٰ یہاں سے ان متکلمین طائفہ منکرین کا جہل شنیع وزور فظیع بوضوع تام طشت از بام ہو گیا جو کلمات علماء مثل مقاصد حسنہ ومجمع البحار وتذکرۃ الموضوعات ومختصر المقاصد وغیرہا سے احادیث تقبیل ابہامین کی نفی صحت نقل کر کے بے دھڑک دعوے کر دیتے ہیں کہ ان کے کلام سے بخوبی ثابت ہوا کہ جو احادیث انگوٹھے چومنے میں لائی جاتی ہیں سب موضوع ہیں اور یہ فعل ممنوع وغیر مشروع ہے۔ سبحان اللہ! کہاں نفی صحت کہاں حکم وضع کیا مزہ کی بات ہے کہ جہاں درجات متعددہ ہوں، وہاں سب میں اعلیٰ کی نفی سے سب کا ادنیٰ ثبوت ہو جائے۔ مثلاً زید کو کہیے کہ بادشاہ نہیں تو اس کے معنے یہ ٹھہریں کہ نان شبینہ کو محتاج ہے۔ یا متکلمین طائفہ کو کہیے کہ اولیاء نہیں تو اس کا

مطلب یہ قرار پائے کہ سب کافر ہیں۔ ولکن الوهابية قوم يجهلون ۔

افادۂ دوم

کسی حدیث کی سند میں راوی کا مجہول ہونا اثر کرتا ہے تو صرف اس قدر کہ اسے ضعیف کہا جائے نہ کہ باطل وموضوع بلکہ علماء کو اس میں اختلاف ہے کہ جہالت قادح صحت ومانع حجیت بھی ہے یا نہیں۔ تفصیل مقام یہ کہ مجہول کی تین قسمیں ہیں: اول مستور جس کی عدالت ظاہری معلوم اور باطنی کی تحقیق نہیں اس قسم کے راوی صحیح مسلم شریف میں بکثرت ہیں۔ دوم مجہول العین جس سے صرف ایک ہی شخص نے روایت کی ہو: وهذا على نزاع فيه فانّ العلماء من نفى الجهالة برواية واحدٍ معتمد مطلقا اواذا كان لايروى الاعن عدل عنده كيحيى بن سعيد القطان وعبدالرحمن بن مهدى والامام احمد فى مسنده وهناك اقوال اخر ۔ سوم مجہول الحال جس کی عدالتِ ظاہری وباطنی کچھ ثابت نہیں۔ وقد يطلق على مايشمل المستور۔

قسم اول یعنی مستور تو جمہور محققین کے نزدیک مقبول ہے۔ مذہب امام الائمہ سیّدنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ فتح المغیث میں ہے: قبله ابو حنيفة خلا للشافعى۔ امام نووی فرماتے ہیں یہی صحیح ہے۔

قاله فى شرح المهذب ذكره فى التدريب و كذالك مال الى اختياره الامام ابوعمر وبن الصلاح فى مقد منز حيث قال فى المسئلة الثامنة من النوع الثالث والعشرين يشبه ان يكون العمل على هذا الرأى فى كثير من كتب الحديث المشهورة فى غير واحد من الرّواة الدين تقادم العهد بهم وتعذرت للخبرة الباطنة بهم ۔

اور دو قسم باقی کو بعض اکابر حجت جانتے۔ جمہور مورث ضعف مانتے ہیں۔

امام زین الدین عراقی الفقیہ فرماتے ہیں:

واختلفوا اهل يقبل المجهول　　　وهو على ثلثة مجهول ردّه الاكثر

مـجهـول عيـن مـن لـه راوفقط   والـقـسـم الـوسـط وحـكم الردلدى
مـجهـول جـال بـاطن وظـاهـر   الـجـماهر فی باطن فقط فقد رای له
الثـالث المجهول للعدالة حجيّة   ماقبله منهم سليم[۱] فقطع
بعض من منع .

اسی طرح تقریب النواوی وتدریب الراوی وغیرہما میں ہے۔ بلکہ امام نووی نے مجہول العین کا قبول بھی بہت محققین کی طرف نسبت فرمایا۔ مقدمہ منہاج میں فرماتے ہیں:

الـمـجهول اقسام مجهول العدالة ظاهر او باطنا ومجهو لها باطنا مع وجود هاظاهر اوهوالمستور ومجهول العين فاما الاول فالجمهور علىٰ انه لا يحتج به واما الاخران فاحتج بهما كثيرون من المحققين .

بلکہ اجل عارف باللہ سیدی ابوطالب مکی قدس سرہ الملکی اسی کو فقہائے کرام اور اولیائے عظام قدس اسرارہم کا مذہب قرار دیتے ہیں۔ کتاب مستطاب جلیل القدر عظیم الفخر قوت القلوب فی معاملۃ المحبوب کی فصل ۳۱ میں فرماتے ہیں:

بعض مايضعف به رواة الحديث وتـعـلـل بـه احـاديثهم لا يكون تعليلا ولا جرحا عند الفقهاء ولا عـنـد الـعـلماء بالله تعالىٰ مثل ان يكـون الـراوی مجهولا لا يثاره الـخـمـول وقد ندب اليه او لقلة الا تبـا ع لـه ادلـم بقع لهم الاثره عنه .	یعنی بعض وہ باتیں جن کے سبب راویوں کو ضعیف اور ان کی حدیثوں کو غیر صحیح کہہ دیا جاتا ہے۔ فقہا واولیاء کے نزدیک باعث ضعف وجرح نہیں ہوتیں، جیسے راوی کا مجہول ہونا اس لیے کہ اس نے گمنامی پسند کی کہ خود شرع مطہر نے اس کی ترغیب فرمائی۔ اس کے شاگرد کم ہوئے کہ لوگوں کو اس سے روایت کا اتفاق نہ ہوا۔

بہر حال نزاع اس میں ہے کہ جہالت سرے سے وجوہ طعن بھی ہے یا نہیں۔ یہ

[۱] ای الامام سليم التصغير ابن ايوب الرازی الشافعی فانه قطع بقبوله ۱۲ منه سلمه

کوئی نہیں کہتا کہ جس حدیث کا راوی مجہول ہو۔ خواہی نخواہی باطل و مجہول ہو۔ بعض مشددین نے اگر دعویٰ سے قاصر دلیل ذکر بھی کی۔ علماء نے فوراً ردّ و ابطال فرما دیا کہ جہالت کو وضع سے کیا علاقہ۔

مولانا علی قاری رسالہ فضائل نصف شعبان میں فرماتے ہیں:

جهالة بعض الرّواة لا يقتضي كون الحديث موضوعا و كذا نكارة الالفاظ فينبغي ان يحكم عليه بانه ضعيف ثم يعمل با ضعيف في فضائل الاعمال .

یعنی بعض راویوں کا مجہول یا الفاظ کا بے قاعدہ ہونا یہ نہیں چاہتا کہ حدیث موضوع ہو۔ ہاں ضعیف کہو۔ پھر فضائل اعمال میں ضعیف پر عمل کیا جاتا ہے۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں امام ابن حجر مکی سے نقل فرمایا:

فيه راو مجهول ولا يضر لانه من احاديث الفضائل[1] .

اس میں ایک راوی مجہول ہے اور کچھ نقصان نہیں کہ یہ حدیث تو فضائل کی ہے۔

موضوعات کبیر میں استاذ المحدثین امام زین الدین عراقی سے نقل فرمایا:

انه[2] ليس بموضوع وفي سنده مجهول

یہ موضوع نہیں اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے

امام بدرالدین زرکشی پھر امام محقق جلال الدین سیوطی لآلی مصنوعہ میں فرماتے ہیں:

لوثبت[3] جهالة لم يلزم ان يكون الحديث موضوعا مالم يكن في اسناده من يتهم بالوضع .

یعنی راوی کی جہالت ثابت بھی ہو تو حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں، جب تک اس کی سند میں کوئی راوی وضع حدیث سے متہم نہ ہو۔

---

[1] ذكره في باب افضل الاذان واجابة المؤذن آخر الفصل الثاني. ١٢ منه سلمه

[2] يريد حديث عالم قريش يملؤ الارض علما. ١٢ منه سلمه

[3] قاله في حديث ابن عباس رضى الله تعالى عنهما فى الصلوٰة التسبيح حين اعله ابو الفرج بجهالة موسٰى بن عبد العزيز

یہی دونوں امام تخریج احادیث رافعی ولآلی میں فرماتے ہیں:

لا[1] یلزم من الجھل بحال الراوی ان یکون الحدیث موضوعاً ۔ — راوی کے مجہول الحال ہونے سے حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا۔

امام ابوالفرج ابن الجوزی نے اپنی کتاب موضوعات میں حدیث من قرض بیت شعر بعد العشاء الاخرة تقبل له صلوٰة تلك الليلة کی یہ علت بیان کی کہ اس میں ایک راوی مجہول اور دوسرا مضطرب کثیر الخطاء ہے۔

اس پر شیخ الحفاظ امام ابن حجر عسقلانی نے القول المسدد فی الذب عن مسند احمد۔ پھر حضرت امام سیوطی نے لآلی وتعقبات میں فرمایا:

لیس فی شیء مما ذکرہ ابو الفرج مایقتضی الوضع ۔ — یہ علتیں جابوالفرج نے ذکر کیں ان میں ایک بھی موضوعیت کی مقتضی نہیں۔

امام ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فی تزویج فاطمۃ من علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی نسبت فرماتے ہیں:

کونه کذبا فیه نظروا انما هو غریب فی سنده مجهول — اس کا کذب ہونا مسلم نہیں ہاں غریب ہے اور راوی مجہول۔

علامہ زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں فرماتے[2] ہیں:

قال السهیلی فی[3] اسناده مجاهیل وهویفید ضعفه فقط وقال ابن کثیر منکر جد اوسنده مجهول وهوایضا صریح فی انه ضعیف فقط فالمنکر من قسم الضعیف ولذ اقال السیوطی بعد ما اورد قول ابن عساکر منکر هذا حجة لماقلة من انه ضعیف لا موضوع لان المنکر من قسم الضعیف وبینه وبین الموضوع فرق معروف فی الفن فالمنکر ما

---

[1] قالاہ فی حدیث وعید تارك الحج فليمت انشاء يهوديًا او نصرانيًا ۱۲ منه سلمه ربه

[2] باب وفاة امه وما يتعلق بابويه صلى الله تعالى عليه وآله وسلم ۱۲ منه سلمه ربه

[3] يعنى حديث احياء الابوين الكريمين حتى آمنابه صلى الله تعالى عليه وآله وسلم ۱۲ منه سلمه ربه

انفرد به الراوی الضعیف مخالفا لروایۃ الثقات فان انتفت کان ضعیفافقط وھی مرتبۃ فوق المنکر اصلح حالامنہ اھ ملخصًا ۔

خلاصہ یہ کہ سند میں متعدد مجہولوں کا ہونا حدیث میں صرف ضعف کا مورث ہے اور صرف ضعیف کا مرتبہ حدیث منکر سے احسن واعلیٰ ہے جسے ضعیف راوی نے ثقہ راویوں کے خلاف روایت کیا ہو۔ پھر وہ بھی موضوع نہیں تو فقط ضعیف کو موضوعیت سے کیا علاقہ۔ امام جلیل جلال الدین سیوطی نے ان مطالب کی تصریح فرمائی۔ واللہ تعالیٰ اعلم:

افادۂ سوم

اسی طرح سند کا منقطع ہونا مستلزم وضع نہیں۔ ہمارے ائمہ کرام اور جمہور علماء کے نزدیک تو انقطاع سے صحت وحجیت ہی میں کچھ خلل نہیں آتا۔ امام محقق کمال الدین محمد بن الہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

ضعف بالا نقطاع وھو عندنا کالا [1] رسال بعد عدالۃ الرواۃ وثقتھم لا یضر۔امام ابن امیر الحاج حلیہ [2] میں فرماتے ہیں:

لا یضر ذٰلک فان المنقطع کا المرسل فی قبولہ من الثقات ۔

مولانا علی قاری مرقاۃ [3] میں فرماتے ہیں: **قال ابوداوٗد ھذا مرسل ای نوع مرسل وھو المنقطع لکن المرسل حجۃ عندنا وعند الجمھور ۔**

اور جو اسے قادح جانتے ہیں۔ وہ بھی صرف مورث ضعف مانتے ہیں نہ کہ مستلزم موضوعیت مرقاۃ شریف میں امام ابن حجر مکی سے منقول ہے:

لا یضرّ ذٰ لک فی الاستد لال بہ ھھنا لان المنقطع یعمل بہ فی	یعنی یہ امر یہاں کچھ استدلال کو مضر نہیں کہ منقطع پر فضائل میں تو بالا جماع عمل کیا

[1] قولہ کالارسال اے علی تفسیر و ھو منہ علی آخر و ھو علی اطلاق ۱۲ منہ سلمہ ربہ

[2] اوّل صفۃ الصلوٰۃ فی الکلام علی زیادہ وجل ثناء ك فی الثناء ۱۲ منہ

[3] تحت حدیث ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنھا کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم یقبل بعض ازواجہ ثم یصلی ولا یتو ضاٗ ۱۲ منہ

الفضائل اجماعاً ۔ جاتا ہے۔

افادۂ چہارم

انقطاع تو ایک امر سہل ہے جسے صرف بعض نے طعن جانا۔ علما فرماتے ہیں حدیث کا مضطرب بلکہ منکر ہونا بھی موضوعیت سے کچھ علاقہ نہیں رکھتا۔ یہاں تک کہ دربارہ فضائل مقبول رہے گی۔ بلکہ فرمایا کہ مدرج بھی موضوع سے جدا قسم ہے۔ حالانکہ اس میں تو کلام غیر کا خلط ہوتا ہے۔ تعقبات[2] میں ہے:

المضطرب میں قسم الضعیف لا الموضوع ۔ اسی[3] میں ہے:

المنکر نوع اٰخر غیر الموضوع وھو من قسم الضعیف ۔

اسی[4] میں ہے: صرح ابن عدی بان الحدیث منکر فلیس بموضوع ۔

اسی[5] میں ہے: المنکر من قسم الضعیف وھو محتمل فی الفضائل

اسی[6] میں ہے: الذھبی قال فی تاریخه ھٰذا حدیث منکر لا یعرف الا ببشر وھو ضعیف انتھٰی فعلم انه ضعیف موضوع ۔

اسی[7] میں ہے: حدیث ابی امامة رضی اللہ تعالٰی عنه علیکم بلباس الصوف تجدوا حلاوة الیمان فی قلوبکم الحدیث بطوله فیه الکدیمی وضاع قلت قال البیھقی فی الشعب ھذه الجملة من الحدیث معروفة من غیر ھٰذا الطریق وزاد الکدیمی فیه زیادة منکرة ویشبه ان یکون من کلام

---

[1] تحت حدیث اذا رکع احد کم فقال فی رکوعه سبحان ربی العظیم ثلث مراة فقدتم رکوعه قال الترمذی لیس اسناده بمتصل فقال ابن حجر ھو لا یقتر ذلك الخ ۱۲ منه سلمه ربه

[2] ذکرو فی آخرب باب الجنائز ۱۲ منه سلمه ربه

[3] اوّل باب الاطعمة ۱۲ منه سلمه ربه

[4] اوّل باب البعث ۱۲ منه سلمه ربه

[5] قاله فی اواخر الکتاب نحو حدیث فضل قزوین ۱۲ منه سلمه ربه

[6] آخر باب التوحید ۱۲ منه سلمه ربه

[7] اوّل باب اللباس ۱۲ منه سلمه ربه

بعض الرواة فالحق بالحديث انتہیٰ والجملة المعروفه اخرجها الحاكم فى المستدرك والحديث المطول من قسم المدرج لا الموضوع ۔

افادۂ پنجم

خیر جہالت راوی کا تو یہ حاصل تھا کہ شاگرد ایک یا عدالت مشکوک شخص تو معین تھا کہ فلاں ہے۔ مبہم میں تو اتنا بھی نہیں ہے جیسے حدثنی رجل مجھ سے ایک شخص نے حدیث بیان کی یا بعض اصحابنا۔ ایک رفیق نے خبر دی۔ پھر یہ بھی صرف مورث ضعف ہے نہ کہ موجب وضع۔

امام الشان علامہ ابن حجر عسقلانی رسالہ قوۃ الحجاج فی عموم المغفرۃ للحجاج پھر خاتم الحفاظ لآلی میں فرماتے ہیں: لا يستحق الحديث ان يوصف بالوضع بمجردان راويه لم يسم ۔ و لہٰذا تصریح فرمائی کہ حدیث مبہم کا طرق دیگر سے جبر نقصان ہو جاتا ہے۔

تعقبات میں زیر حدیث اطلبوا الخیر عندحسان الوجوه کہ عقیلی نے بطریق یزید بن هارون قال ابناء ناشيخ من قريش عن الزهرى عن عائشة رضى الله عنها روایت کی فرمایا: اورده (یعنی بالفرج) من حديث عائشة رضى الله تعالىٰ عنها من طرق فى الاول رجل لم يسم وفى الثانى عبدالرحمن بن ابى بكر المليكى متروك وفى الثالث الحكم بن عبدالله الايلى احاديثه موضوعة قلت عبدالرحمن لم يتهم بكذب ثم انه لم ينفرد به بل تابعه اسماعيل بن عياس وكلاهما يجبران ابهام الذى فى الطريق الاول اھ مختصراً ۔ بلکہ وہ خود حدیث دیگر کو قوت دینے کی لیاقت رکھتی ہے۔

استاذ الحفاظ قوۃ الحجاج پھر خاتم الحفاظ تعقبات[1] میں فرماتے ہیں:

رجاله ثقات الا ان فيه مبهما لم يسم فان كان ثقة فهو على شرط الصحيح وان كان ضعيفًا فهو عاضد للمسند المذكور ۔

---

[1] باب الحج حديث دعا لامته غشية عرفه بالمغفرة ۱۲ منه سلمه ربه

افادہ ششم

بھلا جہالت وابہام تو عدم علم عدالت ہے اور بداہت عقل شاہد کہ علم عدم علم سے زائد۔ مجہول ومبہم کا کیا معلوم شاید فی نفسہ ثقہ ہو۔ کما مرانفا عن الامامین الحافظین ۔ اور جس پر جرح ثابت' احتمال ساقط' ولہٰذا محدثین دربارۂ مجہول رد وقبول میں مختلف اور ثابت الجرح کے رد پر متفق ہوئے۔

امام نووی مقدمہ منہاج میں ابوعلی غسانی جبانی سے ناقل ہیں:

الناقلون سبع طبقات ثلث مقبولة وثلث متروكة والسابعة مختلف فيها (الیٰ قوله) ـ السابعة قوم مجهولون انفردوا بروايات لم يتابعوا عليها فقبلهم قوم وو قفهم اخرون

پھر علما کی تصریح ہے کہ مجرد ضعف رواۃ کے سبب حدیث کو موضوع کہہ دینا ظلم وجزاف ہے۔ حافظ سیف الدین احمد بن ابی المجد۔ پھر قدوۃ الفن شمس ذہبی اپنی تاریخ پھر خاتم الحفاظ تعقبات[1] ولآلی وتدریب میں فرماتے ہیں:

صنف ابن الجوزی کتاب الموضوعات فاصاب فی ذکر احادیث مخالفة للنقل والعقل ومما لم یصب فیه اطلاقه الوضع علی احادیث بکلام بعض الناس فی رواتها کقوله فلان ضعیف اولیس بالقوی اولین ولیس ذلك الحدیث مما یشهدالقلب ببطلانه ولا فیه مخالفة ولا معارضة الکتاب ولا سنة واجماع ولا حجة بانه موضوع سوی کلام ذلك الرجل فی رواته وهذا عدوان ومجازفته ۔

افادۂ ہفتم

پھر کسی ہلکے سے ضعف کی خصوصیت نہیں' بلکہ سخت سخت اقسام جرح میں جن کا ہر ایک جہالت راوی سے بدر جہا بدتر ہے۔ یہی تصریح ہے کہ ان سے بھی موضوعیت لازم

[1] قاله تحت حدیث من قرء آیة الکرسی بعد کل صلوٰة مکتوبة لم یمنع من دخول الجنة الا ان یموت ۱۲ منه

نہیں، مثلاً راوی کی اپنے مرویات سے ایسی غفلت کہ دوسرے کی تلقین قبول کرلے۔ یعنی کہ جو دوسرا بتائے کہ تو نے یہ سنا تھا، وہی مان لے۔ پر ظاہر کہ یہ شدت غفلت سے ناشی اور غفلت کا طعن فسق سے بھی بدتر اور جہالت سے تو چار درجہ زیادہ سخت ہے۔ امام الشان نے نخبۃ الفکر میں اسباب طعن کی دس قسمیں فرمائیں:

۱-کذب کہ معاذ اللہ قصداً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا کرے۔

۲-تہمت۔کذب کہ جو حدیث اس کے سوا دوسرے نے روایت نہ کی ہو۔مخالف قواعد دینیہ ہو یا اپنے کلام میں جھوٹ کا عادی ہو۔

۳-کثرت غلط۴-غفلت ۵-فسق ۶- وہم ۷-مخالفت ثقات ۸-جہالت ۹-بدعت۱۰ سوئے حفظ اور تصریح فرمائی کہ ہر پہلا دوسرے سے سخت تر ہے۔

حیث قال الطعن یکون بعشرۃ اشیاء بعضها اشد فی القدح من بعض وترتیبها علی الاشد فالا شد فی موجب الرد اھ ملخصاً ۔

پھر علماء فرماتے ہیں: ایسے غافل شدید الطعن کی حدیث بھی موضوع نہیں۔ اواخر تعقبات میں ہے۔ **فیه یزید بن ابی زیاد وکان یلقن فیتلقن قلت هذا لا یقتضی الحکم بوضع حدیثه ۔**

افادۂ ہشتم

یوں ہی منکر الحدیث اگرچہ یہ جرح امام اجل محمد بن اسمٰعیل بخاری علیہ رحمۃ الباری نے فرمائی ہو، حالانکہ وہ ارشاد فرما چکے ہیں کہ جسے منکر الحدیث[1] کہوں، اس سے روایت حلال نہیں۔ میزان الاعتدال امام ذہبی میں ہے:

نقل ابن[2] **القطان ان البخاری قال کل من قلت فیه منکر الحدیث فلا تحل الروایة عنه** ۔اسی میں ہے:

---

[1] کانه رضی اللہ تعالیٰ عنه کان یتورع عن اطلاق الفاظ شدیدة مخافة ان یکون بعضه من باب شتم الاعراض وقد وجب الذب عن الاحادیث فاصطلح علی هذا اجمعا بین الامرین ۱۲۔ منه سلمه ربه

[2] ذکره فی ابان بن جبلة الکرنی ۱۲ منه سلمه ربه

قد[1] متّرلنا ان البخاری قال من قلت فیه منکر الحدیث فلا یحل روایة حدیثه ۔

بایں ہمہ علما کرام نے فرمایا: ایسے کی حدیث بھی موضوع نہیں۔ تعقبات[2] میں ہے:

قال البخاری منکر الحدیث فغایة امر حدیثه ان یکون ضعیفاً ۔

افادہ نہم

ضعیفوں میں بدتر درجہ متروک کا ہے جس کے بعد صرف[3] متہم بالوضع یا کذاب دجال کا مرتبہ ہے۔ میزان میں ہے:

اردی عبارات الجرح رجال کذاب اووضاع یضع الحدیث ثم متهم بالکذب ومتفق علٰی ترکه ثم متروك الخ ۔

امام الشان تقریب التہذیب میں ذکر مراتب رواۃ میں فرماتے ہیں:

العاشرة من لم یوثق البتة وضعف مع ذٰلك بقادح والیه الاشارة بمتروك او متروك الحدیث اوواهی الحدیث اوساقط الحادیة عشر من اتهم بالکذب الثانیة عشر من اطلق علیه اسلم الکتاب والوضع ۔

اس پر بھی علما نے تصریح فرمائی کہ متروک کی حدیث بھی صرف ضعیف ہی ہے' موضوع نہیں۔ امام ابن حجر عسقلانی اطراف العشر' پھر خاتم الحفاظ لآلی[4] میں فرماتے ہیں:

---

[1] قاله فی سلیمان بن داؤد الیمانی ۱۲ منه سلمه ربه

[2] باب فضائل القرآن۔۱۲ منه سلمه ربه

[3] بلکہ مولانا علی قاری نے حاشیہ نزہۃ النظر میں متروک متہم بالوضع کا ایک مرتبہ میں ہونا تسلیم کیا، حیث قال قبل المرتبة الثالثة فلان متهم بالکذب او الوضع اوساقط اوهالك اوذاهب الحدیث وفلان متروك او متروك الحدیث اور ترکوه اقول وکان هٰذا القائل ایضا لا یقول باستواء جمیع ما ذکر فی المرتبة بل فیها ایضًا تشکیك عنده وکانه الی ذلك اشاره باعادة فلان قبل قوله متروك الا ان فیه ان ساقطا وما بعده لا یفوق متروکًا وما بعدفا فهم ۱۲ منه سلمه ربه

[4] فی التوحید تحت حدیث ابن عدی ان اللّٰه عزوجل قرأطه ویسین قبل ان یخلق آدم۔ (الحدیث) ۱۲ منه سلمه ربه

زعم ابن حبان وتبعه ا بن الجوزی ان ھذا المتن موضع ولیس کما قالا فان الراوی وان کان متروکاً عندا لاکثر ضعیفا عند البعض فلم ینسب للوضع اھ مختصراً ۔

امام بدرزرکشی کتاب النکت علی ابن الصلاح پھر خاتم الحفاظ میں لآلی[1] میں فرماتے ہیں:

بین قولنا لم یصح وقولنا موضوع بون کبیر وسلیمان ابن ارقم وان کان متروکا فلم یتھم بکذب ولا وضع اھ ملخصاً ۔

ابوالفرج نے ایک حدیث میں طعن کیا کہ الفضل متروک لآلی[2] میں فرمایا:

فی الحکم بوضعه نظر فان الفضل لم یتھم بکذب ۔

تعقبات[3] میں ہے: صبغ شیعی متروك عند النسائی فحاصل[4] کلامه انه ضعیف لا موضوع ویذلك صرح البیھقی ۔ حدیث چلہ صوفیہ کرام قدس اسرارہم کہ من اخلص الله تعالٰی اربعین یوما ظھرت ینابیع الحکمة من قلبه علٰی لسانه ۔

ابن جوزی نے بطریق عدیدہ روایت کر کے رواۃ میں کسی کے مجہول کسی کے کثیر الخطاء کسی کے مجروح کسی کے متروک ہونے سے طعن کیا۔ تعقبات میں سب کا جواب یہی فرمایا کہ مافیھم متھم بکذب ۔ یعنی یہ سب کچھ سہی۔ پھر ان میں کوئی متہم بکذب تو نہیں کہ حدیث کو موضوع کہہ سکیں۔ یوں ہی ایک حدیث[5] پاک کی علت بیان کی

---

[1] فیه تحت حدیثه ایضًا والذی نفسی بیده ما انزل اللّٰه من وحی قط علی نبی بینه و بنیه الا بألعربیته الحدیث ۱۲ منه سلمه ربه

[2] فیه ایضا تحت حدیث ابن شاهین لما کلم اللّٰه تعالٰی یوم الطور کلمه بغیر الکلام الذی یوم ناداه الحدیث ۔۱۲ منه سلمه ربه

[3] ذکره فی اوّل باب الصلوٰة ۱۲ منه سلمه ربه

[4] الکنایة للذهبی ۱۲ منه سلمه ربه

[5] یعنی حدیث ابی امامه من قال حین یمسی صلی اللّٰه تعالٰی علی نوح و علیه السلام لم تلدغه عقرب تلك اللیلة ۱۲ منه سلمه ربه

بشر بن نمیر عن القاسم متروکان تعقبات میں فرمایا: بشر لم یتهم بکذب ۔ حدیث ابی ہریرۃ اتخذ اللہ ابراهیم خلیلا ۔ الحدیث میں کہا: تفرد به مسلمة بن علی الخشنی وهو متروك ۔ تعقبات میں فرمایا: مسلمة وان ضعف فلم یجرح بکذب ۔ حدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ثلثه لا یعادون پر بھی مسلمہ مذکورہ سے طعن کیا۔ تعقبات میں فرمایا: لم یتهم بکذب والحدیث ضعیف لا موضوع ۔ سبحان اللہ! جب انتہا درجہ کی شدید جرحوں سے موضوعیت ثابت نہیں تو صرف جہالت راوی یا انقطاع سند کے سبب موضوع کہہ دینا کیسی جہالت اور عدل وعقل سے انقطاع کی حالت ہے۔ ولکن الوهابیة قوم یجهلون

تذییل

یہ ارشادات تو ہمارے ائمہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین کے تھے۔ ایک قول وہابیہ کے امام شوکانی کا بھی لیجیے۔ موضعات ابوالفرج میں یہ حدیث کہ جب مسلمان کی عمر چالیس برس کی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ جنون وجذام وبرص کو اس سے پھیر دیتا ہے اور پچاس برس والے پر حساب میں نرمی اور ساٹھ برس والے کو توبہ وعبادت نصیب ہوتی ہے۔ ہفتا دسالہ کو اللہ عزوجل اور اس کے فرشتے دوست رکھتے ہیں۔ اسی برس والے کی نیکیاں قبول اور برائیاں معاف۔ نوے برس والے کے سب اگلے پچھلے گناہ مغفور ہوتے ہیں۔ وہ زمین میں اللہ عزوجل کا قیدی کہلاتا ہے اور اپنے گھر والوں کا شفیع کیا جاتا ہے۔ بطریق حدیدہ روایت کر کے اس کے راویوں پر طعن کیسے کہ یوسف بن ابی درہ راوی مناکیر لیس بشئی اور فرج ضعیف منکر الحدیث کہ واہی حدیثوں کو صحیح سندوں سے ملا دیتا ہے اور محمد بن عامر حدیثوں کو پلٹ دیتا ہے۔ ثقات سے وہ روایتیں کرتا ہے جو ان کی حدیث سے نہیں اور غزرمی متروک اور عباد بن عباد مستحق ترک اور غزرہ کو یحییٰ بن معین نے ضعیف بتایا اور ابوالحسن کوفی مجہول اور عایذہ ضعیف ہے۔ شوکانی نے ان سب مطاعن کو نقل کر کے کہا:

ما ابدی ابن الجوزی دلیلا علی ۔۔۔ یعنی ابن جوزی نے جو اس حدیث پر حکم

ماحكم به من الوضع وقد افرط وجاز فليس مثل هذه المقالات توجب الحكم بالوضع بل اقل احوال الحديث ان يكون حسنا لغيره ۔	وضع کیا۔ اس کی دلیل میں انتہا درجہ یہ طعن پیدا کیے اور بے شک وہ حد سے بڑھے اور بے باکی کو کام میں لائے کہ ایسے طعن حکم وضع کے موجب نہیں بلکہ کم درجہ حال اس حدیث کا یہ ہے کہ حسن لغیرہ ہو۔

انتهىٰ والله الهادى الىٰ سبيل الهدىٰ

افادۂ دہم

غرض ایسے وجوہ سے حکم وضع کی طرف راہ چاہنا محض ہوس ہے۔ ہاں موضوعیت یوں ثابت ہوتی ہے کہ اس روایت کا مضمون قرآن عظیم ۱- یا سنت متواترہ ۲- یا اجماع ۳- قطعی قطعیات الدلالۃ یا عقل صریح ۴- یا حس صحیح ۵- یا تاریخ یقینی ۶- کے ایسا مخالف ہو کہ احتمال تاویل وتطبیق نہ رہے ۷- یا معنی شنیع وقبیح ہوں جن کا صدور حضور پر نور صلوات اللہ تعالیٰ علیہ سے معقول نہ ہو' جیسے معاذ اللہ کسی فساد یا ظلم یا عبث یا سفہ یا مدح باطل یا ذمِ حق پر مشتمل ہونا ۸- یا ایک جماعت جس کا عدد حد تواتر کو پہنچے اور ان میں احتمال کذب یا ایک دوسرے کی تقلید کا نہ رہے۔ اس کے کذب وبطلان پر گواہی مستنداً الی الحس دے ۹- یا خبر کسی ایسے امر کی ہو کہ اگر واقع ہوتا تو اس کی نقل وخبر مشہور ومستفیض ہو جاتے' مگر اس روایت کے سوا اس کا کہیں پتہ نہیں ۱۰- یا کسی حقیر فعل کی مدحت اور اس پر وعدہ وبشارت یا صغیر امر کی مذمت اور اس پر وعید وتہدید میں ایسے لمبے چوڑے مبالغے ہوں جنہیں کلام معجز نظام نبوت سے مشابہت نہ رہے۔ یہ دس صورتیں تو صریح ظہور ووضوح وضع کی ہیں۔ ۱۱- یا یوں حکم وضع کیا جاتا ہے کہ لفظ رکیک وسخیف ہوں۔ جنہیں سمع دفع اور طبع منع کرے اور ناقل مدعی ہو کہ یہ بعینہا الفاظ کریمہ حضور افصح العرب صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یا وہ محل ہی نقل بالمعنیٰ کا نہ ہو۔ ۱۲- یا ناقل رافضی حضرات اہل بیت کرام علیٰ سیّدہم وعلیہم السلام کے فضائل میں وہ باتیں روایت کرے جو اس کے غیر سے ثابت نہ ہوں جیسے حدیث لحمك لحمى ودمك دمى ۔

اقول:

انصافاً یوں ہی وہ مناقب امیر معاویہ وعمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ صرف نواصب کی روایت سے آئیں کہ جس طرح روافض نے فضائل امیر المومنین واہل بیت طاہرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں قریب تین لاکھ کے حدیثیں وضع کیں: کما نص علیه الحافظ ابویعلیٰ والحافظ الخلیلی فی الارشاد ۔یوں ہی نواصب نے مناقب امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بہت سی حدیثیں گھڑ لیں۔ کما ارشد الیه الامام الذاب عن السنة احمد بن جنبل رحمة اللہ تعالیٰ ۔ ۱۳- یا قرائن حالیہ گواہی دے رہے ہوں کہ یہ روایت اس شخص نے کسی طمع سے یا غضب وغیرہما کے باعث ابھی گھڑ کر پیش کردی ہے جیسے حدیث سبق میں زیادت جناح اور حدیث ذم معلمین اطفال۔۱۴- یا تمام کتب وتصانیف اسلامیہ میں استقرائے تام کیا جائے اور اس کا کہیں پتہ نہ چلے۔ یہ اجلہ حفاظ ائمہ شان کا کام تھا جس کی لیاقت صدہا سال سے معدوم تھی۔ ۱۵- یا راوی خود اقرار وضع کردے خواہ صراحةً خواہ ایسی بات کہے جو بمنزلہ اقرار ہو۔ مثلاً ایک شخص سے بلا واسطہ بدعویٰ سماع روایت کرے۔ پھر اس کی تاریخ وفات وہ بتائے کہ اس کا اس سے سننا معقول نہ ہو، یہ پندرہ باتیں ہیں کہ شاید اس جمع وتلخیص کے ساتھ ان سطور کے سوا نہ ملیں۔ ولو بسطنا المقال علی کل صورة نظام الکلام وتقاضی المرام ولسنا هنالك بصدد ذلك ۔

ثم اقول:

رہا یہ کہ جو حدیث ان سب سے خالی ہو۔ اس پر حکم وضع کی رخصت کس حال میں ہے۔ اس باب میں کلمات علماء کرام تین طرز پر ہیں:

۱- انکار محض یعنی بے امور مذکورہ کے اصلاً حکم وضع کی راہ نہیں۔ اگرچہ راوی وضاع کذاب ہی پر اس کا مدار ہو۔ امام سخاوی فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث میں اسی پر جزم فرماتے ہیں:

مجرد تفرد االکذاب بل الوضاع　　اگر کوئی حافظ جلیل القدر کہ علم حدیث میں

ولو كان بعد الاستقصاء فی التفتیش من حافظ متجر تام الاستقراء غیر مستلزم لذالك بل لا بدمعه من انضمام شیء مما سیأتی ۔

استقصائے تام کرے اور بایں ہمہ حدیث کا پتہ ایک راوی کذاب بلکہ وضاع کی روایت سے جدا کہیں نہ ملے۔ تاہم اس سے حدیث کی موضوعیت لازم نہیں آتی۔ جب تک امور مذکورہ سے کوئی امر اس میں موجود نہ ہو۔

مولانا علی قاری نے موضعات کبیر میں حدیث ابن ماجہ دربار اتخاذ دجاج کی نسبت نقل کیا کہ اس کی سند میں علی بن عروہ دمشقی ہے۔ ابن حبان نے کہا وہ حدیثیں وضع کیا کرتا تھا۔ پھر فرمایا:

والظھر ان الحدیث ضعیف لاموضوع

ظاہر ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے موضوع نہیں ۔

حدیث فضیلت کا راوی ابوعقال ہلال بن زید ہے۔ ابن حبان نے کہا: وہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موضوعات روایت کرتا۔ لہٰذا ابن الجوزی نے اس پر حکم وضع کیا۔ امام الشان حافظ ابن حجر نے قول مسدد پھر خاتم الحفاظ نے لآلی میں فرمایا:

ھذاالحدیث فی فضائل الاعمال والتحریض علی الرباط ولیس فیمایحیل الشرع ولا العقل فالحکم علیه بالبطلان بمجرد کونه من روایة ابی عقال لا یتجه ولا طریقة الامام احمد معروفة فی التسامح فی احادیث الفضائل دون احادیث الاحکام

یہ حدیث فضائل اعمال کی ہے اس میں سرحد دارالحرب پر گھوڑے باندھنے کی ترغیب ہے اور ایسا کوئی امر نہیں جسے شرع یا عقل محال مانے تو صرف اس بناء پر کہ اس کا راوی ابوعقال ہے باطل کہہ دینا نہیں بنتا۔ امام احمد کی روش معلوم ہے کہ احادیثِ فضائل میں نرمی فرماتے ہیں نہ احادیثِ احکام میں۔

لے ودته لان التواتر لا يعتبر الا في الحيات كما نصوا عليه في الاصلين ۱۲ منه سلمه ربه

یعنی تو اسے درج مسند فرمانا کچھ معیوب نہ ہوا۔

۲- کذاب وضاع جس سے عمداً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر معاذ اللہ بہتان وافترا کرنا ثابت ہو۔ صرف ایسے کی حدیث کو کہیں گے۔ وہ بھی بطریق ظن نہ بروجہ یقین کہ بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے اور اگر قصداً افترا اس سے ثابت نہیں تو اس کی حدیث موضوع نہیں اگرچہ متہم بکذب ووضع ہو۔ یہ مسلک امام الشان[1] وغیرہ علما کا ہے نخبہ ونزہۃ میں فرماتے ہیں: الطعن امّاان یکون لکذب الراوی بان یروی عنه مالم یقله صلی الله علیه وسلم متعمداً لذالك اوتهمة بذلك الاول هو الموضوع والحكم علیه بالوضع انما هو بطریق الظن الغالب لا بالقطع اذ قد یصدق الكذوب والثانی هو المتروك اھ ملتقطا ۔

یہی امام کتاب[1] الاصابہ فی تمییز الصحابہ میں حدیث ان الشیطان یحب الحمرة فایاكم والحمرة وكل ثوب فیه شهرة کی نسبت فرماتے ہیں:

قال الجوز قانی فی كتاب الاباطیل هذا حدیث باطل واسناده منقطع كذاقال وقوله باطل مردود فان ابابكر الهذلی لم یوصف بالوضع وقد وافقه سعید بن بشیر وان زاد فی السند رجلا فغانیه ان المتن ضعیف اما حكمه بالوضع فمردود ۔ مولانا علی قاری حاشیہ نزہت میں فرماتے ہیں:

الموضوع هو الحدیث الذی فیه الطعن بكذب الرّاوی ۔

علامہ عبدالباقی زرقانی شرح مواہب[2] لدنیہ میں فرماتے ہیں:

احادیث الدیك حكم ابن الجوزی بوضعها ورد علیه الحافظ بما حاصله انه لم یتبین له الحكم بوضعها اذلیس فیها وضاع ولا كذاب نعم هوضعیف من جمیع طریقه ۔ اسی میں حدیث[3] كان لا یعود الا بعد ثلث پر اس طعن کے جواب میں کہ اس میں مسلمہ بن علی متروک واقع ہے فرمایا:

---

[1] ذكره فی ترجمه رافع بن یزید الثقفی۔۱۲ منه سلمه ربه

[2] المقصد الثانی آخر الفصل التاسع ۱۲ منه سلمه ربه

[3] المقصد الثامن الفصل الاوّل فی طبه صلی الله تعالٰی علیه وسلم۔۱۲ منه سلمه ربه

اوردہ ابن الجوزی فی الموضوعات وتعقبوا بانہ فقط لاموضوع فان مسلمۃ لم یجرح بکذب کما قالہ الحفاظ ولا الثقات لمن عزیز حرف القول فقال ہو موضوع کما قال الذہبی وغیرہ ۔ اسی میں بعد کلام مذکور ہے:

المدار علی الاسناد فان تفردبہ کذاب اووضاع فحدیثہ موضوع وان کان ضعیفا فالحدیث ضعیف فقط ۔ انہیں[۲]ابن علی غنی نے حدیث ثلاثۃ لیس لہم عبادۃ الرمدو الدمل والضرس کومرفوعا روایت کیا اور ہقل نے یحییٰ بن ابی کثیر پر موقوف رکھا۔ تو شدت طعن کے ساتھ مخالفت اوثق نے حدیث کو منکر بھی کر دیا۔ ولہذا بیہقی نے موقوف کو ہوا صحیح بتایا۔ امام حافظ نے فرمایا: تصحیحہ وقفہ لا یوجب الحکم بوضعہ اذ مسلمۃ وان کان ضعیفاً لم یجرح بکذب فجزم ابن الجوزی بوضعہ وہم اھ نقلہ الزقانی قبیل ما مر ۔

۷- امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خلیفہ منصور عباسی سے ارشاد ہوا کہ اپنا منہ حضور پرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیوں پھیرتا ہے۔ وہ تیرا اور تیرے باپ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اللہ عزوجل کی بارگاہ میں وسیلہ ہیں۔ ان کی طرف منہ کر اور ان سے شفاعت مانگ کہ اللہ تعالیٰ ان کی شفاعت قبول فرمائے گا۔ جسے اکابر ائمہ نے باسانید جیدہ مقبولہ روایت فرمایا۔ ابن تیمیہ مغرور نے جزافاً بک دیا کہ ان ھــــذہ الحکایۃ کذب علی مالک ۔

علامہ زرقانی[۱] نے اس کے رد میں فرمایا: ھذا تہور عجیب فان الحکایۃ رواہا ابو الحسن علی بن فہر فی کتابہ فضائل بن مالک با سناد لاباس بہ واخرجہا القاضی عیاض فی الشفاء من طریقۃ عن شیوخ عدۃ من ثقات مشائخہ فمن این انہا کذب ولیس فی اسنادھا وضاع ولاکذاب ۔

۸- افادۂ نہم میں امام الشان وامام خاتم الفاظ کا ارشاد گزرا کہ راوی متروک سہی

---

[۱] المقصد والعاشر الفصل الثانی فی زیارۃ قبر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم۔۱۲ منہ سلمہ ربہ

[۲] باب فضائل القرآن ۱۲ منہ سلمہ ربہ

کبھی نے اسے وضاع تو نہ کہا۔ ۹- امام آخر کا قول گزرا کہ مسلمہ ضعیف سہی۔ اس پر طعن کذب تو نہیں۔ ۱۰- نیز تعقبات[۱] میں فرمایا: لم یجرح بکذب فلا یلزم ان یکون حدیثه موضوعاً۔

(۳) بہت سے علماء جہاں احادیث پر حکم وضع اٹھاتے ہیں۔ وجہ رد میں کذب کے ساتھ تہمت کذب بھی شامل فرماتے ہیں کہ یہ کیونکر موضوع ہوسکتی ہے۔ حالانکہ اس کا کوئی راوی نہ کذاب ہے نہ متہم بالکذب بھی فرماتے ہیں۔ موضوع تو جب ہوتی کہ اس کا راوی متہم بالکذب ہوتا۔ یہاں ایسا نہیں تو موضع نہیں۔ افادۂ دوم ۱- میں امام زرکشی وامام سیوطی کا ارشاد گزرا کہ حدیث موضوع نہیں ہوتی جب تک راوی متہم بالوضع نہ ہو۔ ۲- افادۂ پنجم میں گزرا کہ ابوالفرج نے کہا ملیکی متروک ہے۔ تعقبات میں فرمایا متہم بکذب تو نہیں۔ ۳- افادۂ نہم انہیں دونوں ائمہ کا قول گزرا کہ راوی متروک سہی، متہم بالکذب تو نہیں۔ وہیں امام خاتم الحفاظ کے چار قول گزرے کہ راویوں کے ۴- مجہول ۵- مجروح ۶- کثیر الخطأ ۷- متروک ہونے سے سب کے یہی جواب دیئے۔

نیز تعقبات[۲] میں ہے: حدیث فیه حسن بن فرقد لیس بشئی قلت لم یتهم بکذب واکثر مافیه ان الحدیث ضعیف۔

اسی میں ہے: حدیث فیه عطیة وبشر ضعیفان قلت فی الحکم بوضعه نظر فلم یتهم واحد منهما بکذب۔ ۱۰- اسی میں ہے[۳]:

حدیث اطلبوا العلم ولو بالصین فیه ابوعاتکه منکر الحدیث۔ قلت لم یجرح بکذب ولا تهمته۔ اسی میں ہے[۴]:

حدیث فیه عمارة لا یحتج به قال الحافظ ابن حجر تابعه اغلب واغلب بعمارة فی الضعف لکن لم ارمن اتهم بالکذب۔

علامہ زرقانی نے شرح مواہب[۵] لدنیہ میں عالم قریش یملئو الارض علما کی

---

[۱] آخر البعث ۱۲ منه سلمه ربه

[۲] آخر التوحید ۱۲ منه سلمه ربه

[۳] اوّل العلم ۱۲ منه سلمه ربه

[۴] اوّل البعث ۱۲ منه سلمه ربه

نسبت فرمایا: **کیف یتصور وضعه ولا کذاب فیه** اس کا موضوع ہونا کیونکر متصور ہو' حالانکہ اس میں کوئی کذاب نہ کوئی متہم۔

بالجملہ اس قدر پر اجماع محققین ہے کہ حدیث جب ان دلائل وقرائن قطعیہ وغالبیہ سے خالی ہو اور اس کا مدار کسی متہم بالکذب پر نہ ہو تو ہرگز کسی طرح اسے موضوع کہنا ممکن نہیں' جو بغیر اس کے حکم بالوضع کردے یا مشدد مفرط ہے یا مخطی غالط یا متعصب مغالط۔ **واللہ الهادی وعلیه اعتمادی۔**

افادۂ یازدہم

جو حدیث فی نفسہ ان پندرہ دلائل سے منزہ ہو۔ محدث اگر اس پر حکم وضع کرے تو اس سے نفس حدیث پر حکم لازم نہیں' بلکہ صرف اس سند پر جو اس وقت اس کے پیش نظر ہے' بلکہ بارہا اسانید عدیدہ حاضرہ سے فقط ایک سند پر حکم مراد ہوتا ہے۔ یعنی حدیث اگرچہ فی نفسہ ثابت ہے مگر اس سند سے موضوع وباطل اور نہ صرف موضوع بلکہ انصافاً ضعیف کہنے میں بھی یہ حاصل حاصل ائمہ حدیث نے ان مطالب کی تصریحیں فرمائیں۔ تو کسی عالم کا حکم وضع یا ضعف دیکھ کر خواہی نخواہی یہ سمجھ لینا کہ اصل حدیث باطل یا ضعیف ہے۔ ناواقفوں کا فہم سخیف ہے میزان الاعتدال امام ذہبی میں ہے۔

ابراهیم بن موسیٰ المروزی عن مالك عن نافع عن ابن عمر رضی الله تعالیٰ عنهما حدیث طلب العلم فریضة قال احمد بن حنبل هذا کذب یعنی بهذا لاسناد والا فالمتن له طرق ضعیفة۔

یعنی امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو حدیث طلب العلم فریضۃ کو کذب فرمایا' اس سے مراد یہ ہے کہ خاص اس سند سے کذب ہے۔ ورنہ اصل حدیث تو کئی سندوں ضعاف سے وارد ہے۔ امام شمس الدین ابوالخیر محمد محمد محمد ابن الجزری استاذ امام الشان ابن حجر عسقلانی رحمہما اللہ تعالیٰ نے حصن حصین شریف میں جس کی نسبت فرمایا:

فیعلم انی ارجوا ان یکون جمیع معلوم رہے کہ میں امید کرتا ہوں کہ اس

ل المقصد الثامن الفصل الثالث القم الثانی ۱۲ منه سلمه ربه

ما فیه صحیحاً ۔ کتاب میں جتنی حدیثیں ہیں، سب صحیح ہیں۔

حدیث حاکم وابن مردویہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ تعزیت نامہ ارسال فرمایا ذکر کی۔ مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری اس کی شرح حرزثمین میں لکھتے ہیں: صرح ابن الجوزی بان ھذاالحدیث موضوع قلت یکن ان یکون بالنسبة الی اسنادہ المذکورہ عندہ موضوعًا ۔ اسی طرح حرز وصین میں ہے۔ نیز موضوعات کبیر میں فرماتے ہیں:

ما اختلفوا فی انہ موضوع ترکت ذکرہ للحقیر من الخطر لا حتمال ان یکون موضوعا من طریق وصحیحا من وجہ اٰخر ۔ الخ

علامہ زرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حدیث احیائے ابوین کریمین کی نسبت فرماتے ہیں:

قال السھیلی ان اسنادہ مجاھیل وھو یفید ضعفہ فقط وبہ صرح فی موضع اٰخر من الروض وایدہ بحدیث ولاینا فی ھذا ترجیہ صحة لان مرادہ من غیر ھذا الطریق ان وجدا وفی نفس الامر لان الحکم بالضعف وغیرہ انما ھونی الظاھر ۔

اور جیسے حدیث پاک: صلوٰۃ براك خیر من سبعین صلوٰۃ سواك مسواک کے ساتھ نماز بے مسواک کے ستر نمازوں سے بہتر ہے۔

ابونعیم نے کتاب السواک میں دو جید وصحیح سندوں سے روایت کیا۔ امام ضیاء نے ا سے صحیح مختارہ اور حاکم نے صحیح مستدرک میں داخل کیا اور کہا شرط مسلم پر صحیح ہے۔ امام احمد وابن خزیمہ وحارث بن ابی اسامہ ابویعلیٰ وابن عدی وبزار وحاکم وبیہقی وابونعیم وغیرہم اجلہ محدثین نے بطریق عدیدہ واسانیدہ متنوعہ احادیث ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ وعبداللہ بن عباس وعبداللہ بن عمرو جابر بن عبداللہ وانس بن مالک وام الدرداء وغیرہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے تخریج کی جس کے بعد حدیث پر حکم بطلان قطعا محال ہے۔ بایں

ہمہ ابوعمر ابن عبدالبر نے تمہید میں امام ابن معین نے اس کا بطلان نقل کیا۔ علامہ شمس الدین سخاوی مقاصد حسنہ میں اسے ذکر کر کے فرماتے ہیں: قول ابن عبدالبر فی التمھید عن ابن معین انہ حدیث باطل ھو بالنسبۃ لما وقع لہ من طرقہ ۔ امام ابن معین کا یہ فرمانا اس سند کی نسبت ہے جو انہیں پہنچی۔ ورنہ حدیث باطل تو کیا معنے ضعیف بھی نہیں، اقل درجہ حسن ثابت ہے اور بیسنے حدیث حسن صحیح مروی سنن ابوداؤد ونسائی وصحیح مختارہ وغیرہا صحاح وسنن ان رجلا اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال ان امراتی لا تدفع[1] ید لا مس قال طلقھا قال انی احبھا قال استمتع بھا کہ باسانید ثقات وموثقین احادیث جابر بن عبداللہ وعبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے آئی: امام ذہبی نے مختصر سنن میں کہا: اسناد صالح امام عبدالعظیم منذری نے مختصر سنن میں فرمایا: رجال اسنادہ محتج بھم فی الصحیحین علی الاتفاق والانفراد ۔ امام حجر عسقلانی نے فرمایا: حسن صحیح ۔ اس حدیث کو جو حافظ ابوالفرج نے امام احمد رحمۃ اللہ تعالٰی کے ارشاد لیس لہ اصل ولا یثبت عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تبعیت سے لا اصل لہ کہا۔

امام الشان حدیث کا صحیح ہونا ثابت کر کے فرماتے ہیں: لا یلتفت الٰی ما وقع من ابی الفرج ابن الجوزی حیث ذکر ھذاالحدیث فی الموضوعات ولم یذکر من طرقہ الا الطریق التی اخرجھا الخلال من طریق ابی الزبیر عن جابر واعتمد فی بطلانہ علٰی نقلہ الخلال عن احمد فابان ذٰلک عن قلۃ اطلاع ابن الجوزی وغلبۃ التقلید علیہ حتّٰی حکم بوضع الحدیث بمجرد ماجاء عن امامہ ولو عرضت ھذہ الطرق علی امامہ لا عترف للحدیث اصلاً ولٰکنہ لم تقع لہ، فلذٰلک لم ادلہ فی مسندہ ولا فیما یروی عنہ ذکر اصلالا من طریق ابن عباس ولامن طریق جابر سوی ماسالہ عنہ

---

[1] ای کل من سالھا شیئا من طعام اومال اعطۃ ولوترد ھذا ھو الراجح عند نافی معنی الحدیث واللّٰہ تعالٰی اعلم۔۱۲ منہ سلمہ ربہ

الخلال وهو معذور في جوابه بالنسبة لتلك الطريق بخصوصها اھ ذكره في اللآلي[1]

نتیجہ الافادات

بحمداللہ تعالیٰ فقیر آستان قادری غفراللہ تعالیٰ کے ان گیارہ افادات نے مہر نیمروز و ماہ نیم ماہ کی طرح روشن کردیا احادیث تقبیل ابہامین کو وضع و بطلان سے اصلاً کچھ علاقہ نہیں۔ ان پندرہ عیبوں سے اس کا پاک ہونا بدیہی اور یہ بھی صاف ظاہر ہے کہ اس کا مدار کسی وضاع کذاب یا متہم بالکذب پر نہیں۔ پھر حکم وضع محض بے اصل وواجب الدفع ولہذا علمائے کرام نے لایصح فرمایا۔ یہاں تک کہ وہابیہ کے امام شوکانی نے بھی باآنکہ ایسے بھی موقع میں سخت تشدد اور بہت سے وسائل میں بے معنی تفرد کی عادت ہے۔ فوائد مجموعہ میں اسی قدر پر اقتصار کیا اور موضوع کہنے کا راستہ نہ ملا۔ اگر بالفرض کسی امام معتمد کے کلام میں حکم وضع واقع ہوا ہو تو وہ صرف کسی سند خاص کی نسبت ہوگا نہ اصل حدیث پر جس کے لیے کافی سندیں موجود ہیں جنہیں وضع واضعین سے کچھ تعلق نہیں کہ جہالت وانقطاع اگر ہیں تو مورث ضعف نہ کہ مثبت وضع بعونہ تعالیٰ یہاں تک کہ تقریر سے موضوعیت حدیث کی نسبت منکرین کی بالا خوانیاں بالا بالا گئیں۔ آگے چلیے۔ وباللہ التوفیق۔

افادۂ دوازدہم

حدیث اگر متعدد طریقوں سے روایت کی جائے اور وہ سب ضعیف ضعیف مل کر بھی قوت حاصل کرلیتے ہیں' بلکہ اگر ضعف غائت شدت وقوت پر نہ ہو تو جبر نقصان ہو کر حدیث درجہ حسن تک پہنچتی اور مثل صحیح خود احکام حلال وحرام میں حجت ہو جاتی ہے۔ مرقاۃ میں ہے۔

تعدد[2] الطرق يبلغ الحديث الضعيف الى حدالحسن .

متعدد روایتوں سے آنا حدیث ضعیف کو درجہ حسن تک پہنچادیتا ہے۔

---

[1] في اواخر النكاح ١٢ منه سلمه ربه

آخر موضوعات کبیر میں فرمایا:

تعدد[1] الطرق ولو ضعفت یرقی الحدیث الی الحسن ۔	طرق متعددہ اگرچہ ضعیف ہوں حدیث کو درجہ حسن تک ترقی دیتے ہیں۔

محقق علی الاطلاق فتح القدیر[2] میں فرماتے ہیں:

لوتم تضعیف کلها کانت حسنة لتعدد الطرق و کثرتها ۔	اگر سب کا ضعف ثابت ہو بھی جائے تاہم حدیث حسن ہوگی کہ طرق متعدد وکثیر ہیں۔

اسی[3] میں فرمایا:

جاز فی الحسن ان یرتفع الی الصحة اذا کثرت طرقة والضعیف یصیر حجه بذلك لان تعدده قرینه علی ثبوته فی نفس الامر ۔	جائز ہے کہ حسن کثرت طرق سے صحت تک ترقی پائے اور حدیث ضعیف اس کے سبب حجت ہوجاتی ہے کہ تعدد اسانید ثبوت واقعی پر قرینہ ہے۔

امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ النورانی میزان شریعۃ الکبریٰ[4] میں فرماتے ہیں:

قداحتج جمهور المحدثین بالحدیث الضعیف اذا کثرت طرقه والحقوه بالصحیح تارة وبالحسن اخری وهذا النوع من الضعیف یوجد کثیرا فی کتاب السنن الکبریٰ للبیهقی	بے شک جمہور محدثین نے حدیث ضعیف کو کثرت طرق سے حجت جانا اور اسے کبھی صحیح اور کبھی حسن سے ملحق کیا۔ اس قسم کی ضعیف حدیثیں امام بیہقی کے سنن کبریٰ میں بکثرت پائی جاتی ہیں جسے انہوں نے ائمہ مجتہدین واصحاب ائمہ کے مذاہب پر

[1] آخر فصل الثانی باب مالا یجوز من العمل فی الصلوٰة ۱۲ منه سلمه ربه

[2] ذکره فی مسئلة السجود علی کور العمامة ۱۲ منه سلمه ربه

[3] قال فی مسئلة التنفل قبل المغرب ۱۲ منه سلمه ربه

[4] الفصل الثالث من فصول فی الاجوبة عن الامام ابی حنیفة رضی الله تعالی عنه ۱۲ منه سلمه ربه

التی الفها القصد الاحتجاج لا قوال الائمه واقوال اصحابھم ۔ دلائل بیان کرنے کی غرض سے تالیف فرمایا۔

امام ابن حجر مکی صواعق محرقہ میں دوبارہ حدیث توسعہ علی العیال یوم عاشورا امام ابوبکر بیہقی سے ناقل ہیں:

ھذا الاسانید وان کانت ضعیفة لکنھا اذا ضم بعضھا الی بعض حدثت قوة ۔ یہ سندیں اگرچہ سب ضعیف ہیں مگر آپس میں مل کر قوت پیدا کریں گی۔

بلکہ امام جلیل جلال الدین سیوطی تعقبات[۱] میں فرماتے ہیں:

المتروك اوالمنکر اذا تعددت طرقه ارتقی الیٰ درجة الضعیف الغریب بل ربما ارتقی الی الحسن ۔ یعنی متروک یا منکر کہ سخت قوی الضعیف ہیں' یہ بھی تعدد طرق سے ضعیف غریب بلکہ کبھی حسن کے درجہ تک ترقی کرتے ہیں۔

افادۂ سیزدہم

جہالت راوی بلکہ ابہام بھی انہیں کم درجہ کے ضعفوں سے ہے جو تعدد طرق سے منجبر ہوجاتے ہیں اور حدیث کو رتبہ حسن تک ترقی سے مانع نہیں آتے۔ یہ حدیثیں جابر ومنجبر دونوں ہونے کے صالح ہیں۔ افادۂ پنجم میں امام خاتم الحفاظ کا ارشاد گزرا کہ حدیث مبہم حدیث ضعیف سے منجبر ہوگئی۔ امام الشان کا فرمانا گزرا کہ حدیث مبہم حدیث ضعیف کا جبر نقصان کرے گی۔ ابوالفرج نے حدیث لیث عن مجاھد عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنھما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ولد له ثلثه اولاد فلم یسم احدھم محمد افقدجھل پر طعن کیا کہ لیث کو امام احمد وغیرہ نے متروک کیا اور ابن حبان نے مخلط بتایا۔ امام سیوطی[۲] نے اس کا شاہد بروایت

---

[۱] باب المناقب حدیث النظر الی عبادہ ۱۲ منه سلمه ربه

[۲] لآلی کتاب المبتداء

نضر بن شفی مرسلا مسند حارث سے ذکر کر کے ابن انقطان سے نضر کا مجہول ہونا نقل کیا۔ پھر فرمایا۔

هذا المرسل يعضد حديث ابن عباس ويدخله في قسم المقبول .

یہ مرسل اس حدیث ابن عباس کی موید ہو کر اسے قسم مقبول میں داخل کرے گی۔

علامہ مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے[1] ہیں:

في اسناده جهالة لكنه اعتضد فصار حسنا .

اس کی اسناد میں جہالت ہے مگر تائید پا کر حسن ہوگئی۔

افادۂ چہاردہم

حصول قوت کے لیے کچھ بہت سے ہی طرق کی حاجت نہیں۔ صرف دو بھی مل کر قوت پا جاتے ہیں۔ اس کی مثال ابھی گزری۔

نیز تیسیر میں فرمایا:

ضعيف نضعف عمرو بن واقد لكنه يقوى بوروده من طريقين .

یعنی حدیث تو اپنے راوی عمرو بن واقد متروک کے باعث ضعیف ہے، مگر دو سندوں سے آ کر قوت پا گئی۔

اسی میں حدیث اكرموا المعزى وامسحوا برغامها فانها من دواب الجنة ۔ بروایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یزید نوفلی کے سبب تضعیف کی۔ پھر اس کے مشاہد بروایت ابی سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا۔

اسناده ضعيف لكن يجبره ما قبله فيتعاضدان .

سند اس کی بھی ضعیف ہے، لیکن پہلی سند اس کی تلافی کرتی ہے تو دو مل کر قوی ہو جائیں گی۔

جامع صغیر میں حدیث اكرموا العلماء فانهم ورثة الانبياء دو طریقوں سے

---

[1] تحت حديث ابنو المساجد واخر جو القامة ١٢ منه سلمه ربه

ایراد کی۔ اول ابن عساکر عن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنهما دوم خط یعنی الخطیب فی التاریخ عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنهما علامہ مناوی وعلامہ عزیزی نے تیسیر وسراج المنیر میں زیر طریق اول لکھا: ضعیف لکن یقویه مابعده ضعیف ہے، مگر پچھلی حدیث اسے قوت دیتی ہے۔

زیر طریق دوم فرمایا:

ضعیف لضعف الضحاک بن حجرة لکن یعضده ماقبله

ضحاک بن حجرہ کے ضعف سے یہ بھی ضعیف ہے مگر پہلی اسے طاقت بخشتی ہے۔

متتبع کلمات علماء اس کی بہت مثالیں پائے گا۔

افادۂ پانزدہم

اہل علم کے عمل کر لینے سے بھی حدیث قوت پاتی ہے۔ اگرچہ سند ضعیف وہ۔ مرقاۃ[1] میں ہے:

رواه الترمذی وقال غریب والعمل علی هذا عند اهل العلم قال النووی واسناده ضعیف نقله میرك فكان الترمذی یرید تقویة الحدیث بعمل اهل العلم والعلم عند الله تعالیٰ كما قال الشیخ محی الدین ابن العربی انه بلغنی عن النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم انه من قال لا اله الا الله سبعین الفاً غفر الله تعالیٰ له من ومن قیل له غفر له

یعنی امام ترمذی نے فرمایا حدیث غریب ہے اور اہل علم کا اس پر عمل سید میرک نے امام نووی سے نقل کیا کہ اس کی سند ضعیف ہے۔ تو گویا امام ترمذی عمل اہل علم سے حدیث کو قوت دینا چاہتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم! اس کی نظیر وہ ہے کہ سیدی شیخ اکبر امام محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا مجھے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حدیث پہنچی تھی کہ جو شخص ستر ہزار بار لا الٰہ الا اللہ کہے اس کی مغفرت ہو اور جس کے لیے پڑھا جائے اس کی مغفرت ہو۔

---

[1] باب ما علی المأموم من المتابعة اوّل الفصل الثانی ۱۲ منه سلمه ربه

ایضاً فکنت ذکرت التھلیلۃ بالعدو المروی من غیر ان انوی لاحد باخصوص فحضرت طعاماً مع بعض الاصحاب وفیھم شاب مشھور بالکشف فاذا ھو فی اثناء الاکل اظھر البکاء فسألۃ عن السبب فقال اریامی فی العذاب فوھبت فی باطنی ثواب التھلیلۃ المذکور لھا فضحک وقال انی اراھا الأن فی حسن الماب فقال الشیخ فعرفت صحۃ الحدیث بصحۃ کشفہ وصحۃ کشفہ بصحۃ الحدیث

میں نے لا الٰہ الا اللہ اتنی بار پڑھا تھا اس میں کسی کے لیے خاص نیت نہ کی اپنے بعض رفیقوں کے ساتھ ایک دعوت میں گیا ان میں ایک جوان کے کشف کا شہرہ تھا۔ کھانا کھاتے کھاتے رونے لگا۔ میں نے سبب پوچھا تو کہا میں اپنی ماں کو عذاب میں دیکھتا ہوں۔ میں نے اپنے دل میں کلمہ کا ثواب اس کی ماں کو بخش دیا۔ فوراً وہ جوان ہنسنے لگا اور کہا اب میں اسے اچھی جگہ دیکھتا ہوں۔ امام ابن عربی فرماتے ہیں تو میں نے حدیث کی صحت اس جوان کے کشف کی صحت سے جانی اور اس کے کشف کی صحت سے حدیث کی صحت سے جانی۔

امام سیوطی نے تعقبات[1] میں امام بیہقی سے نقل فرمایا۔

تداولھا الصالحون بعضھم عن بعض وفی ذلک تقویۃ للحدیث المرفوع ۔

اسے صالحین نے ایک دوسرے سے اخذ کیا اور ان کے اخذ میں حدیث مرفوع کی تقویت ہے۔

اوسی[2] میں فرمایا: قد صرح غیر واحد بان من دلیل صحۃ الحدیث قول اھل العلم بہ وان لم یکن لہ اسناد یعتمد علی مثلہ۔ متعدد علماء نے

---

[1] باب الصلوٰۃ حدیث صلوٰۃ التسبیح ۱۲ منہ سلمہ ربہ

[2] باب الصلوٰۃ حدیث من جمع بین الصلوٰتین من غیر عذر فقداتی باب من ابواب الکبائر اخرجہ الترمذی وقال حسین ضعفہ احمد وغیرہ والعمل علی ھذا الحدیث عند اھل العلم فاشار بذالک الی ان الحدیث اعتضد بقول اھل العلم و قد صرح غیر واحد الخ۔۱۲ منہ

تصریح فرمائی ہے کہ اہل علم کی موافقت بھی صحت حدیث کی دلیل ہوتی ہے۔ اگرچہ اس کے لیے کوئی اسناد قابل اعتماد نہ ہو۔

یہ ارشاد علماء احادیث احکام کے بارے میں ہے۔ پھر احادیث فضائل تو احادیث فضائل ہیں۔

افادۂ شانزدہم

جن باتوں کا ثبوت حدیث سے چاہا جائے۔ وہ سب ایک پلہ کی نہیں ہوتیں بعض تو اس اعلیٰ درجہ کی قوت پر ہیں کہ جب تک حدیث مشہور متواترہ نہ ہو۔ اس کا ثبوت نہیں دے سکتے۔ احاد اگرچہ کیسے ہی قوت سند و نہایت صحت پر ہوں ان کے معاملہ میں کام نہیں دیتیں۔ یہ اصول عقائد اسلامیہ ہیں جن میں خاص یقین درکار ہے۔ علامہ تفتازانی شرح عقائد نسفی میں فرماتے ہیں۔

خبر الواحد علی تقدیر اشتماله علی جمیع الشرائط المذکورة اصول الفقه لا یفید الا الظن ولا عبرة بالظن فی باب الاعتقادات .	حدیث احادیث اگرچہ تمام شرائط صحت کی جامع ہو' اصول فقہ میں ظن ہی کا فائدہ دیتی ہے اور معاملہ اعتقاد میں ظنیات کا کچھ اعتبار نہیں۔

مولانا علی قاری منح الروض الازہر میں فرماتے ہیں۔

الاحالا تفید الاتعماد فی الاعتقاد	احادیث آحاد دربارۂ اعتقاد نا قابل اعتماد۔

دوسرا درجہ احکام کا ہے کہ ان کے لیے اگرچہ اتنی قوت درکار نہیں' پھر بھی حدیث کا صحیح لذاتہ خواہ لغیرہ یا حسن لذاتہ یا کم سے کم لغیرہ ہونا چاہیے۔ جمہور علماء یہاں ضعیف حدیث نہیں سنتے۔ تیسرا مرتبہ فضائل و مناقب کا ہے۔ یہاں باتفاق علماء ضعیف حدیث بھی کافی ہے۔ مثلاً کسی حدیث میں ایک عمل کی ترغیب آئی کہ جو ایسا کرے گا اتنا ثواب پائے گا یا کسی نبی یا صحابی کی خوبی بیان ہوئی کہ انہیں اللہ عزوجل نے یہ مرتبہ بخشا یہ فضل عطا کیا تو ان کے مان لینے کو ضعیف حدیث بھی بہت ہے۔ ایسی جگہ صحت حدیث میں

---

[1] ای ولا عبرة بمن شذ ۱۲ منه سلمه ربه

کلام کر کے اسے پایۂ قبول سے ساقط کرنا فرق مراتب نہ جاننے سے ناشی جیسے بعض جاہل بول اٹھتے ہیں کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت میں کوئی حدیث صحیح نہیں۔ یہ ان کی نادانی ہے۔ علماء محدثین اپنی اصطلاح پر کلام فرماتے ہیں۔ یہ بے سمجھے خدا جانے کہاں سے کہاں لے جاتے ہیں۔ عزیز و مسلم کہ صحت نہیں پھر حسن کیا کم ہے حسن بھی نہ سہی۔ یہاں ضعیف بھی مستحکم[۲] ہے۔

رسالہ قاری و مرقاۃ و شرح ابن حجر مکی و تعقبات ولآلی امام سیوطی و قول مسدد امام عسقلانی کی پانچ عبارتیں افائدہ دوم و سوم و چہارم و دہم میں گزریں۔ عبارت تعقبات میں تصریح تھی کہ نہ صرف ضعیف محض بلکہ منکر بھی فضائل اعمال میں مقبول ہے با آنکہ اس میں ضعف راوی کے ساتھ اپنے سے اوثق کی مخالفت بھی ہوتی ہے کہ تنہا ضعف سے کہیں بدتر ہے امام اجل شیخ العلماء والعرفاء سیدی ابو طالب محمد بن علی مکی قدس اللہ تعالیٰ سرہ الملکی کتاب جلیل القدر عظیم الفخر قوت القلوب[۳] فی معاملۃ المحبوب میں فرماتے ہیں:

الاحادیث فی فضائل الاعمال وتفصیل الاصحاب متقبلہ محتملہ علی کل مقاطیعها ومراسیلها لا تعارض ولا ترد د کذلک کان السلف یفعلون ۔	فضائل اعمال و تفصیل صحابہ کرام کی حدیثیں کیسی ہی ہوں۔ ہر حال میں مقبول و ماخوذ ہیں مقطوع ہوں' خواہ مرسل۔ نہ ان کی مخالفت کی جائے نہ انہیں رد کریں۔ ائمہ سلف کا یہی طریقہ تھا۔

امام ابوزکریا نووی اربعین پھر امام ابن حجر مکی شرح مشکوۃ پھر ملا علی قاری

---

[۱] الاجماع المذکور فی الضعیف المطلق کما نحن فیہ ۱۲ منہ سلمہ ربہ

[۲] مسئلہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحقیق و تنقیح فقیر کے رسالہ البشری العاجلۃ من تعف اجلہ ورسالہ الاحادیث الراویہ لمدح الا میر معویہ و عرش الاعزاز و الاکرام الاول ملوک الاسلام ورسالہ ذب الاهواء الروایہ فی باب الامیر معویہ وغیرہا میں ہے۔ وقضا اللہ تعالیٰ بمنہ و کرمہ لتر میفها وتتبیضها ونفع بهاو بسائر تصانیفی امۃ الاسلام بقضها وقضیفها آمین یا عظیم القدرۃ واسع الرحمۃ آمین و صلی اللہ تعالیٰ و بارک وسلم علی سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین ۱۲ منہ [۳] فی الفصل الحادی والثلثین

مرقاۃ[1] حرزثمین[2] شرح حصن حصین میں فرماتے ہیں:

قد اتفق الحفاظ ولفظ الاربعین قد اتفق العلماء علی جوازا العمل بالحدیث الضعیف فی فضائل الاعمال ولفظ الحرزجواز العمل به فی فضائل الاعمال بالا تفاق ۔ یعنی بے شک حفاظ حدیث وعلمائے دین کا اتفاق ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے۔ فتح المبین[3] بشرح الاربعین میں ہے:

لانه ان کان صحیحا فی نفس الامر فقد اعطی حقه من العمل به والالم یترتب علی العمل به مفسده تحلیل ولا تحریم ولا ضیاع حق للغیر وفی حدیث ضعیف من بلغه عنی ثواب عمل فعمله حصل له اجره وان لم اکن قلة او کما قال واشار المصنف رحمة الله تعالٰی بحکایة الاجماع علی ماذکره الی الرد علی من نازع فیه ۔ الخ

یعنی حدیث ضعیف پر فضائل اعمال میں عمل اس لیے ٹھیک ہے کہ اگر واقع میں صحیح ہوئی' جب تو جو اس کا حق تھا' ادا ہوگیا کہ اس پر عمل کیا جائے اور اگر صحیح نہ بھی ہو تو اس پر عمل کرنے میں کسی تحلیل یا تحریم یا کسی کی حق تلفی کا مفسدہ تو نہیں اور ایک حدیث ضعیف میں آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جسے مجھ سے کسی عمل پر ثواب کی خبر پہنچے' وہ اس پر عمل کرلے' اس کا اجر اسے حاصل ہو' اگرچہ وہ بات میں نے واقع میں نہ فرمائی ہو' لفظ حدیث کے یونہی ہیں یا جس طرح حضور پرنور شافع النشور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمائے۔ امام نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس پر نقل اجماع علماء سے اشارہ فرمایا کہ جو اس میں نزاع کرے' اس کا قول مردود ہے۔ مقاصد حسنہ[4] میں ہے:

---

[1] تحت حدیث من حفظ علی امتی اربعین حدیثا قال النووی طرقة کلها ضعیفه ۱۲ منه سلمه ربه

[2] فی شرح الخطبة تحت قول المصنف رحمة الله تعالٰی انی ارجو ان یکون جمیع ما فیه صحیحا ۱۲ منه سلمه ربه

[3] فی شرح الخطبة ۱۲ منه سلمه ربه

[4] تحت حدیث من بلغة من الله عزوجل فیه فضیلة الحدیث و سیاتی انشاء الله تعالٰی ۱۲ منه

قد قال ابن عبدالبر انهم یتساهلون فی الحدیث اذا کان من فضائل الاعمال

بے شک ابوعمر ابن عبدالبر نے کہا کہ علماء حدیث میں تساہل فرماتے ہیں جب فضائل اعمال کے بارہ میں ہو۔

امام محقق علی الاطلاق فتح القدیر[1] میں فرماتے ہیں:

الضعیف غیر الموضوع یعمل به فی فضائل الاعمال

فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے گا بس اتنا چاہیے کہ موضوع نہ ہو۔

مقدمہ امام ابوعمرو ابن الصلاح ومقدمہ جرجانیہ وشرح الفیہ للمصنف وتقریب النووی اور اس کی شرح تدریب الراوی میں ہے:

واللفظ لهما یجوز عند اهل الحدیث وغیرهم التساهل فی الاسانید الضعیفة وروایة ماسوی الموضوع من الضعیف والعمل به من غیر بیان ضعفه فی فضائل الاعمال وغیر هما ممالا تعلق له بالعقائد والاحکام وممن نقل عنه ذالك ابن جنبل وابن مهدی وابن المبارك قالوا اذا روینا فی الحلال والحرام شددنا واذا روینا فی الفضائل ونحرها تساهلنا اھ ملخصا۔

محدثین وغیرہم علماء کے نزدیک ضعیف سندوں میں تساہل اور بے اظہار ضعف موضوع کے سوا ہر قسم حدیث کی روایت اور اس پر عمل فضائل اعمال وغیرہا امور میں جائز ہے جنہیں عقائد واحکام سے تعلق نہیں۔ امام احمد بن حنبل وامام عبدالرحمٰن بن مہدی وامام عبداللہ بن مبارک وغیرہم ائمہ سے اس کی تصریح منقول وہ فرماتے' جب ہم حلال وحرام میں حدیث روایت کریں' سختی کرتے ہیں اور جب فضائل میں روایت کریں تو نرمی۔

امام زین الدین عراقی نے الفیہ الحدیث میں جہاں اس مسئلہ کی نسبت فرمایا:

عن ابن مهدی وغیر واحد

یعنی امام ابن مہدی وغیرہ سے ایسا ہی منقول ہے۔

---

[1] ذکرہ فی مسالة تقدیم الاوداع ۱۲ منه سلمه ربه

وہاں شارح نے فتح المغیث میں امام احمد وامام ابن معین وامام ابن المبارک وامام سفیان ثوری وامام ابن عیینہ وامام ابوزکریا عنبری وحاکم وابن البر کے اسماء واقوال نقل کیے اور فرمایا کہ ابن عدی نے کامل اور خطیب نے کفایہ میں اس کے لیے ایک مستقل باب وضع کیا۔

غرض مسئلہ مشہور ہے اور نصوص ونامحصور اور بعض دیگر عبارات جلیلہ افادات آئندہ مسطور انشاء اللہ تعالیٰ العزیز الغفور۔

تذییل

کبرائے وہابیہ بھی اس مسئلہ میں اہل حق سے موافق ہیں۔ مولوی خرم علی رسالہ دعائیہ[1] میں لکھتے ہیں: ضعاف در فضائل اعمال وفیما نحن فیہ باتفاق علماء معمول بہاء است۔ الخ مظاہر حق میں راوی حدیث صلوٰۃ الاوابین کا منکر الحدیث ہونا امام بخاری سے نقل کر کے لکھا:

اس حدیث کو اگرچہ ترمذی وغیرہ نے ضعف کیا ہے، لیکن فضائل میں عمل کرنا حدیث ضعیف پر فضائلِ اعمال میں باتفاق جائز ہے۔ الخ

افادۂ ہفدہم

فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے۔ حدیث ضعیف ثبوت استحباب کے لیے بس ہے۔ امام شیخ الاسلام ابوزکریا نفعنا اللہ تعالیٰ ببرکاۃ کتاب الاذکار المنتخب من کلام سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم میں فرماتے ہیں:

قال العلماء من المحدثین والفقهاء وغيرهم يجوز ويستحب العمل فی الفضائل	محدثین وفقہاء وغیرہم علماء نے فرمایا کہ فضائل اور نیک بات کی رغبت اور بری بات سے خوف دلانے میں حدیث ضعیف

---

[1] نقل هذالعبارات الثلاثه محقق اعصار ناوز ينة امصار ناتاج الفهول محب الرسول مولانا المولوی عبد القادر البدایونی ادام الله تعالی فیوضه فی کتابه سیف الاسلام المسلول علی المناح لعمل المولد والقيام

والترهيب بالحديث الضعيف مالم يكن موضوعا ۔ — پر عمل جائز و مستحب ہے جبکہ موضوع نہ ہو۔

بعینہا یہی الفاظ امام ابن الہمام نے العقد النضید فی تحقیق کلمۃ التوحید پھر عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی نے حدیقۃ الندیہ شرح طریقہ محمدیہ[1] میں فرمائے۔ امام فقیہ النفس محقق علی الاطلاق فتح القدیر[2] میں فرماتے ہیں:

الاستحباب يثبت بالضعيف غير الموضوع ۔ — حدیث ضعیف سے کہ موضوع نہ ہو فعل کا مستحب ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔

علامہ ابراہیم حلبی غنیۃ المستملی[3] فی شرح منیۃ المصلی میں فرماتے ہیں:

يستحب ان يمسح بدنه بمنديل بعد الغسل لما روت عائشه رضى الله تعالى عنها قالت كان للنبى صلى الله تعالى عليه وسلم خرقة يتنشف بها بعد الوضوء رواه الترمذى وهو ضعيف ولكن يجوز العمل بالضعيف فى الفضائل ۔ — نہا کر بدن رومال سے پوچھنا مستحب ہے کہ ترمذی نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے۔ حضور پر نور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم وضو کے بعد رومال سے اعضائے مبارک صاف فرماتے۔ یہ حدیث ضعیف ہے، مگر فضائل میں ضعیف پر عمل روا ہے۔

مولانا علی قاری موضوعات کبیر میں حدیث مسح گردن کا ضعف بیان کر کے فرماتے ہیں:

الضعيف يعمل به فى فضائل الاعمال اتفاقاً ولذا قال ائمتنا ان مسح الرقبه مستحب اوسنته — فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر بالاتفاق عمل کیا جاتا ہے، اسی لیے ہمارے ائمہ کرام نے فرمایا کہ وضو میں گردن کا مسح مستحب یا سنت ہے۔

---

[1] اوّل الكتاب و ثالث فصول المقدمه ١٢ منه

[2] اواخر الفصل الثانى من الباب الاوّل ١٢ منه سلمه ربه

[3] قبيل فصل فى حمل الجنازة ١٢ منه سلمه ربه

[4] فى سنن الغسل ١٢ منه سلمه ربه

امام جلیل جلال الدین سیوطی طلوع[1] الثریا باظہار ما کان خفیا میں فرماتے ہیں:

استحبه ابن الصلاح وتبعه النووی نظرا الی ان الحدیث الضعیف یتسامح به فی فضائل الاعمال ۔

تلقین کو امام ابن الصلاح پھر امام نووی نے اس نظر سے مستحب مانا کہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف کے ساتھ نرمی کی جاتی ہے۔

علامہ محقق جلال دوانی رحمۃ اللہ تعالیٰ انموذج العلوم[2] میں فرماتے ہیں:

الذی یصلح للتعویل علیه ان یقال اذا وجد حدیث فی فضیلة عمل من الاعمال لا یحتمل الحرمة والکراهیة یجوز العمل به ویستحب لانه مامون الخطر ومرجو النفع ۔

اعتماد کے قابل یہ بات ہے کہ جب کسی عمل کی فضیلت میں کوئی حدیث پائی جائے اور وہ حرمت وکراہت کے قابل نہ ہو تو اس حدیث پر عمل جائز ومستحب ہے کہ اندیشہ سے امان ہے اور نفع کی امید۔

اقول

وباللہ التوفیق بلکہ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کے معنی ہی یہ ہیں کہ استحباب مانا جائے' ورنہ نفس جواز تو اصالت اباحت والغدام نہی شرعی سے آپ ہی ثابت ہوا ہے۔ اس میں حدیث ضعیف کا کیا دخل ہوا۔ تو لاجرم درود حدیث کے سبب

---

[1] نقله بعض المعصریین و هو فیمازی ثقة فی النقل ۱۲ منه سلمه ربه

[2] نقله العلامه شهاب الخفا جی فی نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض فی شرح الدیباجة حیث روی المصنف رحمة اللّٰه تعالٰی بسنده داوده حدیث من سئل عن علم فکتمه الحدیث وللمتحقق بهنا کلام طویل نقله الشارح ملخصًا و نازعه بما هو منازع فیه الوجه مع المحقق فی عامه ما ذکر ولو لا شنیبة الاطلالة لایتنا بکلا مهما مع ماله و علیه ولکن سنشهر انشاء اللّٰه تعالٰی الی حرف یسیرة ایظهربها الصواب بعون الملک الوهاب ۔۱۲ منه سلمه ربه

جانب فعل کو مترجح مانیکہ حدیث کی طرف اسناد محقق اور اس پر عمل کرنا صادق ہو اور یہی معنی استحباب ہے۔ آخر نہ دیکھا علامہ حلبی وعلامہ علی قاری نے اسے عمل وجواز عمل کو دلیل ومثبت استحباب قرار دیا اور امام محمد محمد محمد ابن امیر الحاج نے مقام اباحت میں اس سے تمسک کو درجہ ترقی واولویت میں رکھا کہ جب اس پر عمل ہوتا ہے تو ثبوت اباحت تو بدرجہ اولیٰ اس سے کھل گیا کہ اس پر عمل کے معنی نفس اباحت سے ایک زائد وبالاتر چیز ہے اور وہ نہیں مگر استحباب وھذا ظاھر لیس دونہ حجاب حلیہ شرح منیہ[1] میں فرماتے ہیں۔

الجمہور علی العمل بالحدیث الضعیف الذی لیس بموضوع فی فضائل الاعمال فھو فی ابقاء الاباحۃ التی لم یتم دلیل علیٰ انتفائھا کما فیما نحن فیہ اجدر۔

جمہور علماء کا مسلک فضائل اعمال میں حدیث ضعیف غیر موضوع پر عمل کرنا ہے تو ایسی حدیث اس اباحت فعل کے باقی رکھنے کی تو زیادہ سزاوار ہے جس کی نفی پر دلیل تمام نہ ہوئی جیسا کہ ہمارے اس مسئلہ میں ہے۔

امام ابوطالب مکی قوت[2] فرماتے ہیں:

الحدیث اذلم ینافہ کتاب اوسنۃ وان لم یسھدلہ ان لم یخرج تاویلہ عن اجماع الامۃ فانہ یوجب القبول والعمل لقولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیف وقد قیل۔

حدیث جبکہ قرآن عظیم یا کسی حدیث ثابت کے منافی نہ ہو اگرچہ کتاب وسنت میں اس کی کوئی شہادت بھی نہ نکلے تو بشرطیکہ اس کے معنی مخالف اجماع نہ پڑتے ہوں۔ اپنے قول اور اپنے اوپر عمل کو واجب کرتی ہے کہ حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیونکر نہ مانے گا۔ حالانکہ کہا تو گیا۔

---

[1] سنن الغسل مسئلۃ المندیل ۱۲ منہ سلمہ ربہ

[2] فی الفصل الحادی والثلثین ۱۲ منہ سلمہ ربہ

[3] آخر باب العیدین ۱۲ منہ سلمہ ربہ

یعنی جب ایک راوی جس کا کذب یقینی نہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بات کی خبر دیتا ہے اور اس امر میں کتاب وسنت واجماع امت کی کچھ مخالفت نہیں تو نہ ماننے کی وجہ کیا ہے؟

اقول

اما قوله قدس سره يوجب فكانه يريد التاكد كما تقول لبعض اصحابك حقك واجب علی وقال فی الدر[1] المختار ان المسلمين توارثوه فوجب اتباعهم او ان ملمحه الى ماعليه السادات المجاهدون من الائمة الصوفيه قدسنا الله تعالى باسرار هم الصفية من شدة تعاهدهم للمستحبات كانها من الواجبات وتوقيهم عن المكروهات بل وكثير من المباحات كانهن من المحرمات او ان هذا هو المذهب عنده قدس سره فيما نرى من المجتهدين وحق له ان يكون منهم كما هو شان جميع الواصلين الى عين الشريعة الكبرى وان انتسبوا ظاهراً الى احد من ائمة الفتوى كما[2] بينه العارف بالله سيدى عبدالوهاب الشعرانى فى الميزان والله تعالى اعلم بمراد اهل العرفان .

افادۂ مجد ہم

جان برادر! اگر چشم بینا اور گوش شنوا ہے تو تصریحات علماء درکنار خود حضور اکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے احادیث کثیرہ ارشاد فرمائی ہیں کہ ایسی جگہ ضعیف حدیث پر عمل کیا جائے اور تحقیق صحت وجودت سند میں تعمق وتدقیق راہ نہ پائے۔ ولكن الوهابية قوم يعتدون بگوش ہوش سنیے اور الفاظ حدیث پر غور کرتے جائیے۔ حسن ابن عرفہ اپنے جزو حدیث اور ابوالشیخ مکارم الاخلاق میں سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور کامل جحدری اپنے نسخہ میں اور عبداللہ بن محمد بغوی ان کے طریق سے اور

[1] فی فصل فان قال قائل فهل يجب عند كم على المقلد الخ وفى فصل ان قال قائل كيف الوصول الى الاطلاع على عين الشريعة المطهرة الخ وغيرهما ۱۲ منه

ابن حبان اور ابوعمر بن عبدالبر کتاب العلم اور ابواحمد ابن عدی کامل میں سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ حضور سید المرسلین خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من بلغه عن الله عزوجل شیء فيه فضيلة فاخذبه ايمانا ورجاء ثوابه اعطا الله تعالیٰ ذالك وان لم يكن كذالك ۔

جسے اللہ تبارک وتعالیٰ سے کسی بات میں کچھ فضیلت کی خبر پہنچے۔ وہ اپنے یقین اور ثواب کی امید سے اس بات پر عمل کرے اللہ تعالیٰ اسے وہ فضیلت عطا کرے اگرچہ یہ خبر ٹھیک نہ ہو۔

یہ لفظ حسن کے ہیں اور دار قطنی کی حدیث میں یوں ہے:

اعطاه الله ذلك الثواب وان لم يكن مابلغه حقاً ۔

اللہ تعالیٰ اسے وہ ثواب عطا کرے گا۔ اگرچہ جو حدیث اسے پہنچے، حق نہ ہو۔

ابن حبان کی حدیث میں یہ لفظ ہیں:

كان منى اولم يكن ۔

چاہے وہ حدیث مجھ سے ہو یا نہ ہو۔

ابن عبدالبر کے لفظ یوں ہیں:

وان كان الذى حدثه كاذبًا

اگرچہ حدیث کا راوی جھوٹا ہو۔

امام احمد وابن ماجہ وعقیلی سیدنا ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور پر نور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ماجآء كم عنى من خير قلة اولم اقله فانى اقوله وما جاء كم عنى من شرفانى لا اقول ا لشر ۔

تمہیں جس بھلائی کی مجھ سے خبر پہنچے خواہ وہ میں نے فرمائی ہو یا نہ فرمائی ہو، میں اسے فرماتا ہوں اور جس بری بات کی خبر پہنچے تو میں بری بات نہیں فرماتا۔

ابن ماجہ کے الفاظ یہ ہیں:

ماقيل من قول حسن فانا قلته ۔

جو نیک بات میری طرف سے پہنچائی ہے،

وہ میں نے فرمائی ہے۔

عقیلی کی روایت یوں ہے:

خذوابہ حدثت به اولم احدث به۔ — اس پر عمل کرو چاہے وہ میں نے فرمائی ہو یا نہیں

و فی الباب عن ثوبان مولی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھم خلعی اپنے فوائد میں حمزہ بن عبدالمجید رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے راوی ہیں:

رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی النوم فی الحجر فقلت بابی انت وامی یا رسول اللہ انہ قد بلغنا عنك انك قلت من سمع حدیثا فیه ثواب فعمل بذلك الحدیث وجاء ذلك الثواب اعطا اللہ ذلك الثواب وان کان الحدیث یا طلاً فقال ای ورب هذه البلدۃ انه لمنی وانا قلته۔

میں نے حضور اکرم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں حطیم کعبہ مکہ معظمہ میں دیکھا عرض کی: یا رسول اللہ میرے ماں باپ حضور پر قربان! ہمیں حضور سے حدیث پہنچی ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا ہے جو شخص کوئی حدیث ایسی سنے کہ جس میں کسی ثواب کا ذکر ہو' وہ اس حدیث پر بامید ثواب عمل کرے اللہ عزوجل اسے وہ ثواب عطا فرمائے گا' اگرچہ حدیث باطل ہو۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں قسم ہے اس شہر کے ربّ کی بے شک یہ حدیث مجھ سے ہے اور میں نے ہی فرمائی۔

ابویعلیٰ اور طبرانی نے معجم اوسط میں سیّدنا حضرت ابی حمزہ انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی ہیں کہ حضور اکرم سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من بلغه عن اللہ تعالٰی فضیلة فلم یصدق بها لم ینلها۔ — جسے اللہ تعالٰی سے کسی فضیلت کی خبر پہنچے' وہ اسے نہ مانے۔ وہ اس فضل سے محروم رہے

ابوعمر ابن عبدالبر نے حدیث مذکور روایت کر کے فرمایا:

اهل الحديث بجماعتهم يتساهون في الفضائل فيرو ونها عن كل وانما يتشددون في احاديث الا حكام

تمام علمائے محدثین احادیث فضائل میں نرمی فرماتے ہیں۔ انہیں ہر شخص سے روایت کر لیتے ہیں۔ ہاں احادیث احکام میں سختی کرتے ہیں۔

ان احادیث سے صاف ظاہر ہوا کہ جسے اس قسم کی خبر پہنچے کہ جو ایسا کرے گا یہ فائدہ پائے گا۔ اسے چاہیئے کہ نیک نیتی سے اس پر عمل کرے اور تحقیق صحت حدیث ونظافت سند کے پیچھے نہ پڑے۔ انشاء اللہ تعالیٰ اوہ اپنی حسن نیت سے اس نفع کو پہنچ ہی جائے گا۔

اقول

یعنی جب تک اس حدیث کا بطلان رجاوامید کے کوئی معنی نہیں: فقول الحديث وان لم يكن مابلغه حقاونحوه انما يعنى به في نفس الامر لا بعد العلم به وهٰذا واضح صدا فثبت ولا تزل اور وجہ اس عطائے فضل کی نہایت ظاہر کہ حضرت حق عزوجل اپنے بندہ کے ساتھ اس کے گمان پر معاملہ فرماتا ہے۔ حضور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ربّ عزوجل وعلا سے روایت فرماتے ہیں۔

انا عند ظن عبدی بی میں اپنے بندے کے ساتھ وہ معاملہ کرتا ہوں جو بندہ مجھ سے گمان رکھتا ہے رواه البخاری ومسلم والترمذی والبنسائی وابن ماجه عن ابی هريرة الحاكم بمعناه عن انس بن مالك ۔ دوسری حدیث میں یہ ارشاد زائد ہے۔

فليظن بی ماشاء اب جیسا چاہے مجھ پر گمان کرے۔

اخرجه الطبرانی فی الكبير والحاكم عن واثله بن الاسقع رضی الله تعالىٰ عنه بسند صحيح۔

تیسری حدیث میں یوں زیارت کی:

ان ظن خیراً فله وان ظن شتراً فله۔ اگر بھلا گمان کرے تو اسے کے لیے بھلائی ہے اور اگر برا گمان کرے تو اس کے لیے برائی ہے۔

رواہ الامام احمد عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بسند حسن علی الصحیح ونحوہ الطبرانی فی الاوسط وابو نعیم فی الحلیۃ عن واثلۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ جب اس نے اپنی صدق نیت سے اس پر عمل کیا اور ربّ عزوجلالہ سے اس نفع کی امید رکھی تو مولیٰ تعالیٰ اکرم الاکرمین، احکم الحاکمین ہے، اس کی امید ضائع نہ کرے گا۔ اگرچہ حدیث واقع میں کیسی ہی ہو۔ وللّٰہ الحمد فی الاولیٰ والاخرۃ۔

افادۂ نوزدہم

اقول وباللہ التوفیق عقل اگر سلیم ہو تو ان نصوص ونقول کے علاوہ وہ خود بھی گواہ کافی ہے کہ ایسی جگہ ضعیف حدیث معتبر اور اس کا ضعف منتفر کہ سند میں کتنے ہی نقصان ہوں۔ آخر بطلان پر تو یقین نہیں:

فان الکذوب قدیصدق بڑا جھوٹا بھی کبھی سچ بولتا ہے۔

تو کیا معلوم اس نے یہ حدیث ٹھیک ہی روایت کی ہو۔ مقدمہ امام ابوعمر تقی الدین شہرزوری میں ہے:

اذاقالوا فی حدیث انہ غیر صحیح فلیس ذٰلك قطعا بانہ کذب فی نفس الامر اذقدیکون صدقا فی نفس الامر لجواز صدق الکاذب اھ ملخصاً۔ محدثین جب کسی حدیث کو غیر صحیح بتاتے ہیں تو اس کے فی الواقع کذب پر یقین نہیں ہوتا اس لیے کہ حدیث غیر صحیح کبھی واقع میں سچی ہوتی ہے اس سے تو اتنی مراد ہوتی ہے کہ اس کی سند اس شرط پر نہیں جو محدثین نے صحت کے لیے مقرر کی۔

تقریب وتدریب میں ہے:

اذا قیل حدیث ضعیف فمعناه لم یصح اسناده علی الشرط المذکور لانه کذب فی نفس الامر لجواز صدق الکاذب اھ مخلصاً ۔

جب کسی حدیث کو ضعیف کہا جائے تو اس کے معنے یہ ہیں کہ اس کی اسناد شرط مذکورہ پر نہیں۔ نہ یہ کہ واقع میں جھوٹ ہے ممکن ہے کہ جھوٹا سچ بول رہا ہو۔

محقق حیث[1] اطلق فتح میں فرماتے ہیں:

ان وصف الحسن والصحیح والضعیف انما ھو باعتبار السند ظنا امافی الواقع فیجوز غلط الصحیح وصحة الضعیف ۔

حدیث کو حسن یا صحیح یا ضعیف کہنا صرف سند کے لحاظ سے ظنی طور پر ہے واقع میں جائز ہے کہ صحیح غلط اور ضعیف صحیح ہو۔

اسی[1] میں ہے:

لیس معنی الضعیف الباطل فی نفس الامر بل مالم یثبت بالشروط المعتبرة عند اھل الحدیث مع تجویز کونه صحیحاً فی نفس الامر فیجوزان یقترن قرینه تحقق ذلك وان الراوی الضعیف اجادفی ھذا المتن العین فیحکم به ۔

ضعیف کے یہ معنے نہیں کہ وہ واقع میں باطل ہے' بلکہ یہ کہ جو شرطیں اہل حدیث نے اعتبار کی ہیں اس پر نہ آئیں۔ اس کے ساتھ جائز ہے کہ واقع میں صحیح ہو تو ممکن ہے کہ کوئی ایسا قرینہ ملے جو ثابت کردے کہ وہ صحیح ہے اور راوی ضعیف نے یہ حدیث خاص اچھے طور پر ادا کی ہے۔ اس وقت باوصف ضعف راوی اس کی صحت کا حکم کردیا جائے گا۔

موضوعات کبیر میں ہے:

المحققون علی ان الصحه

محققین کرام فرماتے ہیں کہ صحت وحسن

---

[1] مسئلة التنفل قبل المغرب ۱۲ منه سلمه ربه

والحسن والضعف انما هی من حیث الظاهر فقط مع احتمالِ کون الصحیح موضوعا و کذا افادہ الشیخ ابن الحجر المکی ۔

وضعف سب بنظر ظاہر ہیں۔ واقع میں ممکن ہے کہ صحیح موضوع ہو اور موضوع صحیح۔

اقول

یہی وجہ ہے کہ بہت سی احادیث جنہیں محدثین کرام اپنے طور پر ضعیف ونامعتبر ٹھہرا چکے ہیں۔ علمائے قلب عرفائے ربّ ائمہ عارفین سادات مکاشفین قدسنا اللہ تعالٰی باسرارہم سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت فرماتے اوران کے علاوہ بہت سی وہ احادیث لاتے جنہیں علماء اپنے زبر و دفاتر میں کہیں نہ پاتے۔ ان کیہ علوم الٰہیہ بہت ظاہر بینوں کو نفع دینا درکنار' الٹے باعثِ طعن ودقیعت وجرح واہانت ہوجاتے' حالانکہ العظمۃ للہ وہ عباداللہ ان طاعنین سے بدرجہا اتقی للہ واعلم باللہ واشد ترقیا فی القول عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تھے۔ ولکن کل حزب بمالدیھم فرحون وربك اعلم بالمھتدین میزان[1] مبارك میں حدیث اصحابی کالنجوم با یھم اقتدیتم اھتدیتم کی نسبت فرماتے ہیں:

ھٰذا الحدیث وان کان فیه مقال عند المحدثین فھو صحیح عند اھل الکشف ۔

اس حدیث میں اگرچہ محدثین کی گفتگو ہے' مگر وہ اہل کشف کے نزدیک صحیح ہے۔

کشف[2] الغمہ عن جمیع الامہ میں ارشاد فرمایا:

کان صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم یقول من صلی علی طھر قلبه من النفاق کما یطھر الثوب

حضور پرنور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں جو مجھ پر درود بھیجے اس کا دل نفاق سے ایسا پاک ہوجائے جیسا کپڑا پانی

---

[1] مسئلة السجود علی کور العامة ١٢ منه سلمه ربه

[2] فی فصل فان ادعی احد من العلماء ذوق ھٰذا المیزان ١٢ منه سلمه ربه

بالمأو کان صلی اللہ تعالیٰ یقول من قال صلی اللہ علیٰ محمد فقد فتح علیٰ نفسه سبعين بابا من الرحمة والقی اللہ محبة في قلوب الناس فلا يبغضه الا من في قلبه نفاق قال شيخنا رضی اللہ تعالیٰ عنه هذا الحديث والذی قبله روينا هما عن بعض العارفين عن الخضر عليه الصلوٰة والسلام عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم وهما عندنا صحيحان في اعلیٰ درجات الصحة وان لم يثبتها المحدثون علیٰ مقتضی اصلاحهم ۔

ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو صلی اللہ علیٰ محمد کہے اس نے اپنے اوپر ستر دروازے رحمت کے کھول لیے۔ اللہ عزوجل اس کی محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دے گا کہ اس سے بغض نہ رکھے گا، مگر وہ جس کے دل میں نفاق ہوگا ہمارے شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا یہ حدیث اور اس سے پہلی ہم نے بعض اولیا سے روایت کی ہیں۔ انہوں نے سیّدنا خضر علیہ الصلوٰۃ السلام سے یہ دونوں حدیثیں ہمارے نزدیک اعلیٰ درجہ کی صحیح ہیں، اگرچہ محدثین کرام اپنی اصطلاح کی بنا پر انہیں ثابت نہ کہیں۔

نیز میزان شریف میں اپنے شیخ سیدی علی خواص قدس سرہ العزیز سے نقل فرماتے ہیں:

كما يقال عن جميع ما رواه المحدثون بالسند الصحيح المتصل ينتهي سنده الى حضرة الحق جل وعلا فكذٰلك يقال فيما نقله اهل الكشف الصحيح من علم الحقيقته ۔

جس طرح یہ کہا جاتا ہے کہ جو کچھ محدثین نے سند صحیح متصل سے روایت کیا۔ اس کی سند حضرت الٰہی عزوجل تک پہنچتی ہے۔ یوں ہی جو کچھ علم حقیقت سے صحیح کشف والوں نے نقل فرمایا۔ اس کے حق میں بھی یہی کہا جائے گا۔

---

[1] آخر الجلد الاوّل باب جامع الفضائل الذكر آخر فصل الامر بالصلوٰة على النبی صلى الله تعالى عليه وآله وسلم ١٢ منه

[2] فصل فی بيان استحالة خروج الشئی من اقوال المجتهدين عن الشريعة ١٢ منه سلمه ربه

بالجملہ اولیا کے لیے سوا اس سند ظاہری کے دوسرا طریقہ رفع واعلیٰ ہے لہٰذا حضرت سیدی ابو یزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وقدس سرہ السامی اپنے زمانے کے منکرین سے ارشاد فرماتے ہیں:

قد اخذتم علمکم میتا عن میت	تم نے اپنا علم سلسلہ اموات سے حاصل کیا
واخذنا علمنا عن الحی الذی	ہے اور ہم نے اپنا علم حی لایموت سے لیا
لایموت ۔	ہے۔

نقله سیدی الامام الشعرانی فی کتابه المبارك الفاخر الیواقیت والجواهر اٰخر المحبث السابع والاربعین ۔ حضرت سیدی امام المکاشفین محی الملۃ والدین شیخ اکبر ابن عربی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ حدیث کی تصریح فرمائی کہ طور علم پر ضعیف مانی گئی تھیں۔ کماذکرۃ فی باب الثالث واسبعین من الفتوحات المکیة الشریفة الالهیة الملکیة ونقله فی الیواقیت هنا ۔

اسی طرح خاتم الحفاظ الحدیث امام جلیل الملۃ والدین جلال الدین سیوطی قدس سرہ العزیز* پچھتر بار عالم بیداری میں زیارت جمال جہاں آرائے حضور پر نور سیّد الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے بہرہ ور ہوئے۔ بالمشافہہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے تحقیقات حدیث کی دولت پائی۔ بہت احادیث کی کہ طریقہ محدثین پر ضعیف ٹھہر چکی تھیں۔ تصیح فرمائی جس کا بیان عارف ربانی امام العلامہ عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ النورانی کی میزان الشریعۃ الکبریٰ میں ہے: من شاء فلیتشرف بمطالعته ۔ یہ نفیس وجلیل فائدہ کہ بمناسبت مقام بحمداللہ تعالیٰ نفع رسانی برادران دین کے لیے حوالہ قلم ہوا۔ لوح دل پر نقش کرلینا چاہیے کہ اس کے جاننے والے کم ہیں اور اس لغزش گاہ میں پھسلنے والے بہت قدم ۔

خلیلی قطاع الفیاتی الی الحمیٰ
کثیرٌ وارباب الوصول قلائل

بات دور جا پہنچی' کہنا یہ تھا کہ سند پر کیسے ہی طعن وجرح ہوں۔ ان کے سبب

بطلان حدیث پر جزم نہیں ہوسکتا۔ ممکن کہ واقع میں حق ہو اور جب صدق کا احتمال باقی ہے تو عاقل جہاں نفع بے ضرر کی امید پاتا ہے' اس فعل کو بجالاتا ہے۔ دین و دنیا کے سب کام امید پر چلتے ہیں۔ پھر سند میں نقصان دیکھ کر یک دست اس سے دست کش ہونا کس عقل کا مقتضیٰ ہے۔ کیا معلوم اگر وہ بات سچی تھی تو خود فضیلت سے محروم رہے اور جھوٹی ہو تو فعل میں اپنا کیا نقصان۔ فافهم وتثبت ولا تكن من المتعصبين ۔
انصاف کیجیے مثلاً کسی کو نقصان حرارت عزیزی وضعف ارواح کی شکایت شدید ہو۔ زید اس سے بیان کرے کہ فلاں حکیم حاذق نے اس مرض کے لیے سونے کے ورق سونے کے کھرل میں' سونے کی موصلی سے عرق بید مشک یا ہتھیلی پر انگلی سے سحق بلیغ کر کے پینا تجویز فرمایا ہے تو عقل سلیم کا اقتضا نہیں کہ جب تک اس حکیم تک سند صحیح متصل کی خوب تحقیقات نہ کر لے' اس کا استعمال حرام جانے۔ بس اتنا دیکھنا کافی ہے کہ اصول طبیہ میں میرے لیے اس میں کچھ مضرت تو نہیں۔ ورنہ وہ مریض کو نسخہ ہائے قرابادین کی سندیں ڈھونڈتا اور حال رواۃ تحقیق کرتا پھرے گا۔ قریب ہے کہ بے عقلی کے سبب ان ادویہ کے فوائد ومنافع سے محروم رہے گا نہ عراق تنقیح سے تریاق تصحیح ہاتھ آئے گا نہ یہ مارگزیدہ دوا پائے گا۔ بعینہٖ یہی حال ان فضائل اعمال کا ہے۔

جب ہمارے کان تک یہ بات پہنچی کہ ان میں ایسا نفع ذکر کیا گیا اور شرع مطہر نے ان افعال سے کہیں منع نہ کیا تو اب ہمیں تحقیق محدثانہ کیا ضرور ہے۔ اگر حدیث فی نفسہٖ صحیح ہے فبہا۔ ورنہ ہم نے اپنی نیک نیتی کا اچھا پھل پایا۔ هل تربصون بنا الا احدى الحسنين ۔ والله تعالىٰ الموفق ۔

افادۂ بستم

مقاصد شرع کا عارف اور کلمات علماء کا واقف جب قبول ضعیف فی الفضائل کے دلائل مذکورہ عبارات سابقہ فتح المبین امام ابن حجر مکی وانموذج العلوم محقق دوانی وقوت القلوب امام مکی رحمہم اللہ تعالیٰ ونیز تقریر فقیر مذکورہ افادۂ سابقہ پر نظر صحیح کرے گا۔ انوار تجلیہ کے پر تو سے بطور حدس بے تکلف اس کے آئینہ دل میں مرتسم ہوگا۔ کچھ فضائل

اعمال ہی میں انحصار نہیں' بلکہ جہاں اس پر عمل میں رنگ احتیاط ونفع بے ضرر کی صورت نظر آئے گی' بلاشبہ قبول کی جائے گی۔ جانب فعل میں اگر اس کا درود استحباب کی راہ بتائے گا۔ جانب ترک میں تنزع وتورع کی طرف بلائے گا کہ آخر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح حدیث میں ارشاد فرمایا۔

کیف وقد قیل ۔ کیونکر نہ مانے گا۔ حالانکہ کہا تو گیا۔

رواہ الخباری عن عقبة بن الخارث النوفلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اقول

وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دع ما یریبك الی مایریبك جس میں شبہ پڑتا ہو وہ کام چھوڑ دے اور ایسے کی طرف آ' جس میں کچھ دغدغہ نہیں رواہ الامام احمد وابو داؤد الطیالسی والدارمی والترمذی وقال حسن صحیح والنسائی وابن حبان والحاکم وصححاہ وابن قانع فی معجمه عن الامام ابن الامام سیّدنا الحسن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما یسند قوی وابو نعیم فی الحلیة والخطیب فی التاریخ بطریق مالك عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ۔

ظاہر ہے کہ حدیث ضعیف اگر مورث ظن نہ ہو۔ مورث شبہ سے تو کم نہیں تو محل احتیاط میں اس کا قبول عین مراد شارع صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہے۔ احادیث اس باب میں بکثرت ہیں۔ ازاں جملہ حدیث اجل واعظم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من اتقیٰ الشبهات فقد استبراء لدینه وعرضه ومن وقع فی الحرام کالراعی خول الحمی یرشك ان یرتفع فیه الاوان لکل ملك جمی الا وان حمی اللہ محارمه ۔

جو شبہات سے بچے' اس نے اپنے دین وآبرو کی حفاظت کرلی اور جو شبہات میں پڑے' حرام میں پڑ جائے گا جیسے رمنے کے گرد چرانے والا نزدیک ہے کہ رمنے کے اندر چرائے۔ سن لو! ہر بادشاہ کا ایک رمنا ہوتا ہے سن لو! اللہ عزوجل کا رمنا وہ چیزیں

ہیں جو اس نے حرام فرمائیں۔

رواہ الشیخان عن النعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔

رجوعهما الیٰ شیء واحد وهو النهی التنزیهی عن الوقوع فی الشبهات

حاصل مطلب یہ کہ شبہ کی بات میں پڑنا خلاف اولیٰ ہے جس کا مرجع کراہت تنزیہ ہے۔

اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے:

ان یك كاذبافعلیه كذبه وان یك صادقا یصبكم بعض الذی یعدكم۔

اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اس پر ہے اور اگر وہ سچا ہو تو تمہیں پہنچ جائے گی کچھ نہ کچھ وہ مصیبت جس کا تمہیں وہ وعدہ دیتا ہے۔

بحمد اللہ تعالیٰ یہ معنی ہیں ارشاد ابوطالب مکی قدس سرہ العزیز کے کہ قوت القلوب[1] شریف میں فرمایا:

ان اخبار الضعاف غیر مخالفة الكتاب والسنة لایلزمنا ردها بل فیها مایدل علیها۔

ضعیف حدیثیں جو کتاب وسنت کی مخالف نہ ہوں، ان کا رد کرنا ہمیں لازم نہیں، بلکہ قرآن وحدیث ان کے قبول پر دلالت فرماتے ہیں۔

لاجرم علمائے کرام نے تصریحیں فرمائیں کہ دربارہ احکام بھی حدیث ضعیف مقبول ہوگی جبکہ جانب احتیاط میں ہو۔ امام نووی نے اذکار میں بعد عبارت مذکورہ پھر شمس سخاوی نے فتح المغیث، پھر شہاب خفاجی نے نسیم[2] الریاض میں فرمایا:

الا حكام كالحلال والحرام والبیع والنكاح والطلاق وغیر ذلك فلا

یعنی محدثین وفقہاء وغیرہم فرماتے ہیں کہ حلال وحرام بیع نکاح اور طلاق وغیرہا

[1] فی فصل الحادی والثلثین ۱۲ منہ سلمہ ربہ

[2] فی شرح الخطبه حیث اسند الامام المصنف حدیث من سئل عن علم مكمة الحدیث ۱۲ منہ سلمہ ربہ

يعمل فيها الا بالحديث الصحيح او الحسن الا ان يكون فی احتياط فی شیء من ذلك كما اذا اورد حديث ضعيف بكراهة بعض البيوع اوالا نكحه فان المستحب ان يتنزه عنه ولكن لا يحب

احکام کے بارے میں صرف حدیث صحیح یا حسن ہی پر عمل کیا جائے گا' مگر یہ کہ ان مواقع میں کسی احتیاطی بات میں ہو جیسے کسی بیع یا نکاح کی کراہت میں حدیث ضعیف آئے تو مستحب ہے کہ ان سے بچیں' ہاں واجب نہیں۔

امام جلیل جلال الدین سیوطی تدریب میں فرماتے ہیں:

ويعمل بالضعيف ايضا فی الا حكام اذا كان فيه احتياط .

حدیث ضعیف پر احکام میں بھی عمل کیا جائے گا' جبکہ اس میں احتیاط ہو۔

علامہ حلبی غنیہ[1] میں فرماتے ہیں:

الاصل ان الوصل بين الا ذان والا قامة يكره فی كل الصلوٰة لما روی الترمذی عن جابر رضی الله تعالیٰ عنه ان رسول الله صلی الله تعالیٰ عليه وسلم قال البلال اذا اذنت فترسل واذا اقمت فاحدد واجعل بين اذا نك واقامتك قدر ما يفرغ الا كل فی غير المغرب[2] والشارب من شربه والمعتصر اذا ادخل لقضاء حاجة

یعنی اصل یہ ہے کہ اذان کہتے ہی فوراً اقامت کہہ دینا مطلقاً سب نمازوں میں مکروہ ہے' اس لیے کہ ترمذی نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اذان ٹھہر ٹھہر کر کہا کرو اور تکبیر جلد جلد اور دونوں میں اتنا فاصلہ رکھ کہ کھانے والا اپنے کھانے اور پینے والا اپنے پینے اور ضرورت والا اپنی قضائے حاجت سے فارغ ہوجائے یہ حدیث

---

[1] فی فضل سنن الصلوٰة ۱۲ منه سلمه ربه

[2] فی غير المغرب فكذا هو فی نسخة الغنية وليس عند الترمذی بل هو مدرج فيه نعم هوتا ويل من العلماء كما قال فی الغنية بعد ما نقلنا قالو قوله قدر ما يفرغ الا كل من اكله فی غير المغرب ومن يشربه فی المغرب الخ

وھووان كـان ضـعيفا لكن يجوز العمل به فی مثل هٰذا الحكم — اگرچہ ضعیف[۱] ہے، مگر ایسے حکم میں اس پر عمل روا ہے۔

نفیسہ

ایک حدیث ضعیف میں بدھ کے دن پچھنے لگانے سے ممانعت آئی ہے:

مـن احتجـم يـوم الا ربعاء ويوم السبـت فـلا اصابه برص فلا يلو من الا نفسه ۔ — جو بدھ یا ہفتہ کے روز پچھنے لگائے، پھر اس کے بدن پر سپید داغ ہوجائے تو وہ اپنے ہی آپ کو ملامت کرے

ایک صاحب محمد بن جعفر بن مطر نیشاپوری کو فصد کی ضرورت تھی۔ بدھ کا دن تھا خیال کیا کہ حدیث مذکور تو صحیح نہیں فصد لے لی، فوراً برص ہوگئی۔ خواب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوے۔ حضور سے فریاد کی۔ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اياك والا ستهانة بالحديثی — خبردار میری حدیث کو ہلکا نہ سمجھنا

حضرت امام سیوطی الآلی[۲] و تعقبات[۳] میں مسند الفردوس دیلمی سے نقل فرماتے

سـمـعـت ابی يقول سمعت ابا عمرو محمد بن جعفر بن مطر النيشا فوری قـال قـلـت يـومـا ان هـٰذا الـحـديث ليس بـصـحيح فا فتصدت يوم الاربـعـاء فاصا بنی البرص فرأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم فی النوم فشكوت اليه حالی فقال اياك والا ستهانة بحديثی فقلت تبت يا رسول الله صلى الله عليه وسلم فانتبهت وقد عافانی الله تعالىٰ وذٰلك عنی ۔

جلیلہ

امام ابن عساکر روایت فرماتے ہیں: ابو معین حسین بن حسن طبری نے پچھنے لگانے

---

[۱] امام ترمذی نے فرمایا: هواسناد مجهول ۱۲ منه سلمه ربه

[۲] اواخر كتاب المرض والطب ۱۲ منهٗ سلمه ربه

[۳] طب الجنائز ۱۲ منه سلمه ربه

چاہے۔ ہفتہ کا دن تھا۔ غلام سے کہا کہ حجام کو بلالا۔ جب وہ بلانے چلا تو حدیث یاد آئی۔ پھر کچھ سوچ کر کہا حدیث میں تو ضعف ہے غرض پچھنے لگا لیے برص ہوگئی۔ خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے فریاد کی۔ فرمایا:

اياك والا ستهانة بحديثي   دیکھ میری حدیث کا معاملہ آسان نہ جاننا۔

انہوں نے منت مانی اللہ تعالیٰ اس مرض سے نجات دے' تو اب کبھی حدیث کے معاملے میں سہل انگاری نہ کروں گا صحیح ہو یا ضعیف۔ اللہ عزوجل نے شفا بخشی۔ لآلی[1] میں ہے۔

اخرج ابن عساكر في تاريخه من طريق ابي علي مهران بن هارون الحافظ الرازي قال سمعت ابامعين الحسين بن الحسن الطبري يقول اردت الحجامة يوم السبت فقلت للغلام ادع لي الحجام فلما ولي الغلام ذكرت خبر النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فاصابه وضح فلايلو من الانفسه قال فدعوت الغلام ثم تفكرت فقلت هٰذا حديث في اسناده بعض الضعف فقلت للغلام ادع الحجام لي فدعاه فاحتجمت فاصا بني البرص فرأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم في النوم فشكوت اليه حالي فقال اياك والاستهانة بحديثي فنذرت الله نذرالئن اذهب الله مالي البرص لم اتهاون في خبر النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم صحيحاً كان اوسقيماً فذهب الل عني ذلك البرص ۔

مفيده

یوں ہی ایک حدیث ضعیف میں بدھ کے دن ناخن کتروانے کو آیا کہ مورث برص ہوتا ہے۔ بعض علماء نے کتروائے کسی نے بر بنائے حدیث منع کیا اور فرمایا حدیث صحیح نہیں۔ فوراً مبتلا ہوگئے۔ خواب میں زیارت جمال بے مثال حضور پر نور محبوب رب ذوالجلال صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور اپنے حال کی شکایت عرض کی۔ حضور والا صلی اللہ

[1] ۱۲ منه سلمه ربه

علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم نے نہ سنا تھا کہ ہم نے اس سے نہی فرمائی ہے۔ عرض کی یہ حدیث میرے نزدیک صحت کو نہ پہنچی تھی۔ ارشاد ہوا تمہیں اتنا کافی تھا کہ یہ حدیث ہمارے نام پاک سے تمہارے کان تک پہنچی۔ یہ فرما کر حضور مبری الاکمہ والابرص محی الموتٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس کہ پناہ دو جہان ودستگیر بے کساں ہے' ان کے بدن پر لگا دیا' فوراً اچھے ہوگئے اور اسی وقت توبہ کی کہ اب کبھی حدیث سن کر مخالفت نہ کروں گا۔

علامہ شہاب الدین خفاجی مصری حنفی رحمتہ اللہ تعالٰی علیہ نسیم الریاض شرح امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں: **قص الاظفار وتقليمها سنة وورد النهى عنه فى يوم الاربعاء وانه يورث البرص وحكى بعض العلماء انه فعله فنهى عنه فقال لم يثبت هذا فلحقه البرص من ساعة فراى النبى صلى الله تعالٰى عليه وسلم فى منامه فشكىٰ اليه فقال له الم تسمع نهيى عنه فقال لم يصح عندى فقال صلى الله تعالٰى عليه وسلم يكفيك انه سمع ثم مسح بدنه بيده الشريفة فذهب مابه فتاب عن مخالفة ماسمع ا ھ۔**[1]

یہ بعض علماء امام ابن الحاج مکی مالکی قدس اللہ سرہ العزیز تھے۔ علامہ طحطاوی حاشیہ درمختار میں فرماتے ہیں:

ورد فى بعض الأثار النهى عن قص الاظفار يوم الاربعاء فانه يورث البرص وعن ابن الحاج صاحب المدخل انه هم بقصّ اظفاده يوم الاربعاء فتذكر ذلك فترك ثم راى ان قص الاظفار سنة حاضرة ولم يصح عنده النهى فقصها فلحقه اى اصابه البرص فراى النبى صلى الله تعالٰى عليه وسلم فى النوم فقال الم تسمع نهيى عن ذلك فقال يا رسول الله لم يصح عندى ذلك فقال يكفيك ان تسمع ثم مسح صلى الله تعالٰى عليه وسلم علٰى بدنه فزال البرص جميعا قال ابن الحاج رحمه الله تعالٰى فجدوت مع

[1] القسم الاوّل الباب الثانى الفصل الرابع نظافة جسمه صلى الله تعالٰى عليه وآله وسلم

اللہ توبة الیٰ لا اخالف ما سمعت عن رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابدا۔

سبحان اللہ جب محل احتیاط میں احادیث ضعیفہ خود احکام میں مقبول ومعمل...... تو فضائل ہیں اور ان فوائد نفیسہ' جلیلہ' مفیدہ سے بحمد اللہ عقل سلیم کے نزدیک وہ مطلب بھی روشن ہوگیا کہ ضعف حدیث اس کی غلطی واقعی کو مستلزم نہیں۔ دیکھو یہ حدیثیں بلحاظ سند کیسی ضعاف تھیں اور واقع میں ان کی وہ شان کی مخالفت کرتے ہی فوراً تصدیقیں ظاہر ہوئیں۔ کاش منکر ان فضائل کو بھی اللہ عزوجل تعظیم مصطفیٰ کے ساتھ ساتھ تعظیم حدیث مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توفیق بخشے اور اسے ہلکا سمجھنے سے نجات دے۔ آمین ثم آمین!

افادۂ بست ویکم

بذریعہ حدیث ضعیف کسی فعل کے لیے محل فضائل میں استحباب یا موضع احتیاط میں حکم تنزہ ثابت کرنے کے لیے زنہار زنہار اصلاً اس کی حاجت نہیں کہ بالخصوص اس فعل معین کے باب میں کوئی حدیث صحیح بھی وارد ہوئی ہو' بلکہ یقیناً قطعاً صرف ضعیف ہی کا ورود ان احکام استحباب وتنزہ کے لیے ذریعہ کافیہ ہے۔ افادات سابقہ کو جس نے ذرا بھی بگوش ہوش استماع کیا ہے۔ اس پر یہ امر شمس وامس کی طرح واضح وروشن' مگر آں جا کہ مقام مقام افادہ ہے۔ ایضاع حق کے لیے چند تنبیہات کا ذکر مستحسن اولاً کلمات علمائے کرام میں بآنکہ طبقہ فطبقہ اس جوش وکثرت سے آئے۔ اس تقیید بعید کا کہیں نشان نہیں۔ تو خواہی نخواہی مطلق کو از پیش خویش مقید کرلینا کیونکر قابل قبول ہے۔ ثانیاً: بلکہ ارشادات علماء صراحتہً اس کے خلاف مثلاً عبارت اذکار وغیر ہا خصوصاً عبارت امام ابن الہمام کہ نص صریح ہے کہ ثبوت استحباب کو حدیث ضعیف کافی ہے۔

اقول

بلکہ خصوصاً اذکار کا وہ فقرہ کہ اگر کسی بیع یا نکاح کی کراہت میں کوئی حدیث ضعیف آئے تو اس سے بچنا مستحب ہے' واجب نہیں۔ اس استحباب وانکار وجوب کا منشا وہی

ہے کہ اس سے نہی میں حدیث صحیح نہ آئی کہ وجوب ہوتا۔ تنہا ضعیف نے صرف استحباب ثابت کیا اور سب سے اعلیٰ واجل کلام امام ابوطالب مکی اس میں تو بالقصد اس تقیید جدید کا ردصریح فرمایا ہے وان لم یشھد الہ اگرچہ کتاب وسنت اس خاص امر کے شاہد نہ ہوں۔

ثالثاً: علمائے فقہ وحدیث کا عمل درآمد قدیم وحدیث اس قید کے بطلان پر شاید عدل جا بجا انہوں نے احادیث ضعیفہ سے ایسے امور میں استدلال فرمایا ہے جن میں حدیث صحیح اصلاً مروی نہیں۔

اقول:

مثلاً ۱-نماز نصف شعبان کی نسبت علامہ علی قاری۔

۲-صلوٰۃ التسبیح کی نسبت برتقدیر تسلیم ضعف وجہالت امام زرکشی وامام سیوطی کے اقوال افادۂ دوم میں گزرے۔

۳-نماز میں امامت اتقی کی نسبت امام محقق علی الاطلاق کا ارشاد افادۂ شانزدہم میں گزرا۔ وہاں اس تقیید کے برعکس حدیث ضعیف پر عمل کو فقدان صحت سے مشروط فرمایا ہے۔ حیث قال روی الحاکم عنہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ان سرکم ان تقبل صلوتکم فلیؤمکم خیارکم فان صح والا فالضعیف غیر الموضوع یعمل بہ فی فضائل الاعمال ۔

۴-نیز امام ممدوح نے تجہیز وتکفین قریب کافر کے بارے میں احادیث ذکر کیں کہ جب ابوطالب فوت ہوئے تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیدنا مولی علی کرم تعالیٰ وجہہ الکریم کو فرمایا کہ انہیں نہلا دھلا کر دفن کرآئیں پھر خود غسل کرلیں۔ بعدہ غسل میت سے غسل کی حدیثیں نقل کیں پھر فرمایا۔

لیس فی ھٰذا اولا فی شیء من طرق حدیث علی حدیث صحیح لکن طرق حدیث علی	ان دونوں باب میں کوئی حدیث صحیح نہیں مگر حدیث علی کے طرق کثیر ہیں، اور استحباب حدیث ضعیف غیر موضوع سے

کثیرہ والا ستحباب یثبت ثابت ہوجاتا ہے۔

بالضعیف غیر الموضوع ۔

۵-غسل کے بعد استحباب مندیل کی نسبت علامہ ابراہیم حلبی۔

۶-تائید اباحت کی نسبت امام ابن امیر الحاج۔

۷-استحباب مسح گردن کی نسبت مولانا علی مکی۔

۸-استحباب کی نسبت امام ابن الصلاح وامام نووی وامام سیوطی کے ارشادات۔

افادۂ ہفدہم۔۹-کراہت وصل بین الاذن والا قائمۃ کی نسبت علامہ حلبی کا کلام۔

۱۰-بدھ کو ناخن تراشنے کی نسبت خود نسیم الریاض وطحطاوی کے اقوال افادۂ بستم میں زیور گوش سامعین وہئے۔ یہ دس تو یہیں موجود ہیں اور خوف اطالت نہ ہوتو سو دوسو ایک ادنیٰ نظر میں جمع ہوسکتے ہیں' مگر ایضاح واضح میں اطناب تا کے۔

رابعاً اقول: نصوص واحادیث مذکورۂ افادات ہفدہم وبستم کو دیکھیے کہیں بھی اس قید بے معنے کی مساعدت فرماتے ہیں' حاشا بلکہ باعلیٰ ندا اس کی لغویت بتاتے ہیں۔ **کما لا یخفیٰ علیٰ اولی النھیٰ ۔**

خامساً اقول: وباللہ التوفیق۔ اس شرط زائد کا اضافہ اصل مسئلہ اجماعیہ کو محض لغو ومہمل کردے گا کہ اب حاصل یہ ٹھہرے گا کہ احکام میں تو مقتضائے حدیث ضعیف پر کار بندی اصلاً جائز نہیں' اگرچہ وہاں حدیث صحیح موجود ہو اور ان کے غیر میں بحالت وجود صحیح صحیح ورنہ قبیح۔

اولاً: اس تقدیر پر عمل بمقتضی الضعیف من حیث ہو مقتضی الضعیف ہوگا۔ یا من حیث ہو مقتضی الصحیح الثانی قطعاً احکام میں بھی حاصل اور تفرقہ زائل کیا احکام میں ورود ضعیف صحاح ثابتہ کو بھی رد کردیتا ہے۔ **ھذا ذ لا یقول بہ الا الجاھل** اور اول خود شرط سے رجوع یا قول بالمتنافیین ہوکر مدفوع کہ جب مصحح عمل ورود صحیح ہے تو اس سے قطع نظر ہوکر صحت کیونکر۔

ثانیاً: اگر صحیح نہ آتی صعیف بے کارتھی۔ آتی تو وہی کفایت کرتی۔ بہرحال اس کا

وجود وعدم یکساں، پھر معمول بہ ہونا کہاں۔

ثالثاً: بعبارۃ اخری اظہر واجلیٰ حدیث پر عمل کے یہ معنے ہیں کہ یہ حکم اس سے ماخوذ اور اس کی طرف مضاف ہو کہ اگر نہ اس سے لیجیے نہ اس کی طرف اسناد کیجیے تو اس پر عمل کیا ہوا اور شک نہیں کہ خود صحیح کے ہوتے ضعیف سے اخذ اور اس کی طرف اضافت چہ معنی۔ مثلاً کوئی کہے چراغ کی روشنی میں کام کی اجازت تو ہے۔ مگر اس شرط پر کہ نور آفتاب بھی موجود ہو۔ سبحان اللہ! جب مہر نیمروز خود جلوہ افروز ہو تو چراغ کی کیا حاجت۔ اور اس کی طرف کب اضافت۔ اسے چراغ کی روشنی میں کام کرتا کہیں گے یا نور شمس میں۔ ع

آفتاب اندر جہاں آں گہ کہ میجوید سہا

لاجرم معنی مسئلہ یہی ہیں کہ حدیث ضعیف احکام میں کام نہیں دیتی اور دربارۂ فضائل کافی ووافی ہے۔

ثم اقول تحقیق المقام وتنقیح المرام بحیث یکشف الغمام ویصرف الاوھام ان المسئلۃ تدور بین العلماء بعبارۃ العمل والقبول اما العمل بحدیث فلا یعنی بہ الا امتثال مافیہ تعویلا علیہ والجری علی مقتضاہ نظرا الیہ والا بدمن ھٰذاالقید الا تری ان لو توافق حدیثان صحیح وموضوع علی فعل ففعل للامربہ فی الصحیح لا یکون ھٰذا عملا علی الموضوع واما القبول فھووان احتمل معنی الروایۃ من دون بیان الضعف فیکون الحاصل ان الضعیف یجوز روایۃ فی الفضائل مع السکوت عما فیہ دون الاحکام لکن ھٰذا المعنی علی تقدیر صحتہ انما یرجع الی معنی العمل کیف ولا منشاء لا یجاب اظہار الضعف فی الاحکام الا التحذیر عن العمل بہ حیث لا یسوغ فلو لم یسخ فی غیر ھا ایضا لکان ساویھا فی الایجاب فدار الامر فی کلتا العبارتین الی تجویز المشی علی مقتضی الضعاف فی مادون الاحکام فاتضح ما استد للتابہ خامسا

وانكشف الظلام هٰذا هو التحقيق بيدان هھنارجلين من اهل العلم زلت اقدام اقلامهما فحملا العمل والقبول علٰی ماليس بمراد ولا حقيقتا بقبول احدهما العلامة الفاضل الخفاجي رحمت رحمة الله تعالٰی حيث حاول الرد علی المحقق الدّوانی واوهم بظاهر كلامه ان محله ما اذا روی حديث فی ثواب بعض الامورات الثابت استحبابها والترغيب فيه اوفی فضائل بعض الصحابة والا ذكار[1] الماثورة قال ولا حاجة الیٰ تخصيص الاحكام والا عمال كما توهم للفرق الظاهر بين الاعمال وفضائل الاعمال اھ۔

اقول لو لا ان الفاضل المدقق خالف المحقق لكان لكلامه معنی صحيح فان الثبوت اعم من الثبوت عينا اور باندراج تحت اصل عام دلو اصالة الا باحة فان المباح يصير بالنية مستحبا وغن لانكر ان قبول الضعاف مشروط بذٰلك كيف ولولاه لكان فيه ترجيح الضعيف علی الصحيح وهو باطل وفاقاً فلو اراد الفاضل هٰذا المعنی لاصاب ولسلم من التكرار فی قوله اوالاذكار الماثوره لكنه رحمه الله تعالٰی بصدد مخالفة المحقق المرحوم وقدكان المحقق انما عول علی هٰذا المعنی الصحيح حيث قال المباحات تصير بالنية عبادة فكيف مافيه شبهة الاستحباب لاجل الحديث الضعيف والحاصل ان الجواز معلوم من خارج والا ستحباب ايضا معلوم من القواعد الشرعة الدالة علی استحباب الاحتياط فی امر الدين فلم يثبت شیء من الاحكام بالحديث الضعيف بل اوقع الحديث شبهة الاستحباب فصارا لاحتياط ان يعمل به فاستحباب الاحتياط معلوم من قواعد الشرح اھ ملخصا ۔ فالظاهر من عدم ارتضائه انه يريد الثبوت عينا بخصوصه ويؤيده تشبثه بالفرق بين الاعمال

[1] اقول انت تعلم ان هٰذا لتكر روما احسن التكرا فی باب الاذكار ۱۲ منه سلمه ربه

وفضائلها فان اراده فهذه جنود براهين لا قبل لا حد بها وقد اتاك بعضها [١] على انى -

اقول اذن يرجع معنى العمل بعد الاستقصاء التّام الى ترجى اجر مخصوص على عمل منصوص اى يجوز العمل بشيءٍ مستحب معلوم الاستحباب مترجيا فيه بعض خصوص الثواب لورود حديث ضعيف فى الباب فالان نسألكم عن هٰذا الرجاء اهو كمثله بحديث صحيح ان لروردام دونه الاول باطل فانه صحة الحديث بفعل لا يجبر ضعف ماوردفى الثواب المخصوص عليه وعلى الثانى هٰذا القدر من الرجاء يكفى فيه الحديث الضعيف فاى حاجة الى درود صحيح بخصوص الفعل نعم لا بدان يكون مما يجيز الشرع رجاء الثواب عليه وهٰذا حاصل بالا ندراج تحت اصل مطلوب اومباح مع قصد مندوب فقد استبان ان الوجه مع المحقق الدوانى والله تعالٰى اعلم .

ثانيهما بعض من تقدم الدوانى زعم ان مراد النووى بما مرّمن كلامه فى الاربعين والاذكارانه اذا ثبت حديث صحيح اوحسن فى فضيلة عمل من الاعمال تجوزرواية الحديث الضعيف فى هٰذا الباب قال المحقق بعد نقله فى الانموذج لا يخفى ان هٰذا لايرتبط بكلام النووى فضلا عن ان يكون مراده ذلك فكم بين جوازالعمل واستحبابه وبين مجرد نقل الحديث فرق على انه لو لم يثبت الحديث الصحيح والحسن فى فضيلة عمل من الاعمال يجوز نقل الحديث الضعيف فيها لا سيما مع التنبيه على

[١] ويكدره ايضا على ما قيل مغايرة العلماء بين فضائل الاعمال والترغيب على ماهو الظاهرين من كلا مهم فلفظ ابن الصلاح فضائل الاعمال واسر، فنون الترغيب والترهيب وسائر ما لا تعلق له بالا حكام والعقائد هٰذا ترضيح ما قيل واما اقول بل المراد بفضائل الاعمال التى هى فضائل تشهد بذالك كملات العلماء المارة فى الافادة السابعة عشره كقول الغنيه والقارى والسيوطى وغيرهم كما لا يخفى على من له اولى مسكة.١٢ منه سلمه ربه

ضـعـفـه ومثـل ذلك فى كتب الحديث وغيره شائع يشهدبه من تتبع ادنى تتبع اﻫ .

اقول لارى احداً ممن ينتمى الى العلم ينتهى فى العبادة الى حديحيل رواية الـضـعـاف مـطـلـقـا حتّى مـع بيـان الضعف فان فيه خرقا لاجماع المسلمين وتاثيمابينا لجميع المحدثين وانما المراد الرواية مع السكوت عن بيان الوهن فقول المحقق لا سيما مع التنبيه على ضعفه ليس فى محله والأن نعود الى تزنيف مقالة فنقول .

اولاً هـذا الذى ابدى ان سلم وسلم لم يتمش الا فى لفظ القبول كما اشهـنـا اليـه سابقا فمجرد روايت حديث لو كان عملاً به لزم ان يكون من روى حـديثـا فى الصلوٰة صلى او فى الصوم فقد صام وهٰكذا مع ان الواقع فـى كـلام الامـام فـى كـلا الـكتـابين انما هر لفظ العمل وهٰذا ماشاراليه الدوانى بقوله ان هٰذا لا يرتبط الخ .

واثـانياً اقول قدبينا ان القبول انما مرجعه الى جواز العمل وح يكفى فى ابطاله وليلنا المذكور خامسا مع ماتقدم .

وثـالثـاً اذن يـكـون حـاصـل التـفرقة ان الاحكام لا يجوز فيها رواية الـضـعـاف اصـلاولـو وجـد فـى خـصـوص البـاب حديث صحيح اللهم الامـقـرونة ببيـان الضعف اما دونها كا لفضائل فتجوز اذا صح حديث فيه بـخـصـوصـه والا لاببيـان وح ماذا يضع بالوف مؤلفة من احاديث مضعفة رويـت فـى الـسـيـر والـقـصـص والمراغظ والترغيب والفضائل والترهيب وسائر مالا تعلق له بالعقد والحكم مع فقد ان الصحيح فى خصوص الباب وعدم الا قتران ببيان الوهن وهٰذا ماشار اليه الدوانى بالعلاوة .

اقـول دع عـنك تـوسـع المسانيد التى تسند كل ماجاء عن صحابى والـمعاجيم التى توعى كل ماوعى عن شيخ بل والجوامع التى تجمع امثل

مما في الباب وردوان لم يكن صحيح السند هذا الجبل الشامخ البخاري يقول في صحيحه .

حدثنا علي بن عبد الله بن جعفر ثنا معن بن عيسى ثنا ابي بن عباس بن سهل عن ابيه عن جده قال كان للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم في حائطنا فرس يقال له اللحيف اه .

في تهذيب التهذيب للذهبي ابي بن عباس بن سهل بن سعد الساعدي المدني عن ابيه وابي بكر بن حزم وعنه معن القزاز وابن ابي فديك وزيد بن الحباب وجماعة قال الدولابي ليس بالقوي قلت وضعفه ابن معين وقال احمد منكر الحديث اه وكقول الدولابي قال النسائي كما في الميزان وله يقل في الكتابين توثيقه عن احد وبه ضعف الدار قطني هذا الحديث لا جرم ان قال الحافظ فيه ضعف قال ماله في البخاري غير حديث واحد اه قلت فانما الظن بابي عبد الله انه انما استحل لان الحديث ليس من باب الاحكام . والله تعالى اعلم ○

وارابعاً اقول قد شاع وذاع ايراد الضعاف في المتابعات والشواهد فالقول بمنعه في الاحكام مطلقاً وان وجد الصحيح باطل صريح رج يرتفع الفرق ويتهدم اساس السنة المجمع عليها بين علماء الغرب والشرق لا اقول عن هذا وذاك بل عن هذين الجبلين الشامخين صحيحي الشيخين فقد نشر لا كثيرا عن شرطهما في غير الاصول قال الامام النووي في مقدمة شرحه لصحيح مسلم عاب عائبون مسلما رحمه الله تعالى بروايته في صحيحه عن جماعة من الضعفاء والمتوسطين الواقعين في الطبقة الثانية الذين ليسوا من شرط الصحيح ولا عيب عليه في ذلك بل جوابه

---

(١) قلت واما اخوه عبد المهيمن فاضعف واضعف ضعفه النسائي والبخاري قال البخاري منكر الحديث اي فلا تحل الرواية عنه كما مر لا جرم ان قال ابن حجر في التقريب ضعيف وله ١٢ منه سلمه ربه

من اوجه ذکر ها الشیخ الامام ابوعمروبن الصلاح (الیٰ ان قال) الثانی ان یکون ذٰلک واقعا فی المتابعات والشواهد لا فی الاصول وذٰلک بان یذکر الحدیث اولا باسناد نظیف وجاله ثقات ویجعله اصلاثم اتبعه باسناد اخراو اسانید فیها بعض الضعفآء علی وجه التاکید بالمتابعة او زیادة فیه تنبیه علیٰ فائدة فیما قدمه وقد اعتذر الحاکم ابوعبدالله بالمتابعة والا ستشهاد فی اجراجه من جماعة لیسو امن شرط الصحیح منهم مطر الوراق وبقیة بن الولید ومحمد بن اسحاق بن یساد وعبدالله بن عمر العمری والنعمان بن راشد اخرج مسلم عنهم الشواهد فی اشباه لهم کثیرین انتهیٰ وقال الامام البدر محمود العینی فی مقدمة عمدة القاوی شرح صحیح البخاری یدخل فی المتابعة والا ستشهاد روایة بعض الضعفاء وفی الصحیح جماعة منهم ذکروافی المتابعات والشواهد اھ ۔

وخامساً اقول مالی اخص الکلام بغیر الاصول هذه قناطیر مقنطرة من السقام مرویة فی الاصول والا حکام ان لم تروها العلماء فمن جاء بها وکم منهم التزموا بیان ماهنا اماا لرواة فلم یعهد منهم الروایة المقرونة بالبیان اللهم الانادر الداع خاص وقد اکثر واقد یماوحدیثا من الروایة عن الضعفاء والمجاهیل ولم یعد ذالک قدحا فیهم ولا ارتکاب مأثم وهٰذا سلیمٰن بن عبدالرحمٰن الدمشقی الحافظ شیخ البخاری ومن رجال صحیحه قال فیه الامام ابوحاتم صدوق الاانه من اروی الناس عن الضعفاء والمجهولین اھ ۔

ولوسردت اسماء الثقات الرواة عن المجروحین لکثرو طال فلیس منهم من التزم ان لا یحدث الا عن ثقه عنده الا نزر قلیل کشعبة ومالک واحمد فی المسند ومن شاء الله تعالیٰ واحد العبد واحد ثم هٰذا ان کان

لہ اواخر القم الثانی الحسن ۱۲ منه سلمه ربه

ففي شيوخهم خاصة لا من فوقهم والا لما اتى من طريقهم ضعيف اصلا ولكان مجرد وقوعهم في السند دليل الصحة عندهم اذا صح السند اليهم ولم يثبت هٰذا الامام الهمام يقول لا بنه عبدالله بواردت ان اقتصر علٰى ما صح عندى لم اروِ من هٰذا المسند الا الشئى بعد الشيء ولكنك يا بنى تعرف طريقتى فى الحديث انى لا اخالف مايضعف الا اذاكان فى الباب شىء يدفعه ذكره فى فتح المغيث واما المصفون فاذا عدوت امثال الكتب الثلٰثة للبخارى ومسلم والترمذى ممن التزم الصحة اوالبيان الفيت عامه المسانيد والمعاجيم والسنن والجرامع والا جزأ تنطوى فى كل باب على كل نوع من انواع الحديث من دون بيان وهٰذا مما لا ينكره الا جاهل اومتجاهل فان ادعى مدع انهم لا يستحلون ذٰلك فقد نسبهم الى اقتحام مالا يبيحون وان زعم زاعم انهم لا يفعلون ذٰلك فهم بضيعهم علٰى خلفه شاهدون ـ

وهٰذا ابوداوٗد الذى الين له الحديث كما الين لداوٗد عليه الصلاة والسلام الحديد قال فى رسالة الى اهل مكة شرفها الله تعالٰى ان ماكان فى كتابى من حديث فيه وهن شديد فقد بينة ومنه مالا يصح سنده ومالم اذكرفيه شيئا ـ فهو صالح وبعضها اصح من بعض اھ ـ

والصحيح ما افاده الامام الحافظ ان لفظ صالح فى كلامه اعم من ان يكون الاحتجاج وللاعتبار فما ارتقى الى الصحه ثم الى الحسن فهو بالمعنى الاول وماعدا هما فهو بالمعنى الثانى وما قصر عن ذٰلك فهوالذى فيه وهن شديد اھ ـ

وهٰذا الذى يشهدبه الواقع فعليك به وان قيل وقيل[1] وقد نقل عن

---

[1] اے قيل حسن عنده واختاره الامام المنذرى وبه جزم ابن الصلاح فى مقدمة وتبعة الامام النووى فى التقريب اى وقد لا يكون حسنا غيره كما فى ابن الصلاح وقيل صحيح عنده ومشى عليه الامام الزيلعى فى نصب الراية عند ذكر حديث القلتين وتبعة العلامه الحلبى ـ

اعلام سیر النبلاء للذهبی انما ضعف اسناده لنقص حفظ راویه فمثل هٰذا یسکت عنه ابو داؤد غالبا الخ ومعلوم ان کتاب ابی داؤد انما موضوعه الاحکام وقد قال فی رسالة انما لم اصنف کتاب السنن الا فی الاحکام ولم اصنف فی الزهد وفضائل الأعمال وغیر ها الخ ۔

وقال الشمس محمد ن الخاوی فی فتح المغیث اما حمل ابن سیّد الناس فی شرحه للترمذی قول السلفی علی مالم یقع التصریح فیه من مخرجها وغیره بالضعف فیقتضی کما قال الشارح فی الکبیر ان ماکان فی الکتب الخمسة مسکوتا عنه ولم یصرح بضعفه ان یکون صحیحا ولیس هٰذا الاطلاق صحیا بل فی کتب السنن احادیث لم یتکلم فیها الترمذی وابو داؤد ولم بخد لغیرهم فیها کلاما ومع ذٰلك فهی ضعیفة اھ ۔

وقال فی المرقاة الحق ان فیه ای فی مسند الامام احمد رضی اللّٰه تعالٰی احادیث کثیرة ضعیفة وبعضها اشد فی الضعف من بعض الخ ۔

ونقل بعیده عن شیخ الاسلام الحافظ انه قال لیست الاحادیث الزائدة فیه علی فی الصحیحین باکثر ضعفا من الاحادیث الزائدة فی سنن ابو داؤد والترمذی علیهما وباجملة فالسبیل وحد لمن اراد الاحتجاج بحدیث من السنن لا سیما سنن ابن ماجه ومصنف ابن ابی شیبة وعبدالرزاق مما الا مرفیه اشد او بحدیث من المسانید لان هٰذ کلها لم

(بقیہ گزشتہ صفحہ سے) فی القیة فی فصل فی النوافل وکذلك یقال ههنا انه قد لا یصح عند غیره بل ولا یحسن وامام والامام ابن الهمام فی الفتح اوّل الکتاب وتلمیذه فی الحلیة قبیل صفة الصلٰوة فا قتصرا علی الحجیة وهی تشملهما فیقرب من قول من قال حسن وهذا الذی ذکره الحافظه تبعه العلامة القسطلانی فی مقدمة الارشاد و خاتم الحفاظ فی التدریب فی عرفی الحسن قال لکن ذکر النووی عنه ما سکت فانکالنا صح ذلك الخ اھ اقول ان یقول ان القدرأ وانما الترمذی ونوه امره صح عنه الا هذا الذی الاصطلاح ۱۲ منه سلمه ربه

يسترط جا معوها الصتحه والحسن وتلك السبيل ان المحتج ان كان اهلا للنقل والتصحيح فليس له ان يحتج بشيء من القسمين حتى يحيط به وان لم يكن اهلا لذالك فان وجد اهلا لتصحيح اوتحسين قلده والا فلا يقدم على الاحتجاج فيكون كحاطب ليل فلعله يحتج بالباطل وهو لا يشعرا ۔

وقال الامام عثمان الشهر زوری فی علوم الحديث حكى ابوعبدالله بن مندة الحافظ انه سمع محمد سعد الباوردى بمصر بقول كان من مذهب ابی عبدالرحمٰن النسائي ان يخرج عن كل من لم يجمع علىٰ تركه وقال ابن منده وكذلك ابو داوٗد الجستانی ياخذ ماخذه ويخرج الاسناد الضيف اذالم يجد في الباب غيره لانه اقوى عنده من راى الرجال ا ھ ۔

و فيها بعيده ثم فى التقريب والتدريب وهٰذا الفظهما مخلصاً اما مسند الامام احمد بن حنبل وابی داوٗد الطياسی وغير هما من المسانيد كمسند عبيد الله بن موسىٰ واسحاق بن راهويه والدارمی وعبد حميد وابن يعلىٰ الموصلى والحسن بن سفين وابی بكرن البزاز فهؤلاء عادتهم ان يخرجوا فی مسند كل صحابی ماورد من حديثه غير مقيدين بان يكون متحجابه اولا الخ ۔

وفيه اعنى التدريب قيل ومسند البرازيين فيه الصحيح من غيره قال العراقی ولم يفعل ذٰلك الا قليلاً الخ ۔

وفى البناية[1] شرح الهداية للعلامة الامام البدر العينی الدار قطنی كتابه مملواً من الاحاديث الضعيفة والشاذة والمعلة وكم فيه من حديث لا يوجد فی غير اھ وذكر اشد منه للخطيب ونحوه للبيهقی اھ ۔

و فتح المغيث[2] يقع ايضا في صحيح ابن عوانة الذى عمله

---

[1] فی مسئلة الجهر بالبسمله ۱۲ منہ [2] فی الصحيح الزائد علی الصحيحين ۱۲ منہ

مستخرجا على مسلم احاديث كثيرة زائدة على اصله وفيها الصحيح والحسن بل والضعيف اضا فينبغى التحرز فى الحكم عليها ايضا ـ اهـ نصوص العلمآء فى هذا الباب كثيرة جد اوما اوردنا كاف فى ابانة ماقصدنا وبالجملة فروايتهم الضعاف من دون فى كل باب وان لم يوجد الصحيح معلوم مقرر لايرد ولا ينكر وانما اطنبنا ههنا لما شممنا خلافه من كلمات بعض الجلة والحمد لله على كشف الغمة وتثبيت القدم فى المزلة فاستبان ان لو كان المراد مازعم هذا الذى نقلنا قوله لكانت التفرقه بين الاحكام والضعاف قد انعدمت والمسئالة الاجماعتيه من اساسها قد انهدمت .

هذا وجه ولك ان تسلك مسلك ارخاء العنان وتقول على وجه التشقيق ان الحكم الذى رويت فيه الضعاف مطلقة هل يوجد فيه صحيح ام لافان وجد فقد رودا الضعيف ساكتين فى الاحكام ايضا عندوجود الصحيح فاين الفرق وان لم يوجد فالا مراشد .

فان التجاء ملتج الى انهم يعدون سوق الاسانيد من البيان اى فلم يوجد منهم رواية الضعاف فى الاحكام الامقرونته .

قلت اولاً هذا شيء قديبديه بعض العلماء عذرا ممن روى الموضوعات ساكتا عليها ثم لا يقبلون قال الذهبى [1] فى الميزان كلام ابن منذة فى ابى نعيم فظيع لا احب حكايةً ولا اقبل قول كل منهما فى الأخر بل هما عندى مقبولان لا اعلم لهما ذنبا اكبر من روايتهما الموضوعات ساكتين عنها اهـ وقد قال العراقى فى شرح من ابرز اسناده منهم فهو البسط لعذره اذا حال ناظره على الكشف عن سنده وان كان لايجوز له

---

[1] فى احمدبن عبد الله ١٢ منه سلمه ربه

[2] نقلة فى التدريب نوع الموضوع قبيل العبنيهات ١٢ منه سلمه ربه

السكوت علیه اھ ۔

وثانیاً لا یعهد منهم ایرادالاحادیث من ای باب الامسندة فهٰذا البیان لم تنفك عنه احادیث الفضائل ایضا فیما ذا تساهلو فی هٰذا دونٍ ذٰلك ۔

وثالثاً لوكان الاسناد هوالبیان المراد لاستحال روایة شیء من الاحادیث منفكا عن البیان فان الروایة لاتكون الابالاسناد قال فی التدریب حقیقة الروایة نقل السنة ونحوها واسناد ذٰلك الی من عزی الیه بحدیث واخبار وغیر ذٰلك اھ ۔

وقال الزرقانی تحت قول المواهب روی عبدالرزاق بسنده الخ بسنده ایضاح والا فهو مدلول روی اھ وقال ایضا تحت قوله روی الخطیب بسنده ایضاح فهو عندهم روی اھ واذا انتهی الكلام بنا الی هناهنا واستقر عرش التحقیق بتوفیق الله تعالٰی علٰی ماهو مرادنا فلنعد الٰی ماكنا فیه حامدین لله تعالٰی علٰی منة الجزیلة الٰی كل نبیه ومصلین علٰی نبیه الكریم واٰله وصحبه وسائر محبیه ۔

افادۂ بست ودوم

جس نے افادات سابقہ کو بنظر غائر وقلب حاضر سے دیکھا' سمجھا۔ اس پر بے حاجت بیان ظاہر وعیاں ہے کہ حدیث ضعیف سے فضائل اعمال میں استحباب یا محل احتیاط میں کراہت تنزیہ یا امر مباح کی تائیدِ اباحت پر استناد کرنا اسے احکام میں حجت بنانا اور حلال وحرام کا مثبت ٹھہرانا نہیں کہ اباحت تو خود بحکمِ اصالت ثابت اور استحباب تنزہ قواعد قطعیہ شرعیہ وارشاد اقدس کیف وقد قیل وغیرہ احادیث صحیحہ سے ثابت جس کی تقریر سابقاً زیور گوش سامعین ہوئی۔ حدیث ضعیف اس نظر سے کہ ضعف سند مستلزم غلطی نہیں۔ ممکن کہ واقع میں صحیح ہو۔ صرف امید و احتیاط پر باعث ہوئی۔ آگے حکم استحباب وکراہت ان قواعد وصحاح نے افادہ فرمایا۔ اگر شرح مطہر نے جلب مصالح وسلب مفاسد احتیاط کو مستحب نہ مانا ہوتا۔ ہرگز ان مواقع میں احکام مذکورہ کا پتہ نہ ہوتا تو

ہم نے اباحت کراہت مندوبیت جو کچھ ثابت کی دلائل صحیحہ شرعیہ ہی سے ثابت کی نہ حدیث ضعیف سے۔

اقول

تاہم ازاں جا کہ ورود ضعف وہ بھی نہ لذاتہ بلکہ بملاحظہ امکان صحت ترجی واحتیاط کا ذریعہ ہوا ہے۔ اگر اس کی طرف تجوزاً نسبت اثبات کردیں۔ بجا ہے اور ثبوت بالضعیف میں استعانت تو ادنیٰ مداخلت سے صادق۔ ہاں اگر دلائلِ شرعیہ سے ایک امرِ کلی کی حرمت ثابت ہو اور کوئی حدیث ضعیف اس کے کسی فرد کی طرف بلائے۔ مثلاً کسی حدیث مجروح میں خاص طلوع یا غروب یا استوا کے وقت بعض نماز نفل کی ترغیب آئی تو ہرگز قبول نہ کی جائے گی کہ اب اگر ہم اس کا استحباب یا جواز ثابت کریں تو اسی حدیث ضعیف سے ثابت کریں گے اور وہ صالح اثبات نہیں۔ یوں ہی اگر دلائلِ شرعیہ مثبتِ ندب یا اباحت ہوں اور ضعاف میں نہی آئی۔ اسی وجہ سے مفیدِ حرمت نہ ہوگی۔ مثلاً مقرر اوقات کے سوا کسی وقت میں ادائے سنن یا معین رشتوں کے علاوہ کسی رشتہ کی عورت سے نکاح کو کوئی حدیث ضعیف منع کرے۔ حرمت نہ مانی جائے گی' ورنہ ضعاف کی صحاح پر ترجیح لازم آئے۔ بحمد اللہ یہ معنی ہیں کلامِ علماء کے کہ حدیث ضعیف در بارۂ احکام حلال وحرام معمول نہیں۔

ثم اقول: اصل یہ ہے کہ مثبت وہ جو خلافِ اصل کسی شے کو ثابت کرے کہ جو بات مطابق اصل ہے خود اسی اصل سے ثابت ثابت کیا' محتاجِ اثبات ہوگا ولہٰذا شرحِ مطہر میں گواہ اس کے مانے جاتے ہیں جو خلافِ اصل کا مدعی ہو اور ماورائے دماء وفروج و مضار وخبائث تمام اشیاء میں اصل اباحت ہے تو ان میں کسی فعل کے جواز پر حدیث ضعیف سے استناد کرنا حلت غیر ثابتہ کا اثبات نہیں' بلکہ ثابتہ کی تائید ہے۔

هٰذا تحقيق ما اسلفنا فى الافادة السابقةعن المحقق الدّوانى و هذا هو معنى ما نصّ عليه الامام ابن دقيق العيد وسلطان العلماء عزّ الدين بن عبدالسلام وتبعهما شيخ الاسلام الحافظ نقله تمليذه السخاوى فى فتح

المغيث و فى القول البديع والسيوطى فى التدريب والشمس محمد الرملى فى شرح المنهاج النّووى شتهم من الشافعية ثم اثره عن الرّملى العلامة الشرنبلالى فى غنيه ذوى الاحكام والمحقق المدقق العلائى فى ردالمحتار و اقراه هما و محشور الدر الحلبى والطحطاوى والشّامى فيها وفى منحة الخالق خمستهم من الحنفية من اشتراط العمل بالضّعيف باندراجه تحت اصل عام وهو اذا حقّقت ليس بتقييد زائد بل تصريح بمضمون ما نصوا عليه ان العمل به فيما وراء العقائد والاحكام كما اوضحناه لك وبه ازداد انزها قابعد انزهاق ما ظنّ الظانان من ان الكلام فى الاعمال الثّابتة بالصحاح كيف ولو كان كذٰلك لما احتيج الى هٰذا الاشتراط كما لا يخفٰى والله الهادى الى سوىّ الصّراط

بحمد اللہ اس تقریر سے واضح ہو گیا کہ بعض متکلمین طائفہ جدیدۃ کا زعمِ باطل کہ ان احادیث سے جوازِ تقبیل ابہامین پر دلیل لانا احکام حلال وحرام میں انہیں حجت بنانا ہے اور وہ بتصریح علماء ناجائز محض مغالطہ وفریب دہی عوام ہے۔ ذی ہوش نے اتنا بھی نہ دیکھا کہ وہی علماء جو حدیثِ ضعیف کو حلال و حرام میں حجت نہیں مانتے۔ صدہا جگہ احادیثِ ضعیفہ سے افعال کے جواز و استحباب پر دلیل لاتے ہیں جس کی چند مثالیں افادۂ سابقہ میں گزریں۔ کیا معاذ اللہ علمائے کرام اپنا لکھا خود نہیں سمجھتے یا اپنے مقررہ قاعدہ کا آپ خاف کرتے ہیں۔ افادۂ ہفدہم میں امام ابن امیر الحاج کا ارشاد نہ سنا کہ جمہور علماء کے نزدیک فضائل اعمال میں حدیث ضعیف قابلِ عمل ہے تو کسی فعل کی اباحت قائم رکھنا بدرجۂ اولیٰ ولٰکن الوابیة لا یسمعون واذا سمعوا لا یعقلون ۝ رب انی اسئلك العفو والعافية اٰمین۔

افادۂ بست وسوم

اقول اوّلاً: جمہور علماء کے عامہ کلمات کا مطالعہ کیجئے تو وہ مواقع مذکورہ میں قابلیتِ عمل کے لیے کسی قسم ضعف کی تخصیص نہیں کرتے' صرف اتنا فرماتے ہیں کہ موضوع نہ

ہو۔ فتح القدیر والالفیہ عراقی و شرح الالفیہ للمصنف میں تھا غیر الموضوع مقدمہ ابن الصلاح وتقریب میں ما سوی الموضوع۔ مقدمہ سیّد شریف میں دون الموضوع حلیہ میں الذی لیس بموضوع اذکار میں انہی الفاظ سے اجماع ائمہ نقل فرمایا کہ مالم یکن موضوعًا۔ یوں ہی امام ابن عبدالبر نے اجماع محدثین کا ذکر کیا کہ یرونہا عن کل۔ یہ سب عبارات باللفظ یا بالمعنی افاداتِ سابقہ میں گزریں۔ زرقانی شرح مواہب[۱] میں ہے:

عادة المحدثین التساهل فی الاحکام والعقائد ما لم یکن موضوعًا

محدثین کی عادت ہے کہ غیر احکام وعقائد میں تساہل کرتے ہیں جب تک موضوع نہ ہو۔

یوں ہی علامہ حلبی سیرت الانسان العیون[۲] میں فرماتے ہیں:

لا یخفی ان السیر تجمع الصحیح والسقیم والضعیف والبلاغ والمرسل والمنقطع والمعضل دون الموضوع وقد قال الامام احمد وغیره من الائمّة اذا روینا فی الحلال والحرام شددنا واذا روینا فی الفضائل ونحوها تساهلنا۔

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی شرح صراط المستقیم میں فرماتے ہیں:

گفتہ اند کہ اگر ضعف حدیث بجہت سوئے حفظ بعض رواۃ یا اختلاط بود باوجود صدق ودیانت منجبر میگردد بتعدد طرق واگر از جہت اتہام کذب راوی باشد۔ یا شذوذ بمخالفت احفظ واضبط یا بقوت ضعف مثل فحش خطا اگرچہ تعدد طرق داشتہ باشد منجبر نگردد وحدیث محکوم بضعف باشد ودر فضائل اعمال معمول الخ۔

ثانیًا: کلبی کا نہایت شدید الضعف ہونا کسے معلوم نہیں۔ اس کے بعد صریح کذاب وضاع ہی کا درجہ ہے۔ ائمہ شان نے اسے متروک بلکہ منسوب الی الکذب تک

---

[۱] ذکر رضا صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم تحت حدیث مناغاۃ القمر لہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱۲ منہ سلمہ ربہ

[۲] نقل هذا وما سیاتی عن عیون الاثر بعض العصر یین ۱۲ منہ سلمہ ربہ

کہا۔

كذبه ابن حبان والجوز جانی وقال البخاری ترکه یحیی وابن مهدی وقال الدار قطنی وجماعة متروك .

لاجرم حافظ نے تقریب میں فرمایا: **متهم بالكذب ورمی بالرفض .**

بایں ہمہ عامۂ کتب سیر وتفاسیر اس کی اور اس کی مثال کی روایات سے مالا مال ہیں۔ علمائے دین ان امور میں انہیں بلانکیر نقل کرتے رہے ہیں۔ میزان میں ہے:

قال ابن عدی وقد حدث عن الكلبی سفین وشعبة وجماعة ورضوه باتفسير واما فی الحديث فعنده منا كير .

امام ابن سیّد الناس سیرۃ عیون لاثر میں فرماتے ہیں:

غالب مایروی عن الكلبی انساب واخبار من احوال الناس وايام العرب وسيرهم وما يجری مجری ذلك مما سمح كثير من الناس فی حمله عمن لا يحمل عنه الاحكام وممن حكی عنه الترخيص فی ذلك الامام احمد .

ثالثاً

امام واقدی کو اہل اثر جمہور نے چنین وچناں کہا جس کی تفصیل میزان وغیرہ کتب فن میں مسطور لاجرم تقریب میں کہا: **متروك مع سعة علمه .** اگرچہ ہمارے علماء کے نزدیک ان کی ترثیق ہی راجح ہے۔ **كما افاده الامام المحقق فی فتح[1] القدير۔**

بایں ہمہ یہ جرح شدید ماننے والے بھی انہیں سیر ومغازی واخبار کا امام مانتے اور سلفاء وخلفاء ان کی روایات سیر میں ذکر کرتے ہیں:

---

[1] حيث قال فی الباب الماء الذی يجوزبه الرضوء عن الواقدی قال كانت برء بضاعة طريقا للماء الی البساتين وهذا تقوم به الحجة عندنا اذا وثقنا الواقدی اما عند المخالف فلا تضعيفه اياه اهـ وقال فی فضل الاسار قال فی الامام جمع شيخنا ابو الفتح الحافظ فی اوّل كتابه المغازی واليه من ضعفه ومن وثقه ورجح توثيقه وذكر الاجوبة عما قيل فيه اهـ ۱۲ منه سلمه ربه

كما لا يخفى على من طالع كتب القوم ۔

میزان میں ہے: **كان الى حفظه المنتهى فى الاخبار والسير والمغازى والحوارث وايام الناس والفقه وغير ذلك ۔**

رابعاً: ہلال بن زید بن یسار بصری عسقلانی کو ابن حبان نے کہا:

روى عن انس رضى الله تعالىٰ عنه اشياء موضوعته ۔

حافظ الشان نے تقریب میں کہا: متروک باوصف اس کے جب انہیں ہلال نے انہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث فضیلت عسقلان روایت کی جسے حافظ ابوالفرج نے بعلت مذکورہ درج موضوعات کیا۔ اس پر حافظ الشان ہی نے وہ جواب مذکورہ افادۂ دہم دیا کہ حدیث فضائل اعمال کی ہے۔ سوائے طعن ہلال کے باعث موضوع کہنا ٹھیک نہیں۔ امام احمد کا طریقہ معلوم ہے کہ احادیث فضائل میں تساہل فرماتے ہیں اور یہ بھی افادۂ نہم میں حافظ الشان ہی کی تصریح سے گزر چکا ہے کہ متروک ایسا شدید الضعف ہے جس کے بعد بس متہم بالوضع ووضاع ہی کا درجہ ہے۔

اب یہ بات خوب محفوظ رہے کہ خود امام الشان ہی نے ہلاک کو متروک کہا۔ خود ہی متروک کو اتنا شدید الضعف بتایا۔ خود ہی ایسے شدید الضعف کی روایت کو دربارۂ فضائل مستحق تساہل رکھا۔ اس سے زیادہ اور کیا دلیل ہوگی کہ ضعف کیسا ہی شدید ہو' جب تک سرحد کذب ووضع تک نہ پہنچے حافظ الشان کے نزدیک بھی فضائل میں قابل نرمی وگوارائی ہے۔ **ولله الحجة الساميته۔**

خامساً: اور سینے وضوع کے بعد انا انزلنا پڑھنے کی حدیثوں کا ضعف نہایت قوت پہ ہے۔ سخاوی نے مقاصد حسنہ میں اسے بے اصل محض کہا۔ امام جلیل ابواللیث سمرقندی نے اپنے مقدمہ میں ان حدیثوں کو ذکر فرمایا۔ امام الشان سے اس بارے میں سوال ہوا وہی جواب فرمایا کہ فضائل اعمال میں ضعاف پر عمل روا ہے۔ امام ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں:

قدسنل شيخنا حافظ عصره قاضى القضاة شهاب الدين شهيربابن

حجر رحمه الله تعالٰی عن هذة الجملة فاجاب بما نصه الاحادیث التی ذکرها الشیخ ابو اللیث نفع الله تعالٰی ببرکة ضعیفة و العلماء یتساهلون فی ذکر الحدیث الضعیف والعمل به فی فضائل الاعمال ولم یثبت منها شیء عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم لا من قوله ولا من فعله اھ ۔

سادساً: یہ حدیث کہ چاند گہوارہ میں عرب کے چاند عجم کے سورج صلی اللہ علیہ وسلم سے باتیں کرتا، حضور کو بہلاتا۔ انگشت مبارک سے جدھر اشارہ فرماتے اسی طرف جھک جاتا۔ بیہقی نے دلائل النبوۃ امام ابوعثمان اسماعیل بن عبدالرحمٰن صابونی نے کہا المائتین خطیب نے تاریخ بغداد ابن عساکر نے تاریخ دمشق سیّدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی۔ اس کا مدار احمد بن ابراہیم حلبی شدید الضعف پر ہے۔ میزان میں ہے۔ امام ابوحاتم نے کہا: احادیثه باطلة تدل علٰی کذبه ۔ باجود اس کے امام صابونی نے فرمایا:

هذا حدیث غریب الاسناد والمتن فی المعجزات حسن ۔ اس حدیث کی سند بھی غریب اور متن بھی غریب بایں ہمہ معجزات میں حسن ہے۔

ان کے اس کلام کو امام جلال الدین سیوطی نے خصائص کبریٰ امام احمد قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں نقل کیا اور مقرر رکھا۔

سابعاً

حدیث: الدیك الابیض صدیقی وصدیق صدیقی وعدو عدو الله وکان رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم بیة معه فی البیت ۔ مرغ سپید میرا خیر خواہ اور میرے دوست کا خیر خواہ اور اللہ تعالیٰ کے دشمن کا دشمن ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اسے شب کو مکان میں خواب گاہ اقدس میں اپنے ساتھ رکھتے تھے۔

ابوبکر برقی نے ابوزید انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ علامہ مناوی نے تیسیر میں فرمایا:

باسنادقیه کذاب ۔ اس کی سند میں کذاب ہے۔

باوصف اس کے فرمایا: **فیندب لنا فعل ذٰلك تأسیابه** جبکہ حدیث میں ایسا وارد ہوا تو ہمیں باقتدائے حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم مرغ سپید کو اپنے خواب میں اپنے ساتھ رکھنا مستحب ہے۔ مثالیں اس کی اگر تتبع کیجیے بکثرت لیجیے: **وھٰذا الاخیر قد بلغ الغایة وفیما ذکر کفایة لا ھل الدرایته ۔**

ثامناً

احادیث ودلائل مذکورہ افادات سابقہ بھی اسی اطلاق کی شاہد عدل ہیں خصوصاً لفظ حدیث **وان کان الذی حدثه به کاذبًا** ظاہر ہے کہ احتمال صدق ونفع بے ضرر ہر ضعیف میں حاصل' تو فرق زائل۔ بالجملہ یہی قضیہ دلیل ہے اور یہی کلام وعمل قوم سے مستفاد' مگر حافظ الشان سے منقول ہوا کہ شرط عمل عدم شدت ضعف ہے۔ **نقله تلمیذه السخاوی وقال سمعة مراراً یقول ذٰلك ۔**

اقول

یہاں شدت ضعف سے مراد میں حافظ سے نقل مختلف آئی۔ شامی[۱] نے فرمایا امام ابن حجر نے فرمایا:

شدید الضعف ھو الذی لایخلوا طریق من طرقة عن کذاب او متھم بالکذب ۔	شدید الضعف وہ حدیث ہے جس اسنادوں سے کوئی اسناد کذاب یا متہم بالکذب سے خالی نہ ہو

یہاں صرف انہیں دو کو شدت ضعف میں رکھا۔ امام سیوطی نے تدریب میں فرمایا

[۱] فی المستحبات الوضوء ۱۲ منه سلمه ربه

[۲] وھکذا عزا بعض العصریین وھو المولوی عبد الحی الکنوی فی ظفر الامانی الی التدریب والقول البدیع حیث قال الشرط للعمل لالحدیث الضعیف ثلث شروط علی ماذکره السّیوطی فی شرح تقریبب النووی والسخاری فی قول البدیع فی الصلٰوۃ علی الحبیب الشفیع وغیرھما الاوّل عدم شدة ضعفه بحیث لا یخلو طریقه من طرقه من کذاب او متھم بالکذب الخ اقول لکن سنسمعك نصتی التدریب والقول البدیع فیظھر لك ان وقع ھھنا فی النقل عنھما تقصیر شنیع فلیتنبه۔۱۲ منه سلمه ربه

حافظ نے فرمایا: ان یکون الضعف غیر شدید فیخرج میں انفرد من الکذابین والمتھمین بالکذب ومن غلطه۔

یہاں ان دو کے ساتھ فحش غلط کو بھی بڑھایا۔ نسیم الریاض میں قول البدیع سے کلام حافظ بایں ہملفظ نقل کیا: ان یکون الضعف غیر شدید کحدیث میں انفرد من الکذابین والمتھمین ومن فحش غلطه۔ یہاں کاف نے زیادت توسیع کا پتہ دیا۔ تحدید اول پر امر سہل قریب ہے کہ ایک جماعت علماء حدیث کذابین ومتھمین پر اطلاق وضع کرتے ہیں تو غیر موضوع سے انہیں خارج کر سکتے ہیں۔ مگر ثانی تصریحات ومعاملات جمہور علماء وخود امام الشان سے بعید اور ثالث بظاہر ابعد ہے۔ ہم ابھی روشن بیان سے واضح کر چکے ہیں کہ خود حافظ نے متروک شدید الضعف راوی موضوعات کی حدیث کو بھی فضائل میں متحمل رکھا۔ مگر بحمد اللہ تعالیٰ ہمارا مطلب ہر قول پر حاصل۔ ہم افادات سابقہ میں مبرہن کر آئے کہ تقبیل ابہامین کی حدیثیں ہر گونہ ضعف شدید سے پاک ومنزہ ہیں۔ ان پر صرف انقطاع یا جہالت راوی سے طعن کیا گیا یہ ہیں بھی تو ضعف قریب نہ ضعف شدید۔

والحمدلله العلی المجید هذا ورأیتنی کتبت ههنا علی هامش فتح المغیث کلاماً یتعلق بالمقام احببت ایراده اتماماً للمرام فذکرت اولاً ماعن الشامی عن الطحطاوی عن ابن حجر ثم ایدة باطلاق العلمآء ثم اوردت ماعن النسیم عن السخاوی عن الحافظ ثم قلت مانصه۔

اقول وهذا کما تری مخالف لا طلاق ما مرعن النووی عن العلماء قاطبةً ولتحدید مامر عن الطحطاوی عن شیخ الاسلام نفسه لکن یظهر لی دفع لتخالف عن کلامی شیخ الاسلام بانه ههنا ذکر التفرد وفیما سبق قال لا یخلو طریق من طرقة فیکون الحاصل ان شدیدُ الضعف بغیر الکذاب والتهمة لا یقبل عنده فی الفضائل حین التفرا ما اذا کثرت طرقه فح یبلغ درجه یسیر الضعف بالکذب فی خصوص قبوله فی الفضائل

بخلاف شديد الضعف بالكذب والتهمة فانه وان كثر طرقه اللتى لا تفوقه بـان لا يـخـلوشى منها عن كذاب اومتهم لا يبلغ تلك الدرجة ولا يعمل به فى الفضائل وهذا هو الذى يعطيه كلام السخاوى فيما مرحيث جعل قبول مـافيـه ضـعف شـديد مطلقا ولو بغير كذب فى باب الفضائل موقوفا على كثـرة الـطـرق لـكنه يخالفه فى خصله واحدة وهو حكمه بالقبول بكثرة الـطرق فى الضعف باكذب ايضا كما تقدم وهو كما ترى مخالف لصريح مانقل عن شيخ الاسلام وعلى كل فلم يرتفع مخالفة نقل شيخ الاسلام عن الـعلماء جميعاً لنقل الامام النووى عنهم كافة فانهم لم يشرطو اللقبول فى الـفـضـائـل فـى شـديد الضعف كثرة الطرق ولا غير ها سوى ان لا يكون مـوضـوعـا فـصـريح ما يعطيه كلامهم قبول ما اشتد ضعفه لفسق اوفحش غـلـط مثلا وان تـفـرد ولـم يكثر طرقة فافهم وتأمل فان المقام مقام خفاء وزلـل والله الـمسئول لكشف الحجاب وابانة الصواب اليه المرجع واليه المآب اهـ ماردت نقله مما علقة على الهامش .

فـان قـلـت هـذا قيـد زائـد افـاده امـام فليحمل اطلاقاتهم عليه دفعا لـلتـخـالف بيـن النقلين قلت نعم لولا ان ماذكرو امن الدليل عليه لا يلائم سـريـان اتـخـصـيـص اليـه وكيف نـصنـح بمانشاهدهم يفعلون يرون شدة الـضـعف ثـم يـقـبـلـون وبا لجملة فالا صلاق هوالاوفق بالدليل والا لصق بـقـواعـد الشـرح الجميل فنود ان يكون عليه التحويل والعلم بالحق عند الملك الجليل .

فائدة جليلة

هـذا الـذى اشرف اليه من كلام السخاوى المارا لمتقدم هوقوله مع متـنـه فـى بيان الحسن ان يكن ضعف الحديث لكذب اوشذوذبان خالف من هـوا حفظ اواكثر اوقوى الضعف بغير هما فلم يجبرولو كثرت طرقة

لكن بكثرة طرقة يرتقى عن مرتبة المردود المنكر الى مرتبه الضعيف الذى يجوز العمل به فى الفضائل وربما تكون تلك الطرق الواهيه بمنزلة الطريق التى فيها ضعف يسير بحيث لوفرض بحيثى ذلك الحديث باسناد فيه ضعف يسير كان مرتقيابها الى مرتبة الحسن لغيره اھ ملخصا ورائتنى علقت عليه مهنا مانصه .

اقول حاصل ماتقرر وتحرر ههنا مع زيادات نفيسه منا ان الموضوع لا يصّلح لشىءٍ اصلاً ولا يلتئيم جرحه ابداولكثرت طرقه ماكثرت فان زيادة الشرلايزيد الشرالاشراوليضا الموضوع كالمعدوم والمعدوم لا يقوى ولا يتقوى وامنه عند جمع منهم شيخ الاسلام ماجاء برواية الكذابين وعند اٰخرين منهم خاتم الحفاظ ما اتى من طريق المتهمين وسوّهما السخاوى بشديد الضعف الاٰتى لذهابه الى ان الوضع لايثبت الابالقرائن المقرزه ان تفرد به كذاب اووضاع كما نص عليه فى هٰذاالكتاب وهو عندى مذهب قوى اقوب الى الصواب اما الضعيف بغير الكذب والتهمة من ضعف شديد يخرج له عن خيرالاعتبار كفحش غلط الراوى فهدا يعمل به فى الفضائل على مايعطيه كلام عامة العلّماء وهوالاقعد بقضية الدليل والقواعد لا عند شيخ الاسلام على احدى الروايات عنه ومن تبعه كالسخاوى الااذاكثرت طرقه الساقطة عن درجة الاعتبار فح يكون مجموعها كطريق واحد صالح له فيعمل بهافى الفضائل ولكن لا يحتج بها فى الاحكام ولا تبلغ بذلك درجة الحسن لغيره الااذا انجبرت مع ذلك بطريق اخرى صالحة للاعتبار فان مجموع ذلك يكون كحديثين ضعيفتين صالحين متعاضدين فح ترتقى الى الحسن لغيره فتصير حجة فى الاحكام اما مطلقاعلى ماهو ظاهر كلام المضنف اعنى العراقى او بشرط تعدد الجابرات الصالحات البالغة مع لهذه الطرق

القاهرة المتكثرة القائمة مقام صالح واحد حد الكثرة فى الصوالح علٰى مافهمم السخاوى من كلام النووى وغيره الواقع فيه لفظ الكثرة مع نزاع لنا فيه مؤيد بكلام شيخ الاسلام فى الترهة والنخبة المكتفيتين[1] بوحدة الجابر مع جواز ان تكون الكثرة فى كلام النووى بمعنى مطلق التعدد وهو الاوفق بما رأينا من صنيعهم فى غير مقام والضعيف يضعف يسير اعنى مالم ينزله عن محل الاعتبار يعمل به فى الفضائل وحده وان لم ينجبر فان انجبر ولو بواحد صار حسنا لغيره واحتج به فى الاحكام على تفصيل وصفنالك فى الجابر فهده هى انواع الضعيف اما الذى لانقص فيه عن درجة الصحيح الا القصور فى ضبط الراوى غير بالغ الى درجة الغفلة فهوالحسن لذا ة المحتج به وحده حتى فى الاحكام وهذا اذا كان معه مثله ولو واحداً صار صحيحا لغيرا ودونه مما يليه فلا بكثرة انتهٰى ماكتبت بتلخيص .

یہ چند جملے لوح دل پر نقش کر لینے کے ہیں کہ بعونہٖ تعالیٰ اس تحریر نفیس کے ساتھ شاید اور جگہ نہ ملیں وباللہ التوفیق وله الحمد ۔ الحمد للّٰه القادر القوى علٰى ماعلم وصلى الله تعالٰى علٰى ناصر الضعيف واله وسلم ۔ قبول ضعیف فی

---

[1] حيث قال متى توبع سئ الحفظ بمعتبرة كان يكون فرقه او مثله لادونه وكذا المختلط الذى لا يتميز والمستور والمرسل والمدلس اذا لم يعرف المحذوف منه صار حديثهم حسنًا لا لذاته بل باعتبار المجموع لانه كل واحد تنهم (اى ممن ذكر من سئ الحفظ والمختلط الخ) احتمل كون رواية صوابا او غير صواب على حد سواء فاذا جاء ت من المعتبرين رواية موافقة لا حد هم رجح احد الجانبين من الاحتمال بين المذكورين ودل ذلك على ان الحدث محفوظ فارتقى من درجة التوقف الى درجة القبول والله اعلم اهـ وانظر كيف اجتزاى فى المتن بتوحيد معتبر و فى الشرح با فواد رواية وحكم بالارتقاء الى درجة القبول وما المرادبه ههنا الا القبول فى الاحكام فانه جعل الضعيف صالحا بلاعتبار من المردودمع مقبول فى الفضائل بالاجماع ويظهر لى بالوجه معهما اعنى العراقى وشيخ الاسلام لما بين فى مقدمة من الدليل علقه على المغيث ۱۲ منه سلمه ربه.

فضائل الاعمال کا مسئلہ جلیلہ ابتداء مسودہ فقیر میں صرف دوافادہ مختصر میں تین صفحے کے مقدار تھا۔ اب کہ ماہ مبارک ربیع الاول ۱۳۱۳ھ میں رسالہ بعونہ تعالیٰ ممبئی میں چھپنا شروع ہوگیا۔ اثنائے تبییض میں بارگاہ مفیض علوم ونعم صلی اللہ علیہ وسلم سے بحمد اللہ تعالیٰ نفائس جلیلہ کا اضافہ ہوا۔ افادہ شانزدہم سے یہاں تک آٹھ افادات نافعہ اسی مسئلہ کی تحقیق میں القا ہوئے۔ قلم روکتے روکتے اتنے اوراق املا ہوئے۔ امید کی جاتی ہے کہ اس مسئلہ کی ایسی تبجیل جلیل وتفصیل جزیل اس تحریر کے سوا کہیں نہ ملے۔ مناسب ہے کہ یہ افادے اس مسئلہ خاص میں جدا رسالہ قرار دیئے جائیں اور بلحاظ تاریخ الھاد الکاف فی حکم الضعاف لقب پائیں۔ وبالله التوفيق وله المنة على مارزق من نعم تحقيق ماكنا لعشر معشار عشر هاتليق والصلوٰة والسلام على الحبيب الكريم واله وصحبه هداة الطريق امين ۔

افادۂ بست وچہارم

اقول وباللہ استعین۔ کسی حدیث کا کتب طبقہ رابعہ سے ہونا موضوعیت بالائے طاق ضعف شدید درکنار مطلق ضعف کو بھی مستلزم نہیں۔ ان میں حسن صحیح صالح ضعیف باطل ہر قسم کی حدیثیں ہیں۔ ہاں بوجہ اختلاط وعدم بیان کی عادت جمہور محدثین ہے۔ ہر حدیث میں احتمال ضعف قائم۔ لہٰذا غیر ناقد کو بے مطالعہ کلمات ناقدین ان سے عقائد واحکام میں احتجاج نہیں پہنچتا۔ قول شاہ عبدالعزیز صاحب: ایں احادیث قابل اعتماد نیستند کہ در اثبات عقیدہ یا عملے با آنہا تمسک کردہ شود۔ کے معنی یہی ہیں نہ یہ کہ ان کتابوں میں جتنی احادیث ہیں سب واہی ساقط ہیں یا موضوع وباطل اور اصلاً دربارہ فضائل بھی ایراد واستناد کے ناقابل کوئی ادنیٰ ذی فہم وتمیز بھی ایسا ادعا نہ کرے گا نہ کہ شاہ صاحب سا فاضل۔ ہاں متکلمان طائفہ وہابیہ اپنی جہالتیں جس کے سرچاہیں دھریں۔

---

[1] منصوص محلی باللام سے بھی حذف یا فصیح کلام میں شائع وذائع ہے۔ يوم التلاق يوم التناد الكبير المتعال الى غير ذلك ۔ امام ابن حجر عسقلانی کی کتاب ہے الکاف الشاف فی تخریج احادیث الکشاف ۱۲ منہ

اولاً

خود شاہ صاحب اثبات عقیدہ وعمل کا انکار فرما رہے ہیں اور وہ فضائل اعمال میں تمسک کے منافی نہیں۔ ہم افادہ بائیس میں روشن کر آئے کہ دربارۂ فضائل کسی حدیث ضعیف سے استناد کسی عقیدہ یا عمل کا اثبات نہیں تو اس بات کو ہمارے مسئلہ سے کیا تعلق۔

ثانیاً

تصانیف خطیب وابونعیم بھی طبقہ رابعہ میں ہیں اور شاہ صاحب بستان المحدثین میں امام ابونعیم کی نسبت فرماتے ہیں:

''از نوادر کتب او کتاب حلیۃ الاولیا است کی نظیر آں دراسلام تصنیف نشدہ'' اسی میں ہے:

''کتاب اقتضاء العلم العمل از تصانیف خطیب است۔ بسیار خوب کتابے است درباب خود''۔

اسی میں تصانیف امام خطیب کو لکھا:

التصانیف المفیدۃ التی ھی بضاعۃ المحدثین وعروتھم فی فنھم .	فائدہ بخش تصنیفیں کہ فن حدیث میں محدثین کے بضاعت ومحل تمسک ہیں۔

پھر امام حافظ ابوطاہر سلفی سے ان تصانیف کی مدحِ جلیل نقل کی۔ سبحان اللہ! کہاں شاہ صاحب کا یہ حسنِ اعتقاد اور کہاں ان کے کلام کی وہ بیہودہ مراد کہ وہ کتب سراسر مہمل وناقابل استناد۔

ثالثاً

جناب شاہ صاحب مرحوم کے والد شاہ ولی اللہ صاحب کہ حجۃ البالغہ میں اس تقریر طبقات کے موجد اسی حجت بالغہ میں اسی طبقہ رابعہ کی نسبت لکھتے ہیں:

اصلح هٰذا الطبقة ماکان ضعیفاً محتملا ۔ یعنی اس طبقہ کی احادیث میں صالح تر وہ حدیثیں ہیں جن میں ضعف قلیل قابل تحمل ہو۔

ظاہر ہے کہ ضعیف متحمل ادنی انجبار سے خود احکام میں حجت ہو جاتی ہے اور فضائل میں تو بالا جماع تنہا ہی مقبول و کافی ہے۔ پھر یہ حکم بھی بلحاظ انفراد ہوگا۔ ورنہ ان میں بہت احادیث منجبرہ حسان ملیں گی اور عندالتحقیق یہ بھی باعتبار غالب ہو۔ ورنہ فی الواقع ان میں صحاح حسان سب کچھ ہیں۔ کما ستسمع بعونہٖ تعالیٰ ۔

رابعاً

یہی شاہ صاحب قرۃ العینین[1] فی تفصیل الشیخین میں لکھتے ہیں:

چوں نوبت علم حدیث بطبقہ دیلمی و خطیب و ابن عساکر رسید۔ ایں عزیزان دیدند کہ احادیث صحاح وحسان را متقدمین مضبوط کردہ اند۔ پس مائل شدند بجمع احادیث ضعیفہ ومقلوبہ کہ سلف آنرا دیدہ و دانستہ گزاشتہ بودند و غرض ایشاں ازیں جمع آں بود کہ بعد جمع حفاظ محدثین درآں احادیث تأمل کنند و موضوعات را از حسان لغیرہا ممتاز نمائند' چنانکہ اصحاب مسانید طرق احادیث جمع کردند کہ حفاظ صحاح وحسان وضعیف از یک دگر ممتاز سازند۔ ظن ہر دو فریق را خدا تعالیٰ محقق ساخت۔ بخاری ومسلم وترمذی وحاکم تمیز احادیث وحکم بصحت وحسن ومتاخران دراحادیث خطیب وطبقہ' او تصرف نمودند۔ ابن جوزی موضوعات را مجرد ساخت وسخاوی درمقاصد حسنہ حسان لغیرہا از ضعاف ومناکیر ممیز نمود۔ خطیب وطبقہ او در مقدمات کتب خود بایں مقاصد تصریح نمودہ اند جزاھم اللّٰہ تعالیٰ عن امۃ النبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلم خیرا ۱۱ھ ملتقطاً۔ دیکھو کیسی صریح تصریح ہے کہ کتب طبقہ رابعہ میں نہ صرف ضعیف محتمل بلکہ حسان بھی موجود ہیں' اگرچہ لغیرہا کہ وہ بھی بلاشبہ خود احکام میں حجت نہ کہ فضائل۔

خامساً

انہیں شاہ صاحب نے اسی حجت میں سنن ابی داوٗد وترمذی ونسائی کو طبقہ' ثانیہ اور

---

[1] قسم دوم از فصل دوم در شبہات در اقان ۱۲ منہ سلمہ ربہ

مصنف عبدالرزاق وابوبکر بن ابی شیبہ وتصانیف ابی داوٗد طیالسی وبیہقی وطبرانی کو طبقۂ ثالثہ اور کتب ابونعیم کو طبقہ رابعہ میں گنا۔

امام جلیل جلال الدین سیوطی خطبہ جمع الجوامع میں فرماتے ہیں:

رمزت للبخاری خ ۔ والمسلم م ۔ والا بن حبان حب وللحاکم فی المستدرک ك ۔ وللضیاء فی المختارہ ض ۔ وجمیع مافی ھذہ الکتب الخمسة صحیح سوی مافی المستدرك من المتعقب فانبه علیه ورمزت لابی داؤدد ۔ فما سکت[1] علیه فھو صالح ومابین ضعفه نقلة عنه وللترمذی ت ۔ وانقل کلامه علی الحدیث وللنسائی ن ۔ ولا بن ماجه ه ۔ ولابی داوٗد الطیالسی ط ۔ ولا حمد حم ۔ ولعبد الرزاق عب ۔ ولا بن ابی شیبة ش ۔ ولابی یعلیٰ ع ۔ وللطبرانی فی الکبیر طب ۔ وفی الاوسط طس ۔ وفی الصغیر طص ۔ ولا بی نعیم فی الحلیة حل ۔ وللبیھقی ق ۔ وله فی شعب الایمان ھب ۔ وھذہ فیھا الصحیح والحسن والضعیف فابینه غالباً اھ مختصرا ۔

دیکھو امام خاتم الحفاظ نے ان طبقات ثانیہ وثالثہ ورابعہ سب کو ایک ہی نسق میں گنا اور سب پر یہی حکم فرمایا کہ ان میں صحیح حسن ضعیف سب کچھ ہے۔

سادساً

خود جناب شاہ صاحب کی تصانیف تفسیر عزیزی وتحفۂ اثنا عشریہ وغیرہما میں جا بجا احادیث طبقہ رابعہ سے بلکہ ان سے بھی اتر کر اسناد موجود۔ اب یا تو شاہ صاحب معاذ اللہ خود کلام اپنا نہ سمجھے یا یہ سفہاء ناحق تحریف معنوی کر کے احادیث طبقۂ رابعہ کو مہمل ومعطل ٹھہرانا ان کے سر کیے دیتے ہیں۔ تمثیلاً چند نقول حاضر عزیزی آخر تفسیر فاتحہ میں ہے:

---

[1] فی الاصل الذی وقفت علیه بین فعاد علیه کلمة لم یتبین فی الکتابة فکتبت مکانھا لفظة سکت اذا ھوا المراد واذا کان لا بدھن التنبیھه نتبھت علیه ۱۲ منه سلمه ربه

ابونعیم ودیلمی از ابوالدرداء روایت کردہ اند کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ کہ فاتحۃ الکتاب کفایت میکند راز انچہ ہیچ چیز از قرآن کفایت نمی کند الحدیث۔

یہیں اور روایات بھی ابن عساکر وابوالشیخ وابن مردویہ ودیلمی وغیرہم سے مذکور ہیں یہیں[1] ہے۔

ثعلبی از شعبی روایت کردہ است کہ شخصے نزد او آمد' وشکایت درد گردہ کرد۔ شعبی با وگفت کہ ترا لازم است کہ اساس القرآن بخوانی وبرجائے درد دم کنی او گفت کہ اساس القرآن چیست۔ شعبی گفت فاتحۃ الکتاب۔ عزیزی سورۂ بقرہ ذکر بعض خواص سور وآیات میں ہے: ابن النجار در تاریخ خود از محمد بن سیرین روایت کردہ کہ حدیثے از عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما شنیدم کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ اند۔ ہر کہ در شب سی وسہ آیت بخواند اور ادراں شب درندہ ودزدے ایذا نرساند الحدیث اھ مختصراً۔

اسی[2] میں ہے: روی[3] ابن جریر عن مجاهد قال سلمان قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم عن اولئك النصاری الحدیث۔

عزیزی آخر واللیل میں ہے: حافظ خطیب بغدادی از حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت میکند کہ روزے بخدمت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حاضر بودیم۔ ارشاد فرمودند کہ حالا شخصے می آید کہ حق تعالیٰ بعد از من کسے را بہتر ازو پیدا نہ کردہ است

---

[1] ودریں بعض روایات اقتران دار قطنی یا طبرانی وکیم مخالف راسود ند ھد زیرا کہ ازیں اوچنانکہ احتمال ایں معنی رونما ید کہ اسناد با نیہا مقرون بطبقۂ ثالثہ است ہمچناں ایں امر بر منصہ ثبوت نشیند کہ ہمہ احادیث طبقہ رابعہ ساقط ازدرجہ اعتبار نیست باز احتمال مذکور بملاحظہ روایات دیگر کہ تنہا از طبقہ رابعہ است از ہم پاشد واینکہ ثابت شد زعم مخالف رابیخ کن باشد فافھم ۱۲ منہ

[2] زیر آیۃ ان الذین امنو والذین ھادو او النصارٰی ۱۲ منہ

[3] شاہ صاحب در عجالہ نافعہ جائیکہ ذکر طبقات اربعہ کردہ است تفسیر ابن جریر راز ہمیں طبقہ رابعہ شمردہ است کماذکرہ فی السیف المسلول علی من انکر اثر قدم الرسول صلی اللہ علیہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ۱۲ منہ

وشفاعت اور روز قیامت مثل شفاعت پیغمبراں باشد۔ جابر گوئد کہ مہلتے نہ گزشتہ بود کہ حضرت ابوبکر تشریف آوردند۔

تحفہ میں ہے: در روایات شیعہ وسنی صحیح وثابت استک ہ ایں امر خیلے برابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شاق آمد وخود رابر درسرائے زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا حاضر آورد وا امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ راشفیع خود ساخت تا آنکہ حضرت زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا از وخوشنود شد۔ اما روایات اہل سنت۔ پس در مدارج النبوۃ وکتاب الوفا بیہقی وشروح مشکوٰۃ موجود است بلکہ در شرح مشکوٰۃ شیخ عبدالحق نوشتہ است کہ ابوبکر صدیق بعد ازیں قصہ بخانہ فاطمہ رفت ودر گرمی آفتاب بردر باستاد وعذر خواہی کرد وحضرت زہرا (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) از وراضی شد۔ ودر ''ریاض النضرۃ'' ایں قصہ بہ تفصیل مذکور است۔ ودر فصل الخطاب بروایت بیہقی از شعبی نیز ہمیں قصہ مروی است وابن السمان در کتاب الموافقۃ از اوزاعی روایت کردہ کہ گفت بیروں آمد ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بردر فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا در روز گرم الخ۔

سابعاً

طرفہ تر یہ کہ شاہ صاحب نے تصانیف حاکم کو بھی طبقہ رابعہ میں گنا حالانکہ بلا شبہ مستدرک حاکم کی اکثر احادیث اعلیٰ درجہ کی صحاح وحسان ہیں' بلکہ اس میں صدہا حدیثیں برشرط بخاری ومسلم صحیح ہیں۔ قطع نظر اس سے کہ تصانیف شاہ صاحب میں کتب حاکم سے کتنے اسناد ہیں اور بڑے شاہ صاحب کی ''ازالۃ الخفاء وقرۃ العینین'' میں تو مستدرک سے تو وہ احادیث نہ صرف فضائل بلکہ خود احکام میں مذکورہ کما لا یخفی علی من طالبھما ۔ لطیف تر یہ ہے کہ خود ہی بستان المحدثین میں امام الشان ابوعبداللہ

[1] در زوطن دواز دھم از مطاعن ملاعنہ بر حضرت افضل الصدیقین رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۱۲ منہ

[2] لفظ بظاہر در آنچہ امام خاتم الحفاظ در تدریب از ذہبی آورد نیست لفظش ہمیں است کہ فیہ جملۃ وافرۃ علی شرطھما وجملہ کثیرۃ علی شرط احدھما لعل مجموع ذلک نحو نصب الکتاب و فیہ نحو الرابع مما صح سندہ وفیہ بعض الشیء ادلہ علۃ وما بقی و ھو نحو الرابع فھو منا کیرواھیات لا یصح وفی بعض ذلک موضوعات ۔۱۲ منہ

ذہبی سے نقل فرماتے ہیں:

انصاف آنست کہ در مستدرک قدرے بسیار برشرط ایں ہر دو بزرگ یافتہ میشود یا بشرط یکے ازیں ہا بلکہ ظن غالب آنست کہ بقدر نصف کتاب ازیں قبیل باشد و بقدر ربع کتاب ازاں جنس است کہ بظاہر اسناد او صحیح است‘ لیکن برشرط ایں ہر دو نیست و بقدر ربع باقی واہیات ومناکیر‘ بلکہ بعضے موضوعات نیز ہست چنانچہ من در اختصار آں کتاب کہ مشہور بتلخیص ذہبی است خبر دار کردہ ام۔ انتہی۔

تنبیہ:

بحمد اللہ تعالیٰ ان بیانات سے واضح ہوگیا کہ اس طبقہ والوں کی احادیث متروکہ سلف کو جمع کرنے کے معنے اسی قدر ہیں کہ جن احادیث کے ایراد سے انہوں نے احتراز کیا۔ انہوں نے درج کیں۔ نہ یہ کہ انہوں نے جو کچھ لکھا سب متروک سلف ہے۔ مجرد عدمِ ذکر کو اس معنی پر محمول کرنا کہ ناقص سمجھ کر بالقصد ترک کیا ہے۔ محض جہالت‘ ورنہ افراد بخاری متروکات مسلم ہوں اور افراد مسلم متروکات بخاری اور ہر کتاب متاخر کی وہ حدیث کہ تصانیف سابقہ میں نہ پائی گئی۔ تمام سلف کی متروک مانی جائے۔ مصنفین میں کسی کو دعوئ استیعاب نہ تھا۔ امام بخاری کو ایک لاکھ احادیث صحیحہ حفظ تھیں۔ صحیح بخاری میں کل چار ہزار بلکہ اس سے بھی کم ہیں۔ کما بینہ شیخ الاسلام فی فتح الباری شرح صحیح البخاری۔

ثامناً

شاہ صاحب اس کلام امام ذہبی کو نقل کر کے فرماتے ہیں: لہٰذا علمائے حدیث قرار دادہ اند کہ برمستدرک حاکم اعتماد نہ باید کرد‘ مگر بعد از دیدن تلخیص ذہبی۔ اور اس سے پہلے لکھا: ذہبی گفتہ است کہ حلال نیست کسے راکہ بر تصحیح حاکم غرہ شود تاوقتیکہ تعقبات وتلخیصات مرانہ بیند ونیز گفتہ است احادیث بسیاراست در مستدرک کہ برشرط صحت نیست‘ بلکہ بعضے از احادیث موضوعہ نیز است کہ تمام مستدرک بآں ہا معیوب گشتہ۔

ان عبارات سے ظاہر ہوا کہ وجہ بے اعتمادی یہی اختلاط صحیح وضعیف ہے۔ اگرچہ اکثر[1] صحیح ہی ہوں جیسے مستدرک جس میں تین ربع کتاب کی قدر احادیث صحیحہ ہیں نہ کہ سب کا ضعیف ہونا چہ جائے کہ ضعف شدید یا بطلان محض کہ کوئی جاہل بھی اس کا ادعا نہ کرے گا اور اس بے اعتمادی کے یہی معنی اگر خود لیاقت نقد رکھتا ہو' آپ پرکھے ورنہ کلام ناقدین کی طرف رجوع کرے۔ بے اس حجت نہ سمجھ لے۔ اب انصافاً یہ حکم نہ صرف کتب طبقہ رابعہ بلکہ ثانیہ ثالثہ سب پر ہے کہ منشاء اختلاط صحیح وضعیف ہے اور وہ سب میں قائم تو یہی حکم سب پر لازم آخر نہ دیکھا کہ ائمہ دین نے صاف صاف یہی تصریح سنن ابی داؤد وجامع ترمذی ومسند امام احمد وسنن ابن ماجہ ومصنف ابوبکرین ابی شیبہ مصنف عبدالرزاق وغیرہا سنن ومسانید کتب طبقہ ثانیہ وثالثہ کی نسبت بھی فرمائے جس کی نقل امام الشان وعلامہ قاری سے افادۂ بست وہفتم میں گزرے یوں ہی امام شیخ الاسلام عارف باللہ زکریا انصاری وامام سخاوی نے تحصیص[2] کی۔ امام خاتم الحفاظ کا قول ابھی سن چکے کہ انہوں نے ان سب کتب کو ایک سلک میں منسلک فرمایا۔ اب شاید منکر کج فہم ان نصوص ائمہ کو دیکھ کر سنن ابی داؤد وترمذی ونسائی وابن ماجہ کی نسبت بھی یہی اعتقاد کرلے گا کہ وہ بھی معاذ اللہ محض مہمل وبیکار واصلاً ناقابل استناد واعتبار ہیں۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

بالجملہ حق یہ کہ مدار اسناد ونظر وانتقاد یا تحقیق نقاد پر ہے نہ فلاں کتاب میں ہونے' فلاں میں نہ ہونے پر قلم ضراعت رقم جب اس محل پر آیا فیض کرم وکرم قدم نے جوش

---

[1] اسی طرح عدم اعتبار کثرت وقلت کی دلیل واضح امام الشان کا یہ ارشاد منقول تدریب ہے' مافی کتاب ابن الجوزی موضوع والذی ینتقد علیہ بالنسبۃ الی مالا ینتقد قلیل جداً قال وفیہ من انضرران یظن ما لیس بموضوع موضوعا عکس اضرر بستدرک الحاکم فانہ یظن مالیس بصحیح صحیحا قال وتبعین الاعتناً بانتقاد الکتابین فان تساھلھما فی الکلام عدم الانتفاع بھما الا لعالم بالفن لا نہ ما من حدیث الاویکن ان یکون قدو قع فیہ تساھل اھ منہ سلمہ ربہ

[2] ذکرنا نصھما رسالتنا مدارج طبقات الحدیث ۱۲ منہ

فرمایا۔ اس مقام ومرام طبقات حدیث کی تحقیق جزیل وتدقیق جمیل فقیر ذلیل غفرلہ المولیٰ الجلیل پر فائض ہوئے کہ اگر یہاں ایراد کرتا' اطناب کلام وابعاد مرام سامنے تھا' لہٰذا اسے بتوفیقہ تعالیٰ رسالہ[1] بلحاظ مفردہ کیا اور بلحاظ تاریخ "مدارج طبقات ۱۳۱۳ الحدیث" لقب دیا۔ وللّٰہ المنة فیما اللھم ولہ الحمد علی ماعلم وصل اللہ تعالیٰ علی سیّدنا ومولانا محمد والہ وصحبہ وسلم۔

افادۂ بست وپنجم۔ اقول

کتابیں کہ بیان احادیث موضوعہ میں تالیف ہوئیں دو قسم ہیں۔ ایک وہ جن کے مصنفین نے خاص ایراد موضوعات ہی کا التزام کیا ہے جیسے موضوعات ابن الجوزی واباطیل جوزقانی وموضوعات صنعانی ان کتابوں میں کسی حدیث کا ذکر بلاشبہ یہی بتائے گا کہ اس مصنف کے نزدیک موضوع ہے۔ جب تک صراحۃً نفی موضوعیت نہ کردی ہو' ایسی ہی کتابوں کی نسبت یہ خیال بجا ہے کہ موضوع نہ سمجھتے تو کتاب موضوعات میں کیوں ذکر کرتے پھر اس سے بھی صرف اتنا ہی ثابت ہوگا کہ زعم مصنف میں موضوع ہے۔ بہ نظر واقع عدم صحت بھی نہ ثابت ہوگا نہ کہ ضعف نہ کہ سقوط نہ کہ بطلان۔ ان سب کتب میں احادیث ضعیفہ درکنار بہت احادیث حسان وصحاح بھردی ہیں اور محض بے دلیل ان پر حکم وضع لگا دیا ہے جسے ائمہ محققین ونقاد متحسین نے بدلائل قاہرہ باطل کردیا جس کا بیان مقدمہ امام ابن الصلاح وتقریب امام نووی الفیہ امام عراقی وفتح

---

[1] الحمد للہ یہ عربی یہ رسالہ مختصر عجالہ باوصف وجازت فوائد نفیسہ پر مشتمل ہے اس میں اوّلاً طبقات اربعہ حدیث میں حجۃ اللہ البالغہ کا کلام نقل کیا۔ ثانیاً ایک مسلسل بیان میں اس کی وہ تقریر ادا کی جس سے کلام منتظم ہو کر بہت شبہات کا ازالہ ہوگیا ثالثاً پھر بہت بحاث رائقہ مونقہ فائقہ ایراد کیں جن سے روشن ہوگیا کہ طبقات اربعہ کی تحدید نہ جامع نہ مانع نہ ناقد کے کام کی نہ نافع۔ رابعاً اپنی طرف سے ایک عام وشامل تام وکامل ضابطہ وضع کیا جس سے ہرگز نہ کتب احادیث ناقد وغیر ناقد متوسط وعامی ہر قسم کے آدمی کو حد استناد وطریقہ احتجاج واضح ہو گیا۔ آخر میں اسے کلمات علماء سے موید کیا اس کے ضمن میں صحاح ستہ وغیرہا کتب حدیث کا مرتبہ اور باہمی تفاوت اور بعض دیگر کتب صحاح کا شعار اور نیز یہ کہ ائمہ وعلماء میں کن کن کو دوبارہ تصحیح احادیث تساہل اور کہیں درباب حکم وضع تشدد یا معاملہ جرح رجال میں لغت تھا بیان کیا جو کچھ دعاوی کیا اس کا روشن ثبوت دیا۔ ۱۲ منہ

المغیث امام سخاوی وغیرہا تصانیف علماء سے اجمالاً اور تدریب امام خاتم الحفاظ سے قدرے مفصلاً اور انہیں کی تعقبات ولآلی مصنوعہ والقول الحسن فی الذب عن السنن وامام الشان کے القول المسدد فی الذب عن مسند احمد وغیرہا سے بنہایت تفصیل واضح روشن مطالعہ تدریب سے ظاہر ہے کہ ابن الجوزی نے اور تصانیف درکنار خود صحاح ستہ ومسند امام احمد کی چوراسی حدیثوں کو موضوع کہہ دیا' جن کی تفصیل یہ ہے: ۱-مسند امام احمد ۲-صحیح بخاری شریف بروایت حماد بن شاکر ۳-صحیح مسلم شریف ۴-سنن ابی داؤد ۵-جامع ترمذی ۶-سنن نسائی ۷-سنن ابن ماجہ دوم وہ جن کا قصد صرف ایراد موضوعات واقعیہ نہیں۔ بلکہ دوسروں کے حکم وضع کی تحقیق وتنقیح جیسے لآلی امام سیوطی یا نظر وتنقید کے لیے ان احادیث کا جمع کردینا جن پر کسی نے حکم وضع کیا جیسے انہیں کا ذیل اللآلی امام ممدوح خطبہ موضوعات کبریٰ میں فرماتے ہیں:

ابن الجوزی اکثر من اخراج الضعیف بل والحسن بل والصحیح کمانبہ علی ذلک الائمۃ الحفاظ وطال ما اختلج فی ضمیری انتقاوہ وانتقادہ فاورد الحدیث ثم اعقب بکلامہ ثم ان کان متعقبات نبہت علیہ اھ ملخصًا۔

ابن جوزی نے کتاب موضوعات میں بہت ضعیف بلکہ صحیح حدیثیں روایت کردی ہیں کہ ائمہ حفاظ نے اس پر تنبیہ فرمائی۔ مدت سے میرے دل میں تھا کہ اس کا خلاصہ کردوں اور اس کے حکم کو پرکھوں تو اب میں حدیث نقل کر کے ابن جوزی کا کلام نقل کروں گا۔ پھر اس پر جو اعتراض ہوگا' بتاؤں گا۔

اسی کے خاتمہ میں فرماتے ہیں:

واذقد اتینا علی جمیع ما فی کتابہ فنشرع الأن فی الزیادات علیہ فمنھا ما یقطع بوضعہ ومنھا مانص حافظ علی وضعہ ولی فیہ

اب کہ ہم تمام موضوعات ابن الجوزی بیان کرچکے تو اب اس پر زیادتیں شروع کیں ان میں کچھ وہ ہیں جن کا موضوع ہونا یقینی ہے اور کچھ وہ ہیں جن کو کسی حافظ نے موضوع کہا

نظر فاذکرہ لینظر فیہ ۔ اور میرے نزدیک اس میں کلام ہے۔تو میں اسے نظر غور کے لیے ذکر کروں گا۔

پر ظاہر کہ ایسی تصانیف میں حدیث کا ہونا مصنف کے نزدیک بھی اس کی موضوعیت نہ بتائے گا کہ اصل کتاب کا موضوع ہی تنہا ایراد موضوع نہیں' بلکہ اگر کچھ حکم دیا یا سند یا متن پر کلام کیا ہے تو اسے دیکھا جائے گا کہ صحت یا حسن یا ثبوت یا صلوح یا ضعف یا سقوط یا بطلان کیا نکلتا ہے' مثلاً: لا یصح یا لم یثبت یا سند پر جہالت یا انقطاع سے طعن کیا تو غائت درجہ ضعف معلوم ہوا اور اگر رفعہ کی قید زائد کردی تو صرف مرفوع کا ضعف اور بنظر مفہوم موقوف کا ثبوت مفہوم ہوا۔علی ھذا القیاس' اور کچھ کلام نہ کیا تو امر محتاج نظر و تنقیح رہے گا۔ کمالا یخفی۔شوکانی کی کتاب موضوعات مسمّی بہ فوائد مجموعہ بھی اس قسم ثانی سے ہے۔خود اس نے خطبۂ کتاب میں اس معنی کی تصریح کی کہ میں اس کتاب میں وہ حدیثیں بھی ذکر کروں گا جنہیں موضوع کہنا ہرگز صحیح نہیں' بلکہ ضعیف ہیں' بلکہ ضعف بھی خفیف ہے' بلکہ اصلاً ضعف نہیں۔حسن یا صحیح ہیں کہ اہل تشدد کے کلام پر تنبیہ اور اس کے رد کی طرف اشارہ ہو جائے۔عبارت اس کی یہ ہے:

وقد اذکر مالا یصح اطلاق الموضوع علیہ بل غایۃ مافیہ انہ ضعیف بمرۃ وقد یکون ضعیفا ضعصا حفیفا وقد یکون اعلٰی من ذلک والحامل علی ذکر ماکان ھکذا التنبیہ علی انہ قد عد ذلک بعض المصنفین موضوعا کابن الجوزی فانہ تساھل فی موضوعاتہ حتی ذکر فیہا ماھو صحیح فضلا عن الحسن فضلا عن الضعیف وقد تعقبۃ السیوطی بما فیہ کفایۃ وقد اشرت الی تعقباتہ الخ ۔

تو متکلمین طائفہ کا یہ طفلانہ زعم کہ حدیث تقبیل ابہامین شوکانی کے نزدیک موضوع نہ ہوتی تو کتاب موضوعات میں کیوں ذکر کرتا کیسی جہالت فاحشہ ہے۔

تنبیہ

ہر چند یہ افادہ ان گیارہ افادات سابقہ سے زیادہ متعلق تھا' جن میں حضرات

طائفہ کے زعم موضوعیت کا ابطال ہوا' مگر ازاں جا کہ ایسی بحر بے معنی بات سے ہم موضوعیت کسی ذی علم کا کام نہ تھا' لہٰذا ان افادات کے ساتھ منسلک کیا کہ واضح ہو کہ ذکر فی الموضوعات ضعف شدید کو بھی مستلزم نہیں' جو ایک مسلک پر قبول فی الفضائل میں مخل ہو' بلکہ حقیقۃً نفس ذکر بے ملاحظہ حکم تو مفید مطلق ضعف بھی نہیں کہ دونوں قسم میں صحاح اور حسان تک موجود ہیں کما تبین۔

(لطیفہ) اقول:

حضرات وہابیہ کے پچھلے متکلم اگر موضوعات شوکانی کا موضوع نہ سمجھے تو کیا عجب کہ خود ان کے امام شوکانی کی سمجھ بھی ایسی ہی نقاص اور کافی تھی۔ یہیں خطبۂ موضوعات میں علماء نافیان کذب کی دو قسمیں کیں۔ ایک وہ جنہوں نے رواۃ ضعفاء وکذابین وغیرہم کے بیان میں تصنیفیں کیں جیسے کامل ومیزان وغیرہما او قسم جعلوا مصنفاتهم مختصة بالا حاديث الموضوعته۔ دوسری وہ جنہوں نے اپنی تصانیف احادیث موضوعہ سے خاص کیں جیسے ابن جوزی وصغانی وغیرہما۔

اور اسی قسم دوم میں مقاصد حسنہ امام سخاوی کو گن دیا' حالانکہ وہ ہرگز تصانیف[1] مختصہ بہ موضوعات سے نہیں' بلکہ اس کا مقصود ان احادیث کا حال بیان کرنا ہے جو زبانوں پر دائر ہیں۔ عام ازیں کہ صحیح ہوں یا حسن یا ضعیف یا بے اصل یا باطل ولہٰذا اس میں بہت احادیث کو ذکر کر کے فرماتے ہیں۔ یہ صحیح بخاری میں ہے' یہ صحیح مسلم کی ہے' یہ صحیحین دونوں کی متفق علیہ ہے' بھلے مانس نے اس کے نام کو بھی خیال نہ کیا۔ المقاصد الحسنه فی بیان کثیر من الاحادیث المشتهره علی الالسنه ۔ نہ اس کو آنکھ کھول کر دیکھا۔ اس کے پہلے ہی ورق کی چوتھی حدیث ہے حدیث اية المنافق ثلث متفق ۔ وہیں ساتویں حدیث ہے ابدا بنفسك مسلم فی الزكوة

---

[1] بست وچہارم میں شاہ ولی اللہ کا قول گزرا کہ ابن جوزی موضوعات راجمع ساخت وسخاوی در مقاصد حسنہ حسان بغیرہا از ضعاف ومنا کیر ممیز نمود' یہیں سے ظاہر کہ مقاصد حسنہ کے مقاصد حسنہ وضوع کتب موضوعات سے کتنے جدا ہیں۔ ۱۲ منہ سلمہ ربہ

من صحیحه ۔طرفہ تر یہ کہ انہیں میں تخریج الاحیاء للعراقی بھی گن دی۔ سبحان اللہ! کہاں تخریج احادیث کتاب تصنیف فی الموضوعات۔ اسی فہم پر ابوحنیفہ وشافعی سے دعویٰ مساوات۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ؕ

نتیجہ الافادات

الحمدللہ کلام اپنے ذروۂ اعلیٰ کو پہنچا اور احقاق حق حد اقصیٰ کو۔ ان چودہ افادوں نے ماہ شب چاردہ کی طرح روشن کردیا کہ تقبیل ابہامین کی حدیثیں اگر تعدد طرق وعمل اہل علم سے متقویٰ نہ بھی ہوں تو انتہا درجہ ضعیف بضعف خفیف اور فضائل اعمال میں باجماع علماء محدثین وفقہاء مقبول وکافی اور ثبوت استحباب عمل کے لیے مفید ووافی ہیں۔ منکرین کی ساری چہ میگوئیاں کہ ان کے ابطال واہمال کے لیے تھیں' بعونہٖ تعالیٰ اپنے سزائے کردار کو پہنچ گئیں۔ والحمد للّٰہ ربّ العالمین۔ اب پھر دست استعانت قائد توفیق کے ہاتھ میں دیجیے اور بعنایت الٰہی وعنایت حضرت رسالت پناہی علیہ الصلوٰۃ والسلام غیر المتناہی تحقیق مرام میں اس سے بھی وسیع تر تنزلی کلام اور آخر میں ازالہ وازہاق بقیہ اوہام منکرین لیام کیجیے۔ وباللہ التوفیق۔

افادۂ بست وششم اقول

بالفرض اگر ایسی جگہ ضعفِ سند ایسی ہی حد پر ہو کہ اصلاً قابلِ اعتماد نہ رہے مگر جو بات اس میں مذکور ہوئی۔ وہ علماء وصلحاء کے تجربہ میں آچکی تو علمائے کرام اس تجربہ ہی کو سند کافی سمجھتے ہیں کہ آخر ضعفِ سند کذب واقعی کو مستلزم نہ تھا۔ حاکم نے بطریق عمر بن ہارون بلخی سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قضائے حاجت کے لیے ایک ترکیب عجیب مرفوعاً روایت کی جس کے آخر میں ہے ولا تعلموھا السفھاء فانہ یدعون بھا فیستجابون بیوقوفوں کو یہ نماز نہ سکھاؤ کہ وہ اس کے ذریعے سے جو چاہیں گے مانگ بیٹھیں گے اور قبول ہوگی۔

آئمہ جرح وتعدیل نے عمر بن ہارون کو سخت شدید الطعن متروک بلکہ متہم بالکذب تک کہا۔ امام احمد وامام نسائی وامام ابوعلی نیشاپوری نے فرمایا متروک الحدیث

ہے۔ امام علی مدینی وامام دارقطنی نے کہا سخت ضعیف ہے۔ صالح جزررہ نے کہا کذاب ہے۔ امام یحیٰی بن معین نے فرمایا محض لاشئے کذاب خبیث ہے کل ذلك فی المیزان۔ لا جرم حافظ الشان نے تقریب میں فرمایا: متروك وكان حافظا۔ ذہبی نے میزان میں کہا: كان من اوعية العلم على ضعفه وكثرة مناكيره وما اظنه ممن يتعمد الباطل۔ تذکرۃ الحفاظ میں آخر یہ کہا: لاريب فی ضعفه۔ امام اجل ثقہ حافظ عبدالحکیم زکی منذری نے کتاب الترہیب[1] میں یہ حدیث بروایت حاکم نقل کرکے عمر بن ہارون کے متروک ومتہم ہونے سے اسے معلول کیا۔ حيث قال قد تفرد به عمر بن هارون البلخی وهو متروك متهم اثنى عليه ابن مهدی وحده[2] فیما اعلمه ا ھ قلت بل اختلف الرواية عن ابن مهدی ایضًا فقال فی المیزان قال ابن مهدی واحمد والنسائی متروك الحديث ثم قال وقال ابن حبان كان ابن مهدی حسن الرای فی عمر بن هارون ا ھ فالله تعالٰی اعلم۔ بایں ہمہ از انجا کہ مستدرک میں تھا۔ قال احمد بن حرب قد جربته فوجدته حقًا وقال ابراهيم على الديبلی[3] قد جربته فوجدته حقًا وقال

[1] فی الترهيب فی صلوٰة الحاجة ۱۲ منه

[2] اقول هذا عجيب من مثل الحافظ مع قول نفسه فی خاتمة الكتاب ضعفه الجمهور و وثقه قتيبة غيره اھ وفی تذكرة الحفاظ عن الا بارعن ابی غسان عن بهر بن اسد انه قال ارى يحيى بن سعيد حسده قال و ساق الخطيب باسناده عن ابی عاصم انه ذكر عمر بن هارون فقال عمر عندنا احسن اخذ الحديث من ابی المبارك وقال سئل ابو عبد الله عن عمر بن هارون فقال ما اقدر ان اتعلق عليه بشیء كتبت عنه كثيرا فقيل له قد كانت له قصة مع ابن مهدی فقال بمعنی انه كان يحمل عليه وقال احمد بن سيار كان كثيرا السماع. كان قتيبة بطريه ويو ثقه الخ ثم ذكر تكذيبه وتركه وجرعه عن ابی معين وآخرين ثم قال قلت لا ريب فی ضعفه وكان لما حافظا فی حروف القرأت مات سنة اربع وتسعين ثلث ماته ا ه ۱۲ منه

[3] نسبتة الى ديبل بفتح الدال الهملة وسكون المثناة من تحت وضم الموحدة والآخر لام قصبة بلادا السند كما فی القاموس ۱۲ منه سلمه ربه

الحاکم قال لنا ابو زکریّا قد جربته فوجدته حقًّاقال الحاکم قد جرّبته فوجدته حقًّا۔ احمد بن حرب نے کہا میں نے اس نماز کو آزمایا حق پایا۔ ابراہیم بن علی دیبلی نے کہا میں نے آزمایا حق پایا۔ ہم سے ابوزکریا نے کہا میں نے آزمایا حق پایا۔ حاکم کہتے ہیں خود میں نے آزمایا حق پایا۔ لہٰذا امام حافظ منذری نے کہا:

الاعتماد فی مثل ھٰذا علی التجربة لاعلی الاسناد ایسی جگہ اعتمادِ تجربہ پر ہے نہ اسناد پر۔

امام ابن امیر الحاج حلیہ[1] میں حدیث کا وہ ضعف شدید اور امام ابن جوزی کا اسے بالیقین موضوع[2] کہنا ذکر کر کے فرماتے ہیں:

ومشی علی ھٰذا فی الحاوی القدسی فانه ذکر ھٰذا الصلٰوة للحاجة علی ھٰذاالوجه من الصلٰوة المستحبه۔

حاوی قدسی میں اسی پر عمل کیا کہ انہوں نے حاجت کے لیے اس ترکیب کو مستحب نمازوں میں ذکر فرمایا۔

مرقاۃ شرح مرقاۃ سے امام اجل سیدی شیخ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ الشریف کا ارشاد لطیف افادہ ۱۵ میں گزرا کہ میں نے صحت حدیث کو اس جوان کی صحت کشف سے پہچانا' یعنی جب اس کے کشف سے معلوم ہوا کہ حدیث میں جو وعدہ آیا تھا

---

[1] اقول بحمد اللہ تعالیٰ اس فقیر نے بھی کئی بار آزمایا، بعض قریب تر اعزہ کو سخت ناسازی تھی طول ہوا یہاں تک کہ ایک روز حالت مثل نزع طارق ہوئی سب رونے لگے فقیر مشغول نماز مذکور ہوا پڑھ کر آیا تو عزیز مذکور کو بیٹھا باتیں کرتا ہوا پایا، وللہ الحمد بیس سال ہونے کو آئے جب سے بحمد اللہ فضل الٰہی ہے۔ ماشاء اللہ لاقوۃ الا باللہ ۱۲ منہ سلمہ ربہ

[2] آخر الکتاب فی الفصل الثالث عشر فی صلوٰة الحاجة فصول تکمیل الکتاب ۱۲ منه سلمه ربه

[3] ھو آخر حدیث من باب الصلوٰة فی الموضوعات قال المخرج موضوع عجمر بن ھارون کذاب قال خاتم الحفاظ عمر روی له ا لترمذی وابن ماجه وقال فی المیزان کان عن او عیبته العلم الی آخر مانقلنا قال وجدت للحدیث طریقا آخر فذکر ما اسند ابن عسکر عن ابی ھریرة رضی اللہ تعالٰی نحوه وسکت علیه خاتم الحفاظ (واللّٰہ تعالٰی اعلم)

ٹھیک اترا۔ معلوم ہوا کہ حدیث صحیح ہے۔ اب صدر رسالہ میں امام سخاوی کے نقول دیکھ لیجیے کہ اس تقبیل ابہامین کے کتنے تجربے علماء وصلحاء سے منقول ہوئے ہیں۔ لاجرم علامہ طاہر فتنی نے فرمایا:

روی تجربة ذلك عن کثیرین — اس کا تجربہ بہت لوگوں سے روایت کیا گیا۔

تو عزیزو! اگر بفرضِ غلط سند کسی قابل نہ سمجھو' تاہم تجربۂ علماء کو سند کافی جانو۔

افادۂ بستم وہفتم اقول

بھلا یہاں تو طرق مسندہ باسانید متعددہ کتب حدیث میں موجود۔ علمائے کرام تو ایسی جگہ صرف کلمات بعض علماء میں بلا سند مذکورہ ہوتا ہے' سند کافی سمجھتے ہیں۔ اگرچہ طبقہ رابعہ وغیرہا کسی طبقہ حدیث میں اس کا نام ونشان نہ ہو۔ حضور اقدس سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال اقدس کے بعد امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حضور والا کو ندا کر کے بابی انت وامی یارسول اللہ (میرے ماں باپ آپ پر قربان یارسول اللہ) کہہ کر حضور اقدس کے فضائل جلیلہ وشمائل جمیلہ عرض کرنا۔

یہ حدیث امام ابو محمد عبداللہ بن علی لخمی اندلسی رشاطی نے پانچویں صدی کے علماء میں سے تھے۔ ۵۶۶ھ میں انتقال کیا۔ اپنی کتاب "اقتباس انوار و التماس الاذھار اور ابوعبداللہ محمد محمد ابن الحاج عبدری مکی مالکی نے کہ آٹھویں صدی کے فضلاء سے تھے۔ ۷۳۷ھ میں وصال ہوا۔ اپنی کتاب مدخل میں ذکر کی۔ دونوں نے محض بلا سند ائمہ کرام وعلمائے اعلام نے اس سے زائد اس کا پتہ نہ پایا۔ کتب حدیث میں اصلا نشان نہ پایا۔ مگر ازاں جا کہ مقام مقام فضائل تھا' اسی قدر کو کافی سمجھا۔ ان نادانوں کند حواسوں فرق مراتب ناشناسوں کی طرح طبقۂ رابعہ میں ہونا درکنار اصلا کسی طبقہ میں نہ ہونا بھی انہیں اس کے ذکر وقبول سے مانع نہ آیا' بلکہ اس سے استناد فرمایا۔

علامہ ابوالعباس قصار نے اسی شرح قصیدہ بردہ شریف میں ذکر کیا اور انہیں رشاطی کا حوالہ دیا۔ پھر امام علامہ احمد قسطلانی[1] نے مواہب لدنیہ میں بصیغۂ جزم ذکر کی اور اسی

[1] الفصل الاول من المقصد العاشر ۱۲ منہ

شرح قصار و مدخل کی سند دی۔

اسی مواہب شریف ونسیم الریاض' علامہ شہاب خفاجی مصری ومدارج النبوۃ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی وغیرہا میں علمائے کرام نے اس حدیث کو زیر بیان آیہ کریمہ **لا اقسم بهٰذا البلده وانت حل بهٰذا البلد** ۔ جس میں ربّ العزت جل وعلا نے شہر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم یاد دلائی ہے۔ محل استناد میں ذکر کیا ہے کہ قرآن عظیم نے حضور پرنور سیّد المحبوبین صلی اللہ علیہ وسلم کی جان پاک کی قسم کھائی کہ: **لعمرك انهم لفی سكرتهم يعمهون** ۔ (تیری جان کی قسم یہ کافر اپنے نشے میں بہک رہے ہیں) اور حضور پرنور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شہر مکہ معظمہ کی بھی قسم کھائی کہ **لا اقسم بهٰذا البلد** ۔ مگر اس قسم میں اس قسم سے زیادہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم ہے۔

جس طرح امیر المؤمنین عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس طرف اشارہ کیا کہ عرض کرتے ہیں میرے ماں باپ حضور پر قربان یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ کے نزدیک حضور کا مرتبہ اس حد کو پہنچا کہ حضور کے خاکِ پا کی قسم یاد فرمائی۔ **لا اقسم بهٰذا البلد** ۔

نسیم[1] کی دل کشا عبارت یہ ہے: **قد قالوا ان هٰذا القسم ادخل فی تعظیمه صلی الله تعالٰی علیه وسلم من القسم بذاته وبحیاته کما ارشار الیه عمر رضی الله تعالٰی عنه بقول بابی انت وامی یا رسول الله قد بلغت من فضیلة عنده ان اقسم بتراب قدمیك فقال لا اقسم بهٰذا البلد**

مواہب[2] میں ہے: **علٰی کل حال فهٰذا متضمن للقسم ببلد رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم ولا یخفٰی ما فیه من زیادة التعظیم وقد روی ان عمر بن الخطاب رضی الله تعالٰی عنه قال للنبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم بابی انت وامی یا رسول الله لقد بلغ من فضیلتك عند الله ان اقسم بحیاتك**

---

[1] الفصل الرابع من الباب الاوّل ۱۲ منه سلمه ربه

[2] المقصد السادس النوع الخامس الفصل الخامس ۱۲ منه سلمه ربه

دون سائر الانبیاء ولقد بلغ من فضیلتك عنده ان اقسم بتراب قدمیك فقال لا اقسم بهٰذا البلد

مدارج[1] میں اسے نقل کر کے فرمایا: یعنی سوگند خوردن بلد کہ عبارت است از زمینے کہ پے سپر میکند آں راسوگند بخاکِ پائے خوردن است و ایں لفظ در ظاہر نظر سخت می در آید نسبت بجناب عزت چوں گوئند کہ سوگند میخورد بخاکِ پائے حضرتِ رسالت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم و نظر بحقیقت معنی صاف و پاک است کہ عبادے برآں نہا۔ وتحقیق ایں سخن آنست کہ سوگند خوردن حضرت ربّ العزت جل جلالہ بچیزے غیر ذات و صفاتِ خود برائے اظہار شرف و فضیلت و تمیز آں چیز است نزد مردم و نسبت بایشاں تابدانند کہ آں امرے عظیم و شریف است' نہ آنکہ اعظم است نسبت بوے تعالٰی الخ۔ میں ایک اسی حدیث بے سند کو ذکر کیا کرتا کہ اس کی تو صدہا نظیریں کتبِ علماء میں موجود ہیں۔ زیادہ جانے دیجئے یہ زمانہ کے بڑے محدث شاہ ولی اللہ صاحب بھی جا بجا اپنی تصانیف میں ایسے کتب کی حدیثوں سے سند لاتے ہیں جو نہ کسی طبقۂ حدیث میں داخل۔ نہ ان میں سند کا نام و نشان قرۃ العینین میں روایاتِ مذکورۂ تاریخ یافعی و روضۃ الاحباب وشواہد النبوۃ مولانا جامی قدس سرہ السامی سے استناد موجود۔ مثلاً لکھا:

اما اتصاف شیخین بصفاتِ کاملہ تلبیہ پس بطریق اتم بودو ظہور خرق عوائد و تربیتِ الٰہی ایشاں را بروۂ یا و مانند آں از ایشاں بسیار مردی شدہ۔ حدیثے چند ازیں جملہ نیز روایت کنم در شواہد النبوۃ از ابو مسعود انصاری' منقول است کہ گفتہ است کہ اسلام ابوبکر شبیہ بوحی ست۔ زیرا کہ وے گفتہ است کہ شبے پیش از بعثتِ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم در خواب دیدم کہ نورے عظیم از آسمان فرود و بربامِ کعبہ افتاد الخ و نیز در شواہد مذکور است کہ امیر المؤمنین ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالٰی عنہ) گفتہ است کہ روزے در ایام جاہلیت در سایہ درختے نشستہ بودم' ناگاہ میل بمن کرد۔ آوازے ازاں درخت بگوش من آمد کہ پیغمبرے در فلاں وقت بیروں خواہد آمد۔ می باید کہ تو سعادت مند ترین

---

[1] قسم اوّل باب سوم فصل دوم ۱۲ منہ سلمہ ربہ

مردمان باشی یوے الخ ونیز در شواہد از ابوبکر صدیق منقول است کہ در مرضِ آخر خود گفت کہ اشب در تفویض امرِ خلافت بتکرارِ استخارہ کردم الخ۔ ملتقطاً۔

اوسی میں ہے: چوں نوبتِ خلافت بفاروق رسید' سیاستے بردستِ او واقع شد کہ غیر نبی برآں قادر نباشد۔ واگر عقل سلیم را اعمال نمائیم در امورے کہ خلافت انبیاء را شاید بہتر از حال وے متصور نہ گردد۔ زیرا کہ حضرت پیغامبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم بدو چیز مشغول بوند۔ یکے تعلیم علم و فاروقِ اعظم مسائل را تحمل کرد۔ و ترتیبِ کتاب و سنت و اجماع و قیاس آورد و سد مداخل تحریف نمود۔ چنانکہ علمائے صحابہ ہمہ گواہی دادند کہ وے اعلم زمان خود است۔ دیگر جہاد کفار و فاروق تحمل عبائے جہاد بوجہے نمود کہ خواب تر ازاں صورت نگردید قال الیافعی فی السنتہ الرابعة فتحت ودمشق الخ

ودر روضۃ الاحباب مذکور است کہ درزمان خلافت وے ہزار وسی وشش شہر با توابع ولواحق آں فتح شدو چہار ہزار مسجد ساختہ گشت۔ و چار کینسہ خراب گردید ویک ہزار ونہ صد منبر بنا کردنداھ بالتقاط۔

یوں ہی تفسیر عزیزی وغیرہ تصانیف مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب میں ایسے بہت استناد ملیں گے۔ اس کا گناہی کیا تھا۔ مجھے تو جہاں یہ نص قاہر وباہر سنانا ہے کہ حدیث مذکورہ فاروقی بابی انت واُمی یا رسول اللہ کا ایک پارہ امام قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بھی شفا شریف میں یونہی بلا سند ذکر فرمایا۔ اس پر امام خاتم الحفاظ جلال الملۃ والدین سیوطی نے مناہل الصفا[1] تخریج احادیث الشفاء پھر ان کے حوالہ سے علامہ خفاجی نے نسیم میں ارشاد کیا:

لم اجده فی شیء من کتب الاثر لکن صاحب اقتباس الانوار وابن الحاج فی مدخله ذکراه فی ضمن حدیث وکفی بذلك

میں نے یہ حدیث کسی کتاب حدیث میں نہ پائی' مگر صاحب اقتباس الانوار' اور ابن الحاج نے مدخل میں ایک حدیث طویل میں اسے ذکر کیا۔ ایسی حدیث کو اتنی ہی

---

[1] احادیث الفصل السابع من الباب الاول ۱۲ منہ سلمہ ربہ

سند بہت ہے کہ وہ کچھ احکام سے تو متعلق نہیں۔	**سند المثله فانه ليس مما يتعلق بالاحكام ۔**

فقیر بعون ربِّ قدیر جلّ وعلا تنزل پر تنزل کر کے روشن سے روشن تر کلام کرے۔ مگر منکرین حضرات کی آنکھیں خدا ہی کھولے۔

افادۂ بست وہشتم اقول

اچھا سب جانے دیجیے اپنی خاطر پورا تنزل لیجیے بالفرض حدیث موضوع و باطل ہی ہو تاہم موضوعیت حدیث عدم حدیث ہے۔ نہ حدیث عدم۔ اس کا اصل صرف اتنا ہوگا کہ اس بارہ میں کچھ وارد نہ ہوا نہ یہ کہ انکار و منع وارد ہوا۔ اب اصل فعل کو دیکھا جائے گا۔ اگر قواعد شرع ممانعت بتائیں' ممنوع ہوگا' ورنہ اباحت اصلیہ پر رہے گا اور یہ نیت حسن و مستحسن ہو جائے گا۔ **كما هو شان المباحات جميعًا كما نص عليه[1] في الاشبا ورد المحتار وانموذج العلوم وغيرها من معتمدات الاسفار** ۔ حدیث کے موضوع ہونے سے فعل کیوں ممنوع ہونے لگا۔ موضوع خود باطل و مہمل اور بے اثر ہے یا نہی و ممانعت کا پروانہ۔ لا جرم علامہ سیدی احمد طحطاوی مصری حاشیۂ درمختار میں زیر قول رملی **واما الموضوع فلا يجوز العمل به بحال** فرماتے ہیں: **اى حيث كان مخالفالقواعدالشريعة واما اذا كان داخلافى اصل عامر فلا مانع منه لجعله حديثا بل لدخوله تحت الاصل العام** ۔ یعنی جس فعل کے بارے میں حدیث موضوع وارد ہوا سے کرنا اسی حالت میں ممنوع ہے کہ خود وہ فعل قواعد شرع کے خلاف ہو اور اگر ایسا نہیں بلکہ کسی اصل کلی کے نیچے داخل ہے تو اگرچہ حدیث موضوع ہو فعل سے ممانعت نہیں ہو سکتی نہ اس لیے کہ موضوع کو حدیث ٹھہرائیں بلکہ اس لیے کہ وہ قاعدہ کلیہ کے نیچے داخل ہے۔

---

[1] قال فى الاشباه من القاعدة الاولى امام المباحات فانها تختلف صفتها باعتبار ما قصدت لا جله الخ وعنها نقل فى اوائل نكاح ردالمحتار وفيه ايضًا من كتاب الاضحية مسئله العقيقه لنا وان قلنا انها لكن يقصد الشكر تصير قربة فان النية تصير العادات عبادات والمباحات طاعات ١ھ وكلام الانمو ذج مر فى الافادة الحادية العشرين ١٢ منه سلمه ربه

اقول:

فقد افا د رحمه الله بتعليله ان المراد جواز العمل بما فی موضوع لا لکونه فی موضوع وسنلقی علیك تحقیق المقام بتوفیق الملك العلام فانتظر ۔ یہ تو صریح کلی تھی۔ اب جزئیات پر نظر کیجیے تو وہ بھی باعلیٰ ندا شہادت جواز دے رہے ہیں جس نے کلمات علمائے کرام حشرنا اللہ تعالیٰ فی زمرتہم کی خدمت کی۔ وہ جانتا ہے کہ ورود موضوعات واباطیل ان کے نزدیک موجب منع فعل نہ تھا' بلکہ باوصف اظہار وضع وبطلان حدیث اجازت افعال کی تصریح فرماتے۔ یہاں بنظر اختصار چند امثلہ پر اقتصار۔

۱- امام سخاوی رحمہ اللہ تعالیٰ مقاصد حسنہ میں فرماتے ہیں:

حدیث لبس الخرقة الصوفیة و کون الحسن البصری لبسها من علی قال ابن دحیه و ابن اصلاح انه باطل و کذا قال شیخنا انه لیس فی شیء من طرقها یثبت ولم یرد فی خبر صحیح ولا حسن ولا ضعیف ان النبی صلی الله علیه وسلم البس الخرقة علی الصورة المتعارفة بین الصوفیة لا حد من اصحابه ولا مراحد امن اصحابه یفعل ذلك و کلما یروی صریحا فی ذلك فباطل ثم ان ائمة الحدیث لم یثبتو اللحسن من علی سماعا فضلا عن ان یلبسه الخرقة ولم یتفرد شیخنا بهذا بل سبقه الیه جماعة حتی من لبسها و البسها کالدمیاطی و الذهبی و الهکاری وابی حیان و العلائی ومغطلائی و العراقی وابن الملقن ولا نباسی والبرهان الحلبی وابن ناصرالدین هذا مع الباسی ایاها لجماعة من اعیان المتصوفة امتثالاً لا لزامهم لی بذلك حتی تجاة الکعبة المشرفة تبرکا بذکر الصلحین وقتفاء لمن اثبة من

---

[1] فی مستحبات الوضوء ۱۲ منه سلمه ربه

الحفاظ متمدین اھ بتلخیص ۔

خرقہ پوشی صوفیہ کرام کی حدیث اور یہ کہ حضرت حسن بصری قدس سرہ السری نے امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے خرقہ پہنا۔ امام ابن دحیہ وامام ابن الصلاح نے فرمایا باطل ہے۔ ایسا ہی ہمارے استاد امام ابن حجر عسقلانی نے فرمایا کہ اس کی کوئی سند ثابت نہیں۔ نہ کسی خبر صحیح نہ حسن نہ ضعیف میں آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صورت معمولہ صوفیہ کرام پر کسی کو خرقہ پہنایا یا اس کا حکم فرمایا جو کچھ اس بارہ میں صریح روایت کیا جاتا ہے سب موضوع ہے۔ پھر ائمہ حدیث تو حضرت حسن کا حضرت مولیٰ سے حدیث سننا بھی ثابت نہیں کرتے۔ خرقہ پہنانا تو بڑی بات ہے اور یہ بات کچھ ہمارے شیخ ہی نے نہ فرمائی بلکہ ان سے پہلے ایک جماعت ائمہ محدثین ایسا ہی فرما چکی۔ یہاں تک کہ وہ اکابر جنہوں نے خود پہنا پہنایا جیسے ۱-امام دمیاطی ۲-امام ذہبی ۳-امام شیخ الاسلام ہکاری ۴-امام ابوحیان ۵-امام علاؤالدین علائی ۶-امام مغلطائی ۷-امام عراقی ۸-امام ابن الملقن ۹-امام ابناسی ۱۰-امام برہان حلبی ۱۱-امام ابن ناصر الدین دمشقی یہ باآنکہ میں نے خود ایک جماعت عمدہ متصوفین کو خرقہ پہنایا کہ مشائخ کرام نے مجھ پر لازم فرمایا تھا۔ یہاں تک کہ خاص کعبہ معظمہ کے سامنے پہنایا ذکر اولیائے کرام سے برکت لینے اور حفاظ معتمدین کی پیروی کو جو اسے ثابت کر گئے (رحمتہ اللہ تعالیٰ اجمعین)

دیکھو یہ جماعت کثیرہ ائمہ دین وحملہ شرع متین باآنکہ احادیث خرقہ کو باطل محض جانتے' پھر بھی خرقہ پہنتے پہناتے اور اسے باعث برکات مانتے۔

تنبیہ

یہ انکار محدثین اپنے مبلغ علم پر ہے اور وہ اس میں معذور' مگر حق اثبات سماع ہے۔ محققین نے اسے بسند صحیح ثابت کیا۔ امام خاتم الحفاظ جلال الدین سیوطی نے خاص اس

باب میں رسالہ اتحاف الفرقہ بوصل الخرقہ تالیف فرمایا۔ اس میں فرماتے ہیں:

اثبۃ جماعۃ وھو الراجح عندی لوجوہ وقد رجحہ ایضا الحافظ ضیاء الدین المقدسی فی المختارۃ وتبعہ الحافظ ابن حجر فی اطراف المختارہ۔

حضرت حسن کا حضرت مولیٰ سے سماع ایک جماعت محدثین نے ثابت فرمایا اور یہی متعدد دلیلوں سے میرے نزدیک راجح ہے اسی کو حافظ ضیاء الدین مقدسی نے صحیح مختارہ میں ترجیح دی اور امام الشان حافظ ابن حجر عسقلانی نے اطراف مختارہ میں ان کی تبعیت کی۔

پھر دلائل ترجیح لکھ کر فرماتے ہیں امام ابن حجر نے فرمایا مسند ابی یعلیٰ میں ایک حدیث ہے: حدثنا جویریۃ بن اشرش قال اخبرنا ابن ابی الصہباء الباھلی قال سمعت الحسن یقول سمعت علیا یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل امتی مثل المطر الحدیث۔

ہمارے شیخ المشائخ محمد بن حسن بن صیر فی نے فرمایا۔ یہ حدیث نص صریح ہے کہ حسن کو مولیٰ علی سے سماع حاصل ہے۔ اس کے ثقات ہیں۔ جویریہ کو ابن حبان اور عقبہ کو امام احمد و یحییٰ معین نے ثقہ کہا۔ انتہیٰ۔

اقول:

یہ تو بطور محدثین ثبوت صریح و صحیح ہے اور حضرات صوفیہ کرام کی نقل متواتر تو موجب علم قطعی و یقینی ہے جس کے بعد حصول سماع و لبس خرقہ میں اصلاً محل سخن نہیں۔ وللہ الحمد۔

۲- علامہ طاہر فتنی آخر مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:

من شم الورد و لم یصل علی فقد جفانی ھو باطل و کذب و کذا من ثم الورد الاحمر الخ ز[1] قد کتبت

یہ حدیث کہ جس نے پھول سونگھا اور مجھ پر درود نہ بھیجا' اس نے مجھ پر ظلم کیا' باطل و کذب ہے ایسی ہی وہ حدیث جو

[1] الفتنی یکتب رمز علی ما یزید من عند نفسہ فلعلھا رمز للزیادۃ ۱۲ منہ

فی شان الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عند شم الطیب لشیخنا الشیخ علی المتقی قدس سرہ ھل لہ اصل فکتب الجواب عن شیخنا الشیخ ابن حجر قدس سرہ او غیرہ بما نصہ اماالصلوٰۃ علی النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم عند ذلک ونحوہ فلا اصل لھا ومع ذلک فلا کراھۃ عند نا اھ ملخصا۔

گلاب کا پھول سونگھنے میں آئی۔ میں نے اس باب میں اپنے شیخ علی متقی مکی قدس سرہ الملکی کو لکھا کہ خوشبو سونگھتے وقت درود پڑھنے کی کچھ اصل ہے؟ انہوں نے ہمارے استاد امام ابن حجر مکی رحمتہ اللہ تعالٰی کے یا کسی اور عالم کے حوالے سے جواب تحریر فرمایا کہ ایسے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنے کی کچھ اصل نہیں تاہم ہمارے نزدیک اس میں کوئی کراہت بھی نہیں۔

پھر امام مذکور بعد اس تحقیق کے کہ اس وقت غافلانہ بے نیت ثواب درود نہ پڑھنا چاہیے۔

ارشادفرماتے ہیں: امامن استیقظ عند اخذ الطیب اوشمہ الی ماکان علیہ صلی اللہ علیہ وسلم من محبۃ للطیب واکثارہ منہ فتذکر ذلک الخلق العظیم فصلی علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حینئذ لما وقرفی قلبہ من قلبہ من جلالۃ واستحقاقہ علی کل امۃ ان یلحظوہ بعین نھایۃ الا جلال عند رویۃ شیء من اثارہ اوما یدل علیھا فھٰذا الاکراھۃ فی

ہاں خوشبو لیتے یا سونگھتے وقت متنبہ ہو کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اسے دوست رکھتے اور بکثرت استعمال فرماتے تھے۔ اس خلق عظیم کو یاد کر کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پاک بھیجے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور تمام امت پر حضور کا یہ حق ہونا اس کے دل میں جما کہ جب حضور کے آثار شریفہ یا ان پر دلالت کرنے والی کوئی چیز دیکھیں تو نہایت تعظیم کی آنکھ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا تصور کریں تو ایسے کے حق

حقه فضلا عن الحرمة بل هواٰت بما فيه اكمل الثواب الجزيل والفضل الجميل وقد استحبه العلماء لمن راٰى شيئا من اثاره صلى الله تعالٰى عليه وسلم ولا شك ان من استحضر ماذكرته عند شمه الطيب يكون كالرأى لشيء من اثاره الشريفه فى المعنى فليس له الاكثار من الصلوة والسلام عليه صلى الله تعالٰى عليه وسلم ح اھ مختصرا۔

میں حرمت چھوڑ کراہت کیسی۔ اس نے تو وہ کام کیا جس پر ثواب کثیر وفضل جمیل پائے گا کہ زیارت آثار شریفہ کے وقت درود پڑھنا علماء نے مستحب روا رکھا ہے اور شک نہیں کہ جس نے خوشبو سونگھتے وقت یہ تصور کیا وہ گویا آثار شریفہ کی زیارت کررہا ہے اسے تو اس وقت حضور پرنور سیّد عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام کی کثرت سنت ہے۔

دیکھو باآنکہ احادیث موضوع تھیں اور خاص فعل کی اصلاً سند نہیں۔ پھر بھی علماء نے جائز رکھا اور بہ نیت نیک باعث اجرعظیم وفضل کریم قرار دیا۔

۳- فتح الملک المجید کے باب ثامن عشر میں بعد ذکر احادیث ادعیہ واذکار صبح وشام ہے:

ویشبها ما یتداوله السادة الصوفية من قول لا اله الاالله سبعين الفامرة يذكرون ان الله يعتق بها رقبة من قالها واشترى بها نفسه من النار يحافظون عليها لانفسهم ولمن مات من اهاليهم واخوانهم وقد ذكرها الامام اليافعي والعارف الكبير

انہیں دعاؤں کا مشابہ ہے وہ جو سادات صوفیائے کرام میں ستر ہزار بار لا الٰہ الا اللہ کا رواج ہے اور بیان کرتے ہیں کہ جو ایسا کہے گا۔ اللہ عزوجل آزاد فرمائے گا۔ اس نے اپنی جان دوزخ سے بچالی اور اس پر اپنی اور اپنے اموات اقارب واحباب کے لیے محافظت فرماتے ہیں۔ اسے امام یافعی اور عارف کبیر سیدی محی الدین ابن عربی

المحی الدین ابن العربی واوصی بالمحافظة علیها وذکروا انه قدرو دفیها خبر نبوی لکن قال بعض المشائخ لم ترد به السنة فیما اعلم وقد وقفت علی صورة سوال للحافظ ابن حجر رضی الله تعالٰی عنه عن هذا الحدیث وهو من قال لا اله الا الله سبعین الفاً فقد اشتری نفسه من الله وصورة جوابه الحدیث المذکور لیس بصحیح ولا حسن ولا ضعیف بل هو باطل موضوع اھ هکذا قال النجم الغیطی وعقبه بقوله لکن ینبغی للشخص ان یفعل ذلك اقتداء بالسادة وامتثالاً لقول من اوصی بها وتبرکاً بافعالهم اھ مخلصاً ۔

قدس سرہما نے ذکر کیا اور شیخ اکبر نے اس پر محافظت کی تاکید فرمائی صوفیائے کرام اس باب میں حدیث نبوی کا آنا بیان فرماتے ہیں۔ لیکن بعض مشائخ نے کہا میری دانست میں کوئی حدیث اس میں وارد نہ ہوئی اور میں نے ایک فتوی دیکھا کہ امام ابن حجر سے اس حدیث کی نسبت سوال ہوا کہ جو کوئی ستر ہزار بار لا الٰہ الا اللہ کہے اس نے اپنی جان اللہ عزوجل سے خرید لی۔ امام نے جواب لکھا کہ یہ حدیث نہ صحیح ہے نہ حسن نہ ضعیف، بلکہ باطل وموضوع ہے علامہ نجم الدین غیطی نے اس فتوے کا ذکر کر کے فرمایا کہ آدمی کو چاہیے کہ اس عمل کو بجالائے کہ اولیائے کرام کی پیروی اور اس کے وصیت فرمانے والوں کا حکم ماننا اور ان کے افعال سے برکت لینا حاصل ہو۔

یہ علامہ نجم الدین محمد بن محمد غیطی، امام شیخ الاسلام فقیہ محدث عارف باللہ سیدی زکریا انصاری قدس سرہ الشریف کے تلمیذ اور امام حافظ الشان ابن حجر عسقلانی کے تلمیذ التلمیذ اور شاہ ولی اللہ وشاہ عبدالعزیز صاحب کے استاذ سلسلۂ حدیث ہیں۔ دیکھو انہوں نے امام ابن حجر کا وہ فتوی نقل کر کے حدیث کے باطل اور موضوع ہونے کو برقرار رکھا۔ پھر بھی فعل کی وصیت فرمائی کہ اولیائے کرام کا اتباع اور ان کے حکم کا امتثال اور ان کے افعال سے تبرک نصیب ہو۔ وباللہ التوفیق۔

اسی طرح جناب شیخ مجدد صاحب نے بھی اس کی ہدایت فرمائی۔ جلد ثانی مکتوبات میں لکھتے ہیں: بیاران و دوستاں فرمائند کہ ہفتاد ہزار بار کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ بروحانیت مرحومی خواجہ محمد صادق و بروحانیت مرحومہ ہمشیرۂ اوام کلثوم بخوانند و ثواب ہفتاد ہزار بار رابروحانیت یکے بخشند و ہفتاد ہزار بار دیگر رابروحانیت دیگر از دوستاں دعا و فاتحہ مسئول است۔

باقی اس باب میں مرقاۃ[1] شرح مشکوٰۃ کی عبارت افادہ ۱۵ اور احادیث کریمہ حضرات اولیائے کرام کی تحقیق افادہ ۱۹ میں دیکھیے۔

۴- مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے موضوعات کبیر میں نقل فرمایا: احادیث الذکر علی اعضاء الوضوء کلها باطلته۔ جن حدیثوں میں یہ آیا ہے کہ وضو میں فلاں فلاں عضو دھوتے وقت یہ دعا پڑھے، سب موضوع ہے۔

بایں ہمہ فرمایا:

ثم اعلم انه لا یلزم من کون اذکار الوضوء غیر ثابتة عنه صلی الله علیه وسلم ان تکون مکروهة او بدعة مذمومة بل انها مستحبه استحبها العلماء الاعلام والمشائخ الکرام لمناسبة کل

پھر یہ جان رکھ کر ادعیہ وضو کا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہ ہونا کچھ اسے مستلزم نہیں کہ وہ مکروہ یا بدعت شنیعہ ہوں، بلکہ وہ مستحب ہیں۔ علماء عظام و اولیائے کرام نے ہر ہر عضو کے لائق دعا اس کی مناسبت سے مستحب مانی ہے۔

---

[1] شیخ اکبر قدس سرہ الاطہر کی روایت کہ مرقاۃ سے گزری فتح الملک المجید میں بھی نقل کی طرفہ یہ کہ وہابیہ نانوتہ دیوبند کے امام مولوی قاسم صاحب نے بھی اسے نقل کیا اور حضرت شیخ کی جگہ حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام پاک لکھا اور ستر ہزار کا لاکھ یا پچھتر ہزار بنایا۔ شاید یہ دھوکا انہیں سوم کی چنون سے لگا ہو۔ تحذیر الناس میں لکھتے ہیں حضرت جنید کے کسی مرید کا رنگ یکا یک متغیر ہو گیا سبب پوچھا تو بروئے مکاشفہ کہا اپنی ماں کو دوزخ میں دیکھتا ہوں حضرت جنید نے لاکھ یا پچھتر ہزار بار کلمہ پڑھا تھا یوں سمجھ کر کہ بعض روایتوں میں اس قدر کلمہ کے ثواب پر وعدہ مغفرت ہے جی ہی جی میں اس کو بخش دیا بخشتے ہی کیا دیکھتے ہیں کہ وہ جوان خوش ہے کہ اب میں والدہ کو جنت میں دیکھتا ہوں آپ نے فرمایا کہ اس جوان کے مکاشفہ کی صحت مجھ کو حدیث سے معلوم ہوئی اور حدیث کی تصحیح اسکے مکاشفہ سے ہو گئی۔ ۱۲ منہ

عضو بدعأ يليق فی المقام ۔

اس عبارت سے روشن طور پر ثابت ہوا کہ اباحت تو اباحت موضوعیت حدیث استحباب فعل کی بھی منافی نہیں اور واقعی ایسا ہی ہے کہ موضوعیت عدم حدیث ہے اور درود حدیث بخصوص فعل لازم استحباب نہیں کہ اس کے ارتفاع سے اس کا انتفاء لازم آئے۔ کما لا يخفى ۔

تنبیہ

اس بارہ میں سب احادیث کا موضوع ہونا ابن القیم کا خیال ہے اسی سے مولانا علی قاری نے نقل فرمایا اور ایسا ہی ذہبی نے ترجمہ عباد بن صہیب میں حسب عادت حکم کیا۔ مگر عندالتحقیق اس میں کلام ہے۔ اسباب میں ایک مفصل حدیث ابوحاتم اور ابن حبان نے تاریخ میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی۔ انصافاً غائت اس کی ضعیف ہے اور مقام مقام فضائل راجع الحلية شرح المنية للامام ابن امير الحاج تجدما يرشدك الى الحق بسراج وهاج فى ليل داج ۔

۵- سب سے طرفہ تر یہ کہ حدیث مسلسل بالا ضافۃ کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے اس کی اجازت مع ضیافت آب وخرما اپنے شیخ علامہ ابوطاہر مدنی سے لی اور اسی طرح مع ضیافت اپنے صاحبزادہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب اور انہوں نے اپنے نواسے میاں اسحٰق صاحب کو دی۔ اس کا مدار عبداللہ بن میمون قداح متروک پر ہونے کے علاوہ خود الفاظ متن ہی سخت منکر واقع ہوئے ہیں۔ بایں ہمہ اکابر محدثین کرام آج تک اس سے برکت تسلسل چاہا کیے ہیں۔ جن کے اسمائے کرام سلسلہ سند سے ظاہر شیخ شیخنا فی الحدیث مولانا عابد سندی مدنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے ثبت حصر الشارد میں اسے ذکر کر کے فرماتے ہیں:

هذا مما تفرد به عبدالله بن ميمون القداح وصرح غير واحد بانه متهم بالكذب

یہ حدیث صرف بروایت قداح آئی اور متعدد ائمہ نے اس کے متہم بالکذب ووضع ہونے کی تصریح فرمائی۔ امام سخاوی فرماتے

والواضع قال السخاوی لایباح ذکرۃ الامع ذکر وضعہ لکن المحدثین مع کثرۃ کلامھم فیہ ومبالغتھم فیہ درسیہ بالوضع لایزالون یذکرونہ یتبرکون بالتسلسل اھ۔

نہیں اس کا ذکر بے بیان موضوعیت روانہیں، مگر محدثین باآنکہ یہ نہایت شدت قداح میں قدح کرتے اور اس پر وضع حدیث کا طعن فرماتے ہیں ہمیشہ اس حدیث کو ذکر کرتے اور تسلسل کی برکت چاہتے رہتے ہیں۔

اقول:

یہ حدیث ہمیں اپنے مشائخ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے دوطریق سے پہنچی۔ اول بطریق شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی بسندہ الی الامام ابی الخیر شمس الدین محمد بن محمد ابن الجزری بسندہ الی ابی الحسن الصقلی بطریقہ الی القداح عن الامام جعفر الصادق عن ابائہ الکرام عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالیٰ وجوھھم عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوسری بطریق شاہ ولی اللہ دھلوی بسندہ الی ابی الحسن الی القداح الی امیر المؤمنین عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ۔ قداح رجال جامع ترمذی سے ہے۔ متروک سہی حدوضوع تک منتہی نہیں۔ متن طریق دوم میں مبالغات عظیمہ ہیں۔ اس پر حکم بطلان بعید نہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب کی روایت وہی ہے اور اسی میں ہمارا کلام مگر طریق اوّل میں صرف اتنا ہے کہ من اضاف مؤمنا فکانما اضاف ادم ومن اضاف اثنین فکانما اضاف ادم و حوّا ومن اضاف ثلثۃ فکانما اضاف جبرئیل و میکائیل و اسرافیل۔ان میں کوئی ایسا امر نہیں کہ قلب خواہی نخواہی وضع پر شہادت دے۔ ولہٰذا ابن الجزری نے اسی قدر فرمایا: حدیث غریب لم یقع لنا بھٰذا الوجہ الا بھٰذا الاسناد. ظاہر ہے کہ تفرد متروک مستلزم وضع نہیں۔ کما بیّناہ فی الافادۃ التّاسعۃ اماما اعلہ الشیخ ابو محمد محمدبن محمد الامیر المالکی المصری المدرس بالجامع الازھر بعد ایرادہ فی ثبتہ

بالمتن الثانی المذکور فیه الاضافة الی تمام العشرة بذکر الملائکة فی الضیافة وھم لا یاکلون ولا یشربون قال فان صح فھو خارج مخرج الفرض والتقدیر ۱ھ کما انباھا بہ فی الجملة مروياته شیخنا العلامة زین الحرم السیّد احمد بن زین دحلان المکی عن الشیخ عثمان بن حسن الدمیاطی عن مؤلفة الشیخ الامیر المالکی فاقول لیس باعجم مما انبانا السیّد حسین بن صالح جمل اللیل المکی عن الشیخ محمد عابدی السندی المدنی بسندہ المشھور الٰی صحیح مسلم بسندہ المعلوم الی ابی ھریرة رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم ان اللّٰہ عزوجل یقول یوم القیامة یا ابن اٰدم مرضت فلم تعدنی الحدیث وفیہ یا ابن اٰدم استطعمتك فلم تطعمنی۔ قال یا رب کیف اطعمك وانت ربّ العالمین قال اما علمت انه استطعمك عبدی فلان فلم تطعمه اما اعلمت انك لو اطعمته لوجدت ذٰلك عندی۔ یا ابن اٰدم ! استستیقتك فلم تسقنی الحدیث المعروف۔

ثم اقول: تحقیق مقام یہ ہے کہ عمل بموضوع وعمل بمافی موضوع میں زمین وآسمان کا فرق ہے کما یظھر مما قدمناہ فی الافادة الحادیة والعشرین ثانی مطلقاً ممنوع نہیں' ورنہ ایجاب وتحریم کی باگ مفتریانِ بیباک کے ہاتھ ہو جائے۔ لاکھوں افعالِ مباحہ جن کے خصوص میں نصوص نہیں۔ وضاعین ان میں سے جس کی ترغیب میں حدیث وضع کردیں' حرام ہو جائے جس سے ترہیب میں گھڑلیں' وہ واجب ہو جائے کہ تقدیر اوّل پر فعل ثانی پر ترک مستلزم موافقت موضوع ہوگا اور وہ ممنوع۔ لطف یہ کہ اگر ترغیب وترہیب دونوں میں بنادیں تو فعل ترک دونوں کی جان پر بنادیں نہ کرتے بن پڑے نہ چھوڑتے فاعلم وافھم ان کنت تفھم اور اوّل میں بھی حقیقۃ محذور نفس فعل میں نہیں' بلکہ نظرِ امتثال واعتقادِ ثبوت میں تو فرض وضع اس نظر سے منع ہے نہ اصلِ فعل سے۔ سفہائے وہابیہ ہمیشہ ذات وعارض میں فرق نہیں کرتے۔

افادۂ بست و نہم

بالفرض کچھ نہ سہی۔ تو اقل درجہ اس فعل کو اعمالِ مشائخ سے ایک عمل سمجھیے کہ بفرضِ روشنائی بصر معمول ایسی جگہ ثبوتِ حدیث کی کیا ضرورت۔ صیغۂ اعمال میں تصرف و استخراجِ مشائخ کو ہمیشہ گنجائش ہے۔ ہزاروں عمل اولیائے کرام بتاتے ہیں کہ باعثِ نفع بندگانِ خدا ہوتے ہیں۔ کوئی ذی عقل حدیث سے اس کی سند خاص نہیں مانگتا۔ کتبِ ائمہ سلف و علماء و مشائخ و اساتذہ شاہ ولی اللہ و شاہ عبدالعزیز اور خود ان بزرگواروں کی تصانیف ایسی صدہا باتوں سے مالا مال ہیں، انہیں کیوں نہیں بدعت ممنوع کہتے ہیں۔ خود شاہ ولی اللہ ہوامع[1] میں لکھتے ہیں:

> اجتہاد اور اختراع اعمال تصریفہ راہ کشادہ است مانند استخراج اطبا نسخہ ہائے قرابادین را ایں فقیر را معلوم شدہ است کہ دروقت اول طلوع صبح صادق تا اسفار مقابل صبح نشستن وچشم را بآں نور دوختن یا نور را مکرر گفتن تا ہزار بار کیفیت ملکیہ را قوت میدہد واحادیث نفس را می نشاند آہ ملخصاً۔

اوسی[1] میں ہے: چندنوع کرامت از ہیچ ولی الا ماشاء اللہ منفک نے شود۔ ازا نجملہ فراست صادقہ وکشف واشراف برخواطر وازاں جملہ ظہور تاثیر درد عاورقے واعمال تصریفیہ اوتا عالم یفیض نفس او متمتع شود آہ ملتقطاً۔

عزیزو! خدارا انصاف، ذرا شاہ ولی اللہ کے قول الجمیل دیکھو اور ان کے والد و مشائخ وغیرہم کے اختراعی اعمال کا تماشا کرو۔ دردِ سر کے لیے تختہ پر ریتا بچھانا کیل سے ابجد ہوز لکھنا، چیچک کو نیلے سوت کا گنڈا بنانا، پھونک کر گرہیں لگانا، اسمائے اصحاب کہف سے استعانت کرنا، انہیں آگ، لوٹ، چوری سے امان سمجھنا، دیواروں پر ان کے لکھنے کو آمد جن کی بندش جاننا، دفع جن کو چار کیلیں گوشہائے مکان میں گاڑنا، عقیمہ کے لیے گلاب وزعفران سے ہرن کی کھال پر لکھنا، یہ کھال اس کے گلے کا ہار کرنا،

---

[1] ہامعہ عاشرہ از ہوامع مقدمہ ۱۲ منہ سلمہ ربہ

اسقاط حمل کو کم، کا رنگا گنڈا نکالنا، عورت کے قد سے ناپنا، گن کر نو گرہیں لگانا۔ دروازہ کو آیاتِ قرآنی لکھ کر عورت کی بائیں ران میں باندھنا۔ فرزند نرینہ کے لیے ہرن کی کھال اور وہی گلاب وزعفران کا خیال بچہ کی زندگی کو اجوائن اور کالی مرچ لینا، ان پر ٹھیک دوپہر کو قرآن کریم پڑھنا، لڑکا نہ ہونے کو عورت کے پیٹ پر دائرے کھینچنا، ستر سے کم شمار نہ ہونا، دفع نظر کو چھری سے دائرہ کھینچنا، کنڈل کے اندر چھری رکھنا، عاین وساحر کا نام لے کر پکارنا، ناپ کر تین گز ڈورا لینا، اس پر شہت بہت کیا کیا الفاظ غیر معلوم المعنی پڑھنا، قنطاع النجا خدا جانے کون ہے؟ اسے ندا کرنا، چور کی پہچان کا عمل نکالنا، یٰسین پڑھ کر لوٹا گھمانا، بخار کو عیسیٰ وموسیٰ ومحمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قسمیں دینا، مصروع کو تانبے کی تختی دو پر اسم کھدوانا، پھر تعیین یہ کہ دن بھی خاص اتوار کا ہو اس کی بھی پہلی ساعت میں کار ہو۔ اس کے سوا صدہا باتیں ان میں کونسی حدیث صحیح یا حسن یا ضعیف ہے بتایئے قرون ثلاثہ میں کب تھیں اور جب کچھ نہیں تو بدعت کیوں نہ ٹھہریں۔ شاہ صاحب اور ان کے والد ماجد وفرزند ارجمند واساتذہ ومشائخ معاذ اللہ بدعتی کیوں نہ قرار پائے۔ یہ سب سند حلال ونفائس اعمال مگر ازان میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نام پاک سن کر انگوٹھے چومنا، آنکھوں سے لگانا، اس سے روشنی بصر کی امید رکھنا، اکابر سلف سے ماثور، علماء وصلحاء کا دستور، کتب فقہ میں مسطور، یہ معاذ اللہ! حرام ووبال وموجب ضلال، تو کیا بات۔ یہاں نام پاک حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم درمیان ہے، لہٰذا وہ دلوں کی دبی آگ کو بحیلہ بدعت شعلہ فشاں ہے۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش
من انداز قدت را مے شناسم

یہ سب درکنار، شاہ صاحب اور ان کے اسلاف واخلاف، یہاں تک کہ میاں اسماعیل دہلوی تک نے امر عظیم دین تقرب رب العالمین، یعنی راہ سلوک میں صدہا نئی باتیں نکالیں۔ طرح طرح کے ایجاد واختراع کی طرحیں ڈالیں اور آپ ہی صاف صاف

---

[1] ھامعہ خامسہ تحت قول شیخ رضی اللہ تعالی عنہ دھب لنا من لدنک ریحا طیبۃ الخ ۱۲ منہ

تصریحیں کیں کہ ان کا پتہ سلف صالحین میں نہیں' خاص ایجاد بندہ ہیں۔ مگر نیک وخوب وخوش آئندہ ہیں۔ محدثات کو ذریعۂ وصول الی اللہ جانا' باعث ثواب وتقرب رب الارباب مانا۔ اس پر حضرات کو نہ کل بدعة ضلالة کا کلیہ یاد آتا ہے نہ من احدث فی امر نا مالیس منه یہاں فھورد کا قلعت پاتا ہے' مگر شریعت اپنے گھر کی ٹھہری ع۔

من کنم آنچہ من خواستم' تو مکن آنچہ خواستی

ان امور کی قدرے تفصیل اور ان صاحبوں کی تصریحات جلیل فقیر کے رسالہ انھار الانوار من ۱۳۰۵ ایم صلوة الاسرار میں مذکور اور عدم ورود کو ورود عدم جاننے کا قلع کافی وقمع وانی کتاب مستطاب اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد وکتاب لاجواب اذاقة الآثام لمانعی عمل المولد والقیام۔

وغیر ہما تصنیفات شریفہ وتالیفات منیفہ اعلیٰ حضرت تاج المحققین الکرام سراج المدققین الاعلام حامی السنن السنیہ ماحی الفتن الدنیہ بقیة السلف الصلحین حجة الخلف المفلحین سیدی ووالدی ومولائی مقصدی حضرت مولانا مولوی محمد نقی علی خان صاحب قادری برکاتی احمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ واجزل قربہ منہ اور بقدر حاجت باجمال ووجازت رسالہ اقامة القیامة علی طاعن القیام لنبی تھامہ وغیرہا رسائل ومسائل فقیر میں مسطور والحمد للہ العزیز الغفور والصلاة والسلام علی منیر النور وعلی اله وصحبه الی یوم النشور اٰمین۔

افادۂ سیم اقول

ہمیں تو اس عمل تقبیل ابہامین کا جواز واستحباب ہی ثابت کرنا تھا کہ بعونہٖ عزوجل بااحسن وجوہ نقش مراد کرسی نشین اور عرش تحقیق مستقر ومکین ھوا وللہ الحمد علی ما اولی من نعم لا تحصیٰ مگر حضرات وہابیہ اپنے نئے اماموں کی خبر لیں۔ ان کے طور پر یہ فعل جائز کہاں کا' مستحب کیسا؟ خاص سنت سنیہ بلند وبالا ہے اور اس کا منکر سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا رد کرنے والا بات بظاہر بہت چونکنے کی ہے کہ کہاں وہابی

کہاں یہ انکھی مذہب بھر کی خرابی مگر نہ جانا کہ تو ہب واضطراب وتقلب وانقلاب دونوں ایک پستان سے دودھ پیتے ہیں۔ رفاقت دائم کا عہد کیے ہیں۔

گر براند نرود ور برود باز آید
ناگزیر است تناقض سخن نجدی را

طائفہ جدید کے استاد رشید نے اپنی کتاب عجاب براہین قاطعہ ما امر الله به ان یوصل میں مسئلہ قبول ضعاف فیما دون الاحکام کے اگرچہ بکمال سلیم القلبی وبصیر العینی وعجیب وغریب معنے تراشے کہ جدت کی لہریں حدث کے تماشے ایک ایک ادا پر ہزار ہزار مکابرے۔ اپنی جانیں واریں عقل وہوش چشم وگوش اپنے عدم ملکہ کو صدقے اتاریں۔ خادمان شریعت چاکرانِ ملت مالم تسمعوا انتم ولا اباؤکم پکاریں۔ حضرت کی تمام سعی باطل تطویل الاطائل کا یہ حاصل بے حاصل کہ ارشادات علماء کی یہ مراد کہ صرف وہ حدیث ضعیف قابل قبول جس میں کسی عمل صالح کی فضیلت اور اس پر ثواب مذکور اگرچہ خاص اس عمل میں حدیث صحیح نہ آئی ہو جیسے روزہ ماہ رجب وغیرہ۔ اس کے بغیر اگرچہ حدیث میں عمل کی طلب نکلے۔ جب کوئی خاص ثواب وفضیلت مذکور نہ ہو مقبول نہیں کہ یہ تو حدیث عمل کی ہوئی نہ فضائل عمل کی۔ پھر بشرط[1] مذکور حدیث اگرچہ مقبول ہوگی، مگر وہ عمل باوصف قبول حدیث وتسلیم فضیلت مستحب ہرگز نہ ٹھہرے گا۔ جب تک حدیث حسن لغیرہ نہ ہو جائے۔ حدیث ضعیف سے ثبوت استحباب محض اختراع وخلاف اجماع ہے۔ علماء نے جتنے اعمال کو بہ نظر درود احادیث مستحب مانا۔ ان سب میں حدیث حسن لغیرہ ہوگئی ہے۔ دلیل یہ کہ احادیث ادعیہ وضو کو علامہ طحطاوی نے کہہ دیا کہ

---

[1] اقوال قبول ضعیف لبا سب کا یہی مدعا ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف پر عمل درست ہے بھلا لیلۃ الجمعہ شب برات عیدین کے صدقہ میں کوئی فضیلت وثواب عظیم مذکور ہے جس پر عمل جائز ہو روایات میں کوئی ثواب مذکور نہیں۔ فقط روح کا آنا اور حسرت ناک بات کرنا اور طلب صدقہ کرنا ہے یہ فضائل اعمال کس طرح ہوئے ہاں اعلام ان کے آنے کا ہے یہ باب علم کا ہے نہ فضائل عمل کا کیونکہ ان روایات میں عمل ہی نہیں بلکہ علم ہے اور اگر کوئی بپاس خاطر موافق نقل تسلیم بھی کرلے تو فقط عمل ہے نہ فضل عم ہاں حدیث صوم واجب و صلوۃ الاوابین میں فضل عمل ہے آدملتقطا ۱۲ منہ

حسن لغیرہ ہیں۔ بس معلوم ہوگیا کہ سب جگہ ایسے ہی ہیں۔ آخر دیگ میں ایک ہی چاول دیکھتے ہیں۔ یہ تو ان کا حکم تھا جو حدیثیں افعال متعلقہ بجوارح میں آئیں اور جو کچھ متعلق[1] بجوارح نہیں۔ وہ اگرچہ سیر ہوں۔ خواہ مواعظ' خواہ معجزات' خواہ فضائل صحابہ واہل بیت وسائر رجال جن میں قبول ضعاف کے علماء کے برابر تصریحیں فرماتے آئے ہیں۔ خواہ کسی اور خبر زائد کا بیان جس میں کسی طرح کا اعلام واخبار ہو۔ اگرچہ وہ نفیاً واثباتاً عقائد میں اصلاً داخل نہ ہو، یہ سب کا سب باب عقائد سے ہے جس میں ضعاف درکنار بخاری ومسلم کی صحیح حدیثیں بھی مردود ہیں۔ جب تک متواتر وقطعی الدلالۃ نہ ہوں۔ مثلاً یہ حدیث کہ روحیں شب جمعہ اپنے مکانوں پر آتی ہیں اور صدقات چاہتی ہیں۔ باب عقائد سے ہے اور بنظر طلب اگر صدقہ ہو تو باب عمل سے کہ یہاں کوئی فضیلت صدقہ تو مذکور نہ ہوئی۔ خلاصہ یہ کہ جو متعلق بجوارح نہیں۔ اس میں صحاح احاد بھی بے اعتبار اور متعلق بجوارح بے ذکر ثواب مخصوص میں خاص صحاح درکار ہاں ثواب بھی مذکور ہو' تو ضعاف مقبول اور یہی مراد علماء مگر مستحب نہ ٹھہرائے گا جب تک حسن لغیرہ نہ ہو۔ شروع صفحہ ۸۱ سے وسط صفحہ ۸۹ تک ان محدث نے یہی قاعدہ حادثہ احداث کیا ہے۔ ان خرافات بے سروپا کے ابطال میں کیا وقت ضائع کیجیے جس نے افادات سابقہ

---

[1] انوار ساطعہ میں تھا فقہا اس عمل کو جو حدیث ضعیف سے ثابت ہو مستحسن لکھتے ہیں چنانکہ صلوٰۃ الاوابین گردان کا مسح رجب کا روزہ اس پر کہا یہ سرتاپا غلط ہے کسی نے نہ کہا محض ایجاد ناصواب ہے مستحب کا ثبوت صحیح یا حسن سے ہوتا ہے ضعاف کہ ان ابواب میں تعدد طرق سے حسن بغیرہ ہو گئے قال الدر المختار رواہ ابن حبان وغیرہ من طرق فی رد المختار فارتقی الی الحسن ط اقوال لکن ھٰذا اذا کان ضعفہ بسو ضبط ادارسال او تدلیس او جہالۃ حال اما لو لفسق او کذب فلا انتہٰی پس جس قدر نظار مؤلف نے لکھے اور جس قدر کتب فقہ میں ہیں سب حسن لغیرہ سے ثابت ہوئے ہیں۔ ۱۲ ملخصا ۱۲ منہ سلمہ ربہ۔

[2] شب جمعہ وغیرہ ارواح کے آنے اور صدقہ چاہنے کی احادیث کو کہاں روایات میں عمل ہی نہیں بلکہ علم ہے عقیدہ کے باب میں یہ حدیث ہے یہ مسئلہ عقائد کا ہے۔ اس میں مشہور ومتواتر صحاح کی حاجت ہے یہ اعتقادیات میں داخل ہے کہ ارواح کا شب جمعہ کو گھر آنا اعتقاد کرے اور اعتقاد میں قطعیات کا اعتبار ہے نہ ظنیات صحاح کا ۱۲ ھ بالالتقاط ۱۲ منہ

میں ہمارے کلمات رائقہ دیکھے وہ اس تار و پود عنکبوت کو بعونہٖ تعالیٰ نیم جنبش نظر میں تار تار کرسکتا ہے۔ معہٰذا ہم نے یہاں بھی تلخیص تقریر میں اس کے اجمالی ابطال کی طرف اشارے کیے اور مواقع مؤاخذات پر ہندسے لگا دیئے۔ خیر یہ تو ان کا نہیں ان کی سمجھ کا قصور ہے جب خدا فہم نہ دے بندہ مجبور ہے۔ مگر ہمیں یہاں یہ کہنا ہے کہ تقبیل ابہامین کی سنیت ثابت ہوگئی کہ اگر بنظر تعدد طرق اس کی حدیث کو حسن لغیرہ کہیے فبہا ورنہ یہ تو آپ کی تفسیر پر بھی باب فضائل سے ہے کہ متعلق بعمل جوارح بھی ہے اور اس میں ثواب خاص بھی مذکور تو احادیث مفید استحباب نہ سہی جواز تو ضرور ثابت کریں گے۔ قبول ضعاف فی الفضائل کا اجماعی مسئلہ یہاں تو آپ کو بھی جاری ماننا ہوگا۔ اب اس جواز کو خواہ اس حدیث سے مستفاد مانیے کہ جو حدیث جس باب میں مقبول لاجرم وہ اس میں دلیل شرعی ہے۔ خواہ اجماع علماء سے کہ ایسی جگہ حدیث معمول بہ خواہ قرآن عظیم وحدیث صحیح کیف وقد قیل وحدیث صحیح اتقہائے شبہات واحادیث مذکورۂ افادہ ۱۸ وغیرہا سے کہ قبول وعمل کی طرف ہدایت فرماتے ہیں خواہ قاعدہ مسلمہ شریعت محمدیہ علیٰ صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ یعنی اخذ بالاحتیاط سے ہر طرح ایک دلیل شرعی اس پر قائم اور آپ کے نزدیک جس فعل کے جواز پر کوئی دلیل شرع صراحۃً ودلالۃً کسی طرح دال ہو' اگرچہ وہ فعل خاص بلکہ اس کی جنس کا بھی کوئی فعل قرون ثلاثہ میں نہ پایا گیا ہو سب سنت ہے تو اب اس کی سنیت میں کیا کلام رہا۔ اس براہین کے صفحہ ۲۸ و ۲۹ پر ارشاد ہوتا ہے مؤلف اپنی خوبیٔ فہم سے معنی قرون ثلاثہ میں نہ موجود ہونے کی یہ سمجھ رہا ہے کہ اگر جزئی خاص نے ان قرون میں وجود خارجی نہ پایا۔ اگرچہ دلیل جواز کی موجود ہو تو وہ بدعت سیئہ ہے مگر یہ بالکل غلط فاحش اور کورعلمی اور کج فہمی ہے' بلکہ معنی یہ ہیں کہ جو شے بوجود شرعی قرون ثلاثہ میں موجود ہو وہ سنت ہے اور جو بوجود شرعی موجود نہ ہو وہ بدعت ہے۔ وجود شرعی اس کو کہتے ہیں کہ بدوں شارع کے بتانے کے معلوم نہ ہوسکے پس اس شے کا وجود شارع کے ارشاد پر موقوف ہوا۔ خواہ صراحۃً ارشاد ہو یا اشارۃً ودلالۃً۔ جب کسی نوع ارشاد سے حکم جواز کا ہوگیا۔ وہ شے وجود شرعی میں آگئی۔ اگرچہ اس کی جنس بھی خارج

میں نہ آتی ہو۔ پس جس کا جواز کا حکم کلیتہً ہوگیا۔ وہ بجمیع جزئیات شرع میں موجود ہوگیا اور جس کے عدم جواز کا حکم ہوگیا تو شرع میں اس کا عدم ثابت ہوگیا۔ پس یہ حاصل ہوا کہ جس کے جواز کی دلیل قرون ثلاثہ میں ہو' خواہ وہ جزئیہ بوجود خارجی ان قرون میں موجود ہے اور جس کے جواز کی دلیل نہیں تو خواہ وہ ان قرون میں بوجود خارجی ہوا یا نہ ہوا۔ وہ سب بدعت ضلالہ ہے۔ اس قاعدہ کو خوب سمجھ لینا ضروری ہے۔ مؤلف اور اس کے اشیاع نے اس کی ہوا بھی نہ سونگھی۔ اس عاجز کو اپنے اساتذہ جہاندیدہ کی توجہ سے حاصل ہوا ہے۔ اس جوہر کو اس کتاب میں ضرورۃً رکھتا ہوں کہ موافقین کو نفع اور مخالفین کو شاید ہدایت وہ الخ ملخصاً۔

اقول:

ماشاء اللہ کیا چمکتا جوہر کتاب میں رکھا ہے کہ آدمی وہابیت کے اپنے جوہر گر گئے نجدیت بیچاری کے دو رکن ہیں شرک و بدعت' رکن پسین پر قیامت گزر گئی۔ کبرائے طائفہ کی برسوں کی مالا جسے جپتے بیتی۔ جس کا لقب بحمداللہ آپ ہی کی زبان سے غلط و فاحش و کور علمی و کج فہمی کہ فلاں فعل صحابہ نے نہ کیا۔ تابعین نے نہ کیا۔ فلاں شخص بانی تھا۔ تم کیا صحابہ و تابعین سے بھی محبت و تعظیم میں زیادہ ہو کہ انہوں نے نہ کیا تم کرنے پر آمادہ۔ بہتر ہوتا' تو وہی کر گزرتے۔ فعل میں اتباع ہے' ترک میں کیوں نہیں کرتے؟ نیم شوخی میں ساری بکھر گئی۔ صحابہ و تابعین نے ہزار نہ کیا ہو۔ بلکہ اس جنس کا بھی کوئی کار نہ کیا ہو' کچھ ضرر نہیں۔ اشارۃً' دلالتہً۔ جزئیتہً کسی طرح ارشاد شارح سے جواز نکلے۔ پھر سنتے ماننے سے مضر نہیں۔

طائفہ بھر کے خلاف آپ سبق کہتے ہیں
للہ الحمد اسے ہیبت حق کہتے ہیں

طرفہ

یہ کہ اب قرون ثلاثہ کی وہ ہٹ نئی طائفہ کی پرانی رٹ جسے یہاں بھی نباہ رہے ہو' مہمل رہ گئی۔ لفظ کا سوار پکڑا کیجیے۔ معنی کی نیا اس پار بہہ گئی۔ جب ان میں وجود سے

سود نہ عدم سے زیان پھر ان کا قدم کیا درمیان' خود کہتے ہو کہ وجود خارجی درکار نہیں اور وجود شرعی بے ارشاد شارح محال تو کیا صحابہ تابعین پر کوئی نئی شریعت اترے گی کہ ان کے قرون میں وجود نو کا خیال ارشاد شارح سے جس کا جواز مستفاد وہ ہر قرن میں بوجود شرعی موجود اور جس کا منع مقتضائے ارشاد وہ ہر قرن میں شرع مطہر سے معدوم ومفقود۔ پھر قرن دون قرن سے کیا کام رہا۔ محض ارشاد اقدس میں کلام رہا۔ یعنی فعل کبھی حادث ہوا ہو' قواعد شرعیہ پر عرض کریں گے۔ اباحت سے وجوب یا ترک اولیٰ سے حرمت تک جس اصل میں داخل ہو' وہی فرض کریں گے۔ یہی خاص مذہب مہذب ارباب حق ہے۔ صاف نہ کہہ دو' شرم نباہنے کو اگلی رٹ کا ناحق سبق ہے۔ تم سمجھنا کہ اب تو کہنی تھی کہہ گئے۔ ہم جان لیں گے کہ تم جنم کے ایسے ہی تھے' چلو

نہ ہم سمجھے نہ تم آئے کہیں سے
پسینہ پونچھیے اپنی جبیں سے

طرفہ تر

یہ کہ جس کا جواز دلیل شرع میں موجود وہ سب سنت جس کا معدوم وہ سب بدعت وضلالت' اب تیسری شق کی کونسی صورت۔ تمام افعال انہیں دو حکموں میں محصور ہو گئے۔ خصوصاً اباحت واستحباب وکراہت تنزیہہ[۱] تین حکم شرع تو کافور ہو گئے۔ اساتذہ جہابذہ نے سوجھائی تو اچھی کہ دو نے الجھ گئے۔ سلجھائی اچھی۔ اسی ہستی پر یہ نازو غرور کہ لوگ تو اس کی ہوا سے دور۔ حضرت یہ اپنی ہوا خود آپ ہی سونگھیں۔ اہل حق کو معاف رکھیں۔ اچھی تعلیم بھلے تلامذہ زہے تلقین خہے اساتذہ ؎

گر ہمیں مکتب وہمیں ملا
کار طفلاں تمام خواہد شد

خیر یہ تو وہابیہ جدیدہ کا نامعتقد عقیدہ کہ تقبیل ابہامین سنت مجیدہ پرانوں کی سنیے۔ تو

---

[۱] ظاہر ہے کہ ضلالت کا ادنیٰ درجہ کراہت تحریم ہے۔ مکروہ تنزیہی ہرگز ضلالت نہیں۔ دلیل واضح یہ کہ ہر ضلالت میں باس ہے اور مکروہ تنزیہی لاباس بہ ۱۲ منہ سلمہ ربہ

اور ہی ہوا کہ یہ فعل معاذ اللہ زنا وربا وقذف محصنہ وقتل ناحق نفس مومنہ سب سے بدتر' بلکہ عیاذاً باللہ شرک کے انداز اصل ایمان میں خلل انداز کہ آخر باجماع طائفہ بدعت حائفہ اور ''تقویۃ الایمان'' کا یہ عقیدۂ زائفہ شرک وبدعت سے بہت بچے کہ یہ دونوں چیزیں اصل ایمان میں خلل ڈالتی ہیں اور باقی گناہ ان سے نیچے ہیں کہ وہ ایمان میں خلل ڈالتے ہیں۔ اب خدا جانے انہوں نے سنت کو کفر سے ملایا یا انہوں نے قریب بہ کفر کو سنت بنایا۔ خیر طویلہ کے لتیاؤ میں ہمیں کیا مقال۔

کفی اللہ اهل الحق القتال والحمد للہ المهیمن المتعال والصلوٰة والسلام علی ذی الافضال والہ وصحبہ خیر صحب واٰل اٰمین۔

حکم اخیر وخلاصہ تحریر

بالجملہ حق اس میں اس قدر کہ فعل مذکورہ بحکم احادیث بہ تصریح کتب فقیہ مستحب ومندوب وامید گاہ فضل مطلوب وثواب مرغوب۔ جو کتب علماء وعمل قدما وترغیب وارد پر نظر رکھ کر اسے عمل میں لائے اس پر ہرگز کچھ مواخذہ نہیں' بلکہ ثواب مروی کی امید اور حسن ظن وصدق نیت باعث فضل جاوید اور جو اسے مکروہ وممنوع وبدعت بتائے۔ مبطل وخاطی۔

علمائے کرام مقتدایان عام جب کسی منکر کو دیکھیں' اس کے سامنے ہی ضرور کریں کہ مذہب کا رد اور اس کے دل پر غیظ اشد ہو۔ جس طرح ائمہ کرام نے فرمایا کہ وضو نہر افضل مگر معتزلی منکر[1] اس کے سامنے حوض سے بہتر۔ **کما بینہ المولی المحقق فی فتح القدیر وغیر ھا فی غیرہ**[2] جب ترک افضل اس نیت سے افضل تو مستحب ومندوب تو آپ ہی افضل۔ **والحمد للہ ولی الانعام وافضل الصلوٰة واکمل**

---

[1] یہ لفظ یہاں عجیب لطیف واقع ہوا کہ معتزلہ حوض سے وضو ناجائز بتاتے ہیں یہاں یہی مراد اور وہ اشقیاء حوض کوثر کے بھی منکر ہیں۔ ۱۲ منہ سلمہ ربہ

[2] کالدرر وحواشیہ وآخرین کلهم فی المیاہ ۱۲ منہ سلمہ ربہ

السلام علی سیّدنا الختام قمر التمام و اله وصحب الغز الکرام ۔ اٰمین ۔

خاتمہ۔ فوائد منشورہ میں

ایھا المسلمون: اس مسئلہ کا سوال فقیر کے پاس بلاد نزدیک و دور سے بار بار آیا۔ ہر دفعہ بمقتضائے حال کبھی مختصر، کبھی کچھ مطول، کبھی دو ایک صفحہ، کبھی دو چار ہی سطر جواب لکھتا رہا۔ بار آخر قدرے زیادہ تفصیل کی کہ ایک جز تک پہنچ کر صورت رسالہ میں جلوہ گر ہوئی۔ سائل نے علماء اعلام بدایوں و بریلی و رامپور وقین عن الشور وبقین بالسرور سے مہریں کرائیں۔ تصدیقیں لکھائیں اصل رسالہ ''منیر العین'' اسی قدر تھا۔ اب کہ بفرمائش سیّد معظم مولانا مولوی غلام حسین صاحب جونا گڑھی نزیل ممبئی حفظہ اللہ عن شر کل بشرور ئی واہتمام تمام مولانا المکرم مولوی محمد عمر الدین صاحب ہزاروی جعلہ اللہ کما سمہ عمر الدین وعمر بہ عمران الدین المتین وعلو ہمت سیٹھ حاجی محمد بن حاجی محمد عبد الطیف لطف بھما المولٰی اللطیف ماہ مبارک اشرف و افضل شہر ربیع الاول ۱۳۱۳ھ میں چھپنا آغاز ہوا۔ سرکار مفیض سے مضامین کثیرہ کا القاء و افاضہ دل نواز ہوا اور ادھر کاپی کی تیاری ادھر تصنیف جاری۔ جو جز لکھا روانہ کیا یہاں تک کہ ایک جز کا رسالہ دس جز تک پہنچا۔ الحمد للہ من جاء بالحسنۃ فلہ عشر امثالھا ۔ جس میں سے رسالہ عربیہ مدارج طبقات الحدیث جدا کر لیا۔ ادھر یہ تعجیل ادھر ورود فتاوٰی سے فرصت قلیل نظر ثانی کی بھی فرصت نہ ملی۔ بعض فوائد حاضرہ کی تجرید رہ گئی بعض نے نظر یا خاطر میں وقعت عابر میں تجلی کی۔ ہنوز کہ سیارہ طبع بذریعہ حرکت بمعنی القطع مبدء کا تارک منتہی کا طالب ہے۔ نہ الحاق باقی۔ مواقع ماضیہ سے میسر نہ اس کا ترک ہی مناسب ہے اور ائمہ تصنیف کا داب شریف کہ آخر کتاب میں کچھ مسائل تازہ کچھ متعلق بابواب سابقہ تحریر اور انہیں مسائل شتّٰی یا مسائل منشورہ سے تعبیر فرماتے ہیں۔ لہٰذا اقتفاء ''ابہم یہ فوائد منشورہ بعونہٖ تعالٰی سلک تحریر میں انتظام پاتے ہیں۔

فائدہ ۱: نفیسہ جلیلہ

فضیلت و افضیلت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ وہ اسی باب سے ہے جس میں

ضعاف بالاتفاق قابل قبول اور یہاں بالاجماع مردود نامقبول۔

اقول:

جس نے قبول ضعاف فی الفضائل کا منشاء کہ افادات سابقہ میں روشن بیانوں سے گزرا ذہن نشین کرلیا ہے' وہ اس فرق کو بنگاہ اولین سمجھ سکتا ہے۔ قبول ضعاف صرف محل نفع بے ضرر میں ہے۔ جہاں ان کے ماننے سے کسی تحلیل یا تحریم یا اضاحت حق غیر غرض مخالفت شرع کا بوجہ من الوجوہ اندیشہ نہ ہو۔ فضائل رجال مثل فضائل اعمال ایسے ہی ہیں۔ جن بندگان خدا کا فضل تفصیلی خواہ صرف اجمالی دلائل صحیحہ سے ثابت ہے۔ ان کی کوئی منقبت خاصہ جسے صحاح وثوابت سے معارضت نہ ہو۔ اگر حدیث ضعیف میں آئے۔ اس قبول تو آپ ہی ظاہر کہ اِن کا فضل تو خود صحاح سے ثابت یہ ضعیف اسے مانے ہی ہوئے۔ مسئلہ میں تو فائدہ زائدہ عطا کرے گی اور تنہا ضعیف ہی فضل میں آئے اور کسی صحیح کی مخالفت نہ ہو' وہ بھی مقبول ہوگی کہ صحاح میں تائید نہ سہی۔ خلاف بھی تو نہیں۔ بخلاف افضلیت کہ اس کے معنی ایک کو دوسرے کے عنداللہ بہتر و افضل ماننا۔ یہ جب ہی جائز ہوگا کہ ہمیں خدا ورسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے خوب ثابت ومحقق ہوجائے۔ ورنہ بے ثبوت حکم لگادینے میں متحمل کہ عنداللہ امر بالعکس ہو تو افضل کو مفصول بنایا۔ یہ تصریح تنقص شان ہے اور وہ حرام تو مفسدہ تحلیل حرام وتضیع حق غیر دونوں درپیش کہ افضل کہنا حق اس کا تھا' دیا اس کو۔ یہ اس صورت میں تھا کہ دلائل شرعیہ سے ایک کی افضلیت معلوم نہ ہو۔ پھر وہاں کا تو کہنا ہی کیا ہے۔ جہاں عقائد حقہ میں ایک جانب کی تفصیل محقق ہو اور اس کے خلاف احادیث سقام وضعاف سے استناد کیا جائے۔ جس طرح آج کل کے جہال حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر تفصیل حضرت مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم میں کرتے ہیں۔ یہ تصریح مضادت شریعت ومعاندت سنت ہے۔ لہٰذا ائمہ دین نے تفضیلیہ کو روافض سے شمار کیا۔ کما بیناہ فی کتابنا المبارك۔

مطلع القمرین (۱۲۹۷ھ) فی ابانۃ سبقۃ العمرین

بلکہ انصافاً اگر تفصیل شیخین کے خلاف کوئی حدیث صحیح بھی آئے۔ قطعاً واجب التاویل ہے اور اگر بفرض باطل صالح تاویل نہ ہو۔ واجب الرد کہ تفصیل شیخین متواتر واجماعی ہے کما اثبتنا علیہ عرش التحقیق فی کتابنا المذکور اور متواتر واجماع کے مقابل احاد ہرگز نہ سنے جائیں گے۔ لہٰذا امام علامہ احمد قسطلانی ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں زیر حدیث عرض علی عمر بن الخطاب وعلیه قمیص یجرہ قالو افما اولت ذلك یا رسول اللہ (صلی اللہ علیه وسلم) قال الدین فرماتے ہیں:

لئن سلمنا التلخیص به رای بالفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنه فهو معارض بالا حادیث الکثیرة درجة التواتر المعنوی الدالة علی افضلیة الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنه فلا تعارضها الاحادولئن سلمنا التساوی بین الدلیلین لکن اجماع اهل السنة والجماعة علیٰ افضلیة وهو قطعی فلا یعاوضه ظنی ۔ بالجملہ مسئلہ افضلیت ہرگز باب فضائل سے نہیں جس میں ضعاف سن سکیں۔ بلکہ مواقف وشرح مواقف میں تو تصریح کی کہ باب عقائد سے ہے اور اس میں احاد صحاح بھی نامسموع حیث قالا **لیست هٰذا المسألة متعلقه بها عمل فیکتفی فیها بالظن الذی هو کاف فی الاحکام العملیة بل هی مسالة علمیة یطلب فیها الیقین** ۔

فائدہ ۲: مہمہ عظیمہ

افادۂ ۲۳ پر نظر تازہ کیجیے۔ وہاں واضح ہوچکا ہے کہ کتب سیر میں کیسے کیسے مجروحوں مطعونوں شدید الضعیفوں کی روایات بھری ہیں۔ وہیں کلبی رافضی متہم بالکذب کی نسبت سیرت العیون الاثر کا قول گزرا کہ اس کی غالب روایات سیرو تواریخ میں ہیں جنہیں علماء ایسوں سے روایت کرتے ہیں' وہیں سیرت انسان العیون کا ارشاد گزرا کہ

سیر موضوع کے سوا ہر قسم ضعیف وسقیم و بے سند حکایات کو جمع کرتی ہے۔ پھر انصافاً یہ بھی انہوں نے سیر کا منصب بتایا جو اسے لائق ہے کہ موضعات تو اصلاً کسی کام کے نہیں۔ انہیں وہ بھی نہیں لے سکتے۔ ورنہ بنظر واقع سیر میں بہت اکاذیب واباطیل بھرے ہیں۔ کمالا یخفی۔

بہر حال فرق مراتب نہ کرنا اگر جنون نہیں تو بد مذہبی ہے۔ بد مذہبی نہیں تو جنون ہے۔ سیر جن بالائی باتوں کے لیے ہے۔ اس حد سے تجاوز نہیں کر سکتے۔ اس کی روایات مذکورہ کسی حیض ونفاس کے مسئلہ میں بھی سننے کے لائق نہیں نہ کہ معاذ اللہ! ان واہیات ومعضلات و بے سروپا حکایات سے صحابہ کرام حضور سید الانام علیہ وعلیٰ آلہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والسلام پر طعن کرنا۔ اعتراض نکالنا' ان کی شان رفیع میں رخنے ڈالنا کہ اس کا ارتکاب نہ کرے گا۔ مگر گمراہ بددین مخالف ومضار حق مبین آج کل کے بد مذہب مریض القلب منافق شعار ان خرافات سیر وخراقات تواریخ وامثالہا سے حضرات عالیہ خلفائے راشدین وام المومنین وطلحہ وزبیر ومعاویہ وعمرو بن العاص ومغیرہ بن شعبہ وغیرہم اہل بیت وصحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے مطاعن مردودہ اوران کے باہمی مشاجرات میں موحش ومہمل حکایات بیہودہ جن میں اکثر تو سرے سے کذب واحض اور بہت الحاقات ملعونہ روافض چھانٹ لاتے اور ان سے قرآن عظیم وارشادات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم واجماع امت واساطین ملت کا مقابلہ چاہتے ہیں۔ بے علم لوگ انہیں سن کر پریشان ہوتے یا فکر جواب میں پڑتے ہیں۔ ان کا پہلا جواب یہی ہے کہ ایسے مہملات کسی ادنیٰ مسمان کو گنہگار ٹھہرانے کے لیے مسموع نہیں ہو سکتے نہ کہ ان محبوان خدا پر طعن جن کے مدائح تفصیلی خواہ اجمالی سے کلام اللہ وکلام رسول اللہ مالا مال ہیں۔ جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم۔

امام حجۃ الاسلام مرشد الانام محمد محمد محمد غزالی قدس سرہ العالی احیاء العلوم شریف میں فرماتے ہیں:

لاتجوز مسلم الی کبیرۃ من غیر تحقیق نعم یجوز ان یقال ان ابن	کسی مسلمان کو کسی کبیرہ کی طرف بے تحقیق نسبت کرنا حرام ہے۔ ہاں یہ کہنا جائز ہے

ملجم قتل علیا فان ذلك مثبت متواترا۔

کہ ابن ملجم شقی خارجی اشقی الآخرین نے امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کو شہید کیا کہ یہ بتواتر ثابت ہے۔

حاش للہ! اگر مورخین وامثالہم کی ایسی حکایات ادنیٰ قابل التفات ہوں تو اہل بیت وصحابہ درکنار۔ خود حضرات عالیہ انبیاء ومرسلین وملائکہ مقربین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہم اجمعین سے ہاتھ دھو بیٹھنا ہے کہ ان مہملات مخذولہ نے حضرات سعادا تنا وموالینا آدم صفی اللہ وداؤد خلیفۃ اللہ وسلیمان نبی اللہ ویوسف رسول اللہ سے سیّد المرسلین محمد حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک سب کے بارے میں وہ وہ ناپاک بے ہودہ حکایات موحشہ نقل کی ہیں کہ اگر اپنے ظاہر پر تسلیم کی جائیں تو معاذ اللہ! اصل ایمان کو رو بیٹھنا ہے۔ ان ہولناک اباطیل کے بعض تفصیل مع رد جلیل کتاب مستطاب شفا شریف قاضی عیاض اور اس کے شروح وغیرہا سے ظاہر لاجرم ائمہ ملت وناصحان امت نے تصریحیں فرمائیں کہ ان جہال وضلال کے مہملات اور سیر وتواریخ کی حکایات پر ہرگز کان نہ رکھا جائے۔ شفاء شرح شفا ومواہب ومدارج شیخ محقق وغیرہا میں بالا تفاق فرمایا جسے میں صرف مدارج النبوۃ سے نقل کروں کہ عبارت فارسی ترجمہ سے غنی اور کلمات ائمہ مذکورین کا خود ترجمہ ہے فرماتے ہیں (رحمۃ اللہ تعالیٰ)۔

از جملہ توقیر وبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم توقیر اصحاب وبر ایشاں است وحسن ثناء ورعایت ادب بایشاں ودعا واستغفار مر ایشاں راوحق است مر کسے راکہ ثناء کردہ حق تعالیٰ بروے وراضی است ازوے کہ ثناء کردہ شود بروے وسب وطعن ایشاں اگر مخالف ادلہ قطعیہ است ،، کفر است، والا بدعت وفسق، ہمچنیں امساک وکف نفس از ذکر اختلاف ومنازعات ووقائع کے میان ایشاں شدہ وگزشتہ است واعراض واضراب از اخبار مؤرخین وجہلہ رواۃ وضلال شیعہ وغلاۃ ایشاں ومبدعین کہ ذکر قوادح وزلات ایشاں کنند کہ اکثر آں کذب وافتراء ست وطلب کردن درآں چہ نقل کردہ شدہ است از ایشاں از مشاجرات ومحاربات احسن تاویلات واصوب مخارج وعدم ذکر ہیچ یکے از ایشاں بہ بدی

وعیب بلکہ ذکر حسنات وفضائل وحمائد صفات ایشاں از جہت آنکہ صحبت ایشاں باآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یقینی است و ماورائے آں ظنی است وکافی است دریں باب کہ حق تعالیٰ برگزید ایشاں رابرائے صحبت حبیب خود صلی اللہ علیہ وسلم طریقہ اہل سنت وجماعت دریں باب ایں است' درعقائد نوشتہ اند لاتذکر احدامنهم الا بخیر۔ وآیات واحادیث کہ درفضائل صحابہ عموماً وخصوصاً واقع شدہ است دریں باب کافی است اھ مختصراً۔

امام محقق سنوسی وعلامہ تلمسانی پھر علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

مانقله المورخون قلة حیاء وادب مورخین کی نقلیں قلت حیاوادب سے ہیں۔

امام اجل ثقہ ثبت حافظ متقن قدوہ یحییٰ بن سعید قطان نے کہ اجلہ ائمہ تبع تابعین سے ہیں۔ عبداللہ قواریری سے پوچھا کہاں جاتے ہو؟ کہا وہب بن جریر کے پاس سیر لکھنے کو فرمایا: تکتب کذبا کثیرا (بہت سا جھوٹ لکھو گے) ذکرہ فی المیزان[1] تفصیل اس مبحث کی ان رسائل فقیر سے لی جائے کہ مسئلہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تصنیف کیے۔ یہاں شاہ عبدالعزیز صاحب کی ایک عبارت تحفہ اثناء عشریہ سے یاد رکھنے کی ہے۔ مطاعن افضل الصدیقین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طعن سوم تخلف جیش حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رد میں فرماتے ہیں:

جملہ لعن اللہ من تخلف عنہا ہرگز در کتب اہل سنت موجود نیست۔ قال الشہر ستانی فی الملل والنحل ان ھٰذہ الجملۃ موضوعۃ ومفتراۃ۔ بعضے فارسی نویساں کہ خود را محدثین سنت شمردہ اند در سیر خود ایں جملہ را آوردہ برائے الزام اہل سنت کفایت نمکیذ' زیرا کہ اعتبار حدیث نزد اہل سنت بیافتن حدیث در کتب مسندہ محدثین است مع الحکم بالصحۃ' حدیث بے سند نزد ایشاں شتر بے مہار است کہ اصلا

---

[1] فی ترجمه محمد بن اسحق حیث قال ماله عندی ذنب الا ما قد حشا فی السیرة من الاشیاء المنکرة المقطوعة والاشعار المکذوبة قال الفلاس سمعت یحیٰی القطان یقول لعبد اللّٰه القواریری الی این تذهب قال الی وهب بن جریر لکتب السیرة قال تکتب کذبا کثیرا۔ ۱۲ منه سلمه ربه

گوش[1] باآں نمی تہند۔

فائدہ ۳:

افادۂ دہم دیکھیے جو حدیث ان پندرہ قرائن وضع سے منزہ ہو۔ ہم نے اس کے بارے میں کلمات علماء تین طرز پر نقل کیے۔ اصلاً موضوع نہ کہیں گے۔ تفرد کذاب ہوتو موضوع' تفرد متہم ہوتو موضوع اور افادہ ۲۳ میں اشارہ کیا کہ ہمارے نزدیک مسلک اول قوی اور اقرب بالصواب ہے۔ افادۂ ۱۰ میں امام سخاوی سے اس کی تصریح اور کلام علی قاری سے نظیر تصریح ذکر کی۔ دوسری نظیر صاف وسفید حدیث مرغ سفید کہ کلام علامہ مناوی سے افادہ ۲۳ میں گزری۔ وہیں دلیل ثامن میں بشہادت حدیث وحکم عقل اس کی تقویت کا ایما کیا۔

والان اقول:

یہی مذہب فقیر نے کلام امیرالمومنین فی الحدیث شعبۃ بن الحجاج سے استنباط کیا۔ فائدہ تاسعہ میں آتا ہے کہ انہوں نے قسم کھا کر کہا۔ ابان بن ابی عیاش حدیث میں جھوٹ بولتا ہے۔ پھر خود ابان سے حدیث سنی۔ اس پر پوچھا گیا۔ فرمایا اس حدیث سے کون صبر کرسکتا ہے۔ معلوم ہوا کہ مطعون بالکذب کی ہر حدیث موضوع نہیں ورنہ اس کی طرف ایسی رغبت اور وہ بھی ایسے امام اجل سے چہ معنی؟

ثم اقول:

اور فی الواقع بھی اظہر ہے کہ آخر الکذوب قد یصدق میں کلام نہیں اور یہ بھی مسلم کہ ایک شخص واحد کا روایت حدیث سے تفرد ممکن یہاں تک کہ غریب فرد میں صحیح حسن ضعیف بہ ضعف قریب وضعف شدید سب قسم کی حدیثیں مانی جاتی ہیں تو یہ کیوں نہیں

---

[1] اقول: یعنی درامثال باب تا باب احکام فاتادون او کہ باب تساہل است نقل معتمدے بسند است۔ اگر چند بے سند است۔ چنانکہ در افادۂ بست وہفتم تحقیق ونمودیم۔ خود شاہ صاحب درہچو مقام بہ بسیارے از روایت بے سند استناد کردہ است۔ کمالا یخفی علی من طالع کتبہ وسرانجام است کہ بکمال تحقیق این معنی در فائدہ انسہ گرائیم۔۱۲

ممکن کہ کبھی موسوم بتکذیب بھی تفرد کرے اور اس حدیث خاص میں سچا ہو۔ اس کے بطلان پر کیا دلیل قائم۔ لاجرم یہی مذہب مہذب مقتضائے ارشادات امام ابن الصلاح وامام عراقی وامام قسطلانی وغیرہم اکابر ہے۔ ان سب ائمہ نے موضوع کی یہی تعریف فرمائی کہ وہ حدیث کہ جوڑی گھڑت اور افترا اور نبی[1] اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بنائی گئی ہو۔ علوم الحدیث امام ابوعمرو وتقریب میں ہے: الموضوع هو المختلق المصنوع۔ الفیہ میں ہے۔

شر الضعيف الخبر الموضوع
الكذب المختلق المصنوع

ارشاد الساری میں ہے: الموضوع هو الكذب على رسول الله صلى الله عليه وسلم ويسمى المختلق ' ہاں اس میں کلام نہیں کہ حکم وضع کبھی قطعی ہوتا ہے کبھی ظنی جیسا کہ ہم نے بے شمار قرائن میں تبدیل اسلوب عبارت سے اس کی طرف اشارہ کیا م کہ حدیث مطعون بالکذب کو موضوع کہنے والے بھی اس کی موضوعیت بالیقین کا دعویٰ نہیں فرماتے بلکہ وضع ظنی میں رکھتے ہیں کما صرح به شيخ الاسلام في النزهة۔

شیخ محقق عبدالحق دہلوی قدس سرہ القوی مقدمہ لمعات التنقیح میں فرماتے ہیں:
حديث المطعون بالكذب يسمى موضوعاً ومن يثبت عنه تعمد الكذب في الحديث وان كان وقوعه مرة لم يقبل حديثه ابدافالمراد بالموضوع في اصطلاح المحدثين هذا الا انه ثبت كذبه وعلم ذلك في هذا الحديث بخصوصه والمساله ظنية والحكم بالوضع والافتراء بحكم الظن الغالب اه ملخصاً۔

---

[1] بناء على ان ما وضع على غيره صلى الله تعالى عليه وآله وسلم فيقال له الموضوع على فلان و مطلقه لا يرواد به الا الملكذوب على رسول الله صلى الله تعالى عليه وآله وسلم وعليه يتبنى ما في الارشاد وان اطلقت فانت في سعته منه كما هو ظاهر كلام آخرين۔۱۲ منه

اقول:

مگر محل تامل یہی ہے کہ مجرد کذب فی الاحادیث سے کہ معاذ اللہ کسی طمع دنیا یا تائید مذہب فاسد یا غضب ورنجش وغیرہا کے باعث ہو ظن غالب ہو جائے گا کہ اب جتنی حدیثوں میں یہ منفرد ہو سب میں وضع وافترا ہی کرے گا اگر چہ وہاں کوئی طمع وغیرہ غرض فاسد نہ ہو' شاید زور اگر کسی طمع یا عداوت سے ایک جگہ غلط گواہی دے تو اس کی سب گواہیاں مردود ضرور ہوں گی کہ فاسق ہے مگر بے لاگ جگہ میں خواہی نخواہی یہ ظن غالب نہ ہوگا کہ یہاں بھی جھوٹ ہی کہہ رہا ہے وجدان صحیح اس پر شہادت کو بس ہے اور اگر سند ہی چاہیے تو امام ائمہ الشان محمد بن اسماعیل بخاری علیہ رحمۃ الباری کا ارشاد سنیے محمد بن اسحاق صاحب سیرت ومغازی کو ہشام بن عروہ پھر امام مالک' پھر وہب پھر یحییٰ قطان نے کذب کہا[1]

---

[1] وحال التفصی عن هٰذا فی المیزان بقوله قلت ومایدری هشام بن عروة فلعله سمع منها فی المسجد اد سمع منها هو صبتی اودخل علیها فحدشته من وراء حجاب فای شیء فی هٰذا وقد کانت امرأة قدکبرت وامنت اه ثم قال افیثل هٰذا یعتمد علی تکذیب رجل من اهل العلم لهٰذا مردود ثم قدوری عنها محمد بن سوقه الخ اقول لقائل ان یقول ان الحفاظ الناقدین ربما یعرفون کذاب الرجل بقرائن تلوح لهم و تقد نری قوما من الائمة یکذبون رجلاء ولا یذکرون من اسبب الاما هو قاصر عندنالعدم علمنا بالقرائن فتبدوع لنا آحتمالات شتیٰ لعل الامرکذا عسی ان کذا وهی جمیعًا مند فقه عندهم نص علی ذلك الامام النووی فی مواضع من شرحه لصحیح مسلم فقال هنا قاعدة تنبه علیها فیها بعد الثناء اللّٰه تعالٰی وهی ان عفان رحمه اللّٰه تعالٰی قال انما ابتلی هشام (هو ابن زیاد الاموی) یعنی ضعفوه من قبل هٰذا الحدیث کان یقول حدی یحیٰی عن محمد ثم ادعی بعدانه سمعه من محمد وهذا القدور وحده لا یقضی ضعفا لا نه لی فیه تصریح بکذب الاحتمال انه سمعه من محمد ثم نسیه فحدث عن یحیٰی عنه ثم ذکر سماعه من محمد فرواه عنه ولکن انضم الی هٰذا قرائن وامور اقضنت عند العلماء بهذا الفن الحذاق فیه المبر زمین من اهله العارفین بد قائق احوال رواته انه لم یسمعه من محمد فحکموا بذلك لما قامت الدلائل الظاهره عند هم بذلك وسیاتی بعد هٰذا اشیاء کثیرة من اقوال الائمة فی الجرح بحوهذا وکلها یقال فیها ما قلنا هنا واللّٰه تعالٰی اعلم اھ وقال بعد ذلك معنی هذالکلام ان الحسن (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اخرجه ابن عدی عن ابی بشر الدولابی ومحمد بن جعفر یزید عن ابی قلابة الرقاشی ثنی ابوداؤد سلیمٰن بن داؤد قال قال یحییٰ القطان اشهد ان محمد ابن اسحق کذاب قلت وما یدریك قال قال لی وهب فقلت لوهب مایدریك قال قال لی مالك بن انس فقلت لمالك ومایدریك قال قال لی هشام بن عروة قلت لهشام بن عروة وما یدریك قال حدث عن امراتی فاطمه ابنت المذور ادخلت علی وهی بنت تسع ومارآ ها رجل حتی لقیت اللّٰه تعالیٰ .

امام بخاری[1] جزء القرأة خلف الامام میں توثیق[2] ابن اسحاق ثابت فرمانے کو اس سے جواب دیتے ہیں: رایت علی بن عبداللّٰه یحتج بحدیث ابن اسحق وقال

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ سے) بن عمارة کذب فروی هٰذا الحدیث عن الحکم عن یحییٰ عن علی وانها هوعن الحسن البصری من قوله و قدمنا ان مثل هٰذا وان کان یحتمل کونه جاء عن الحسن وعن علی لکن الحفاظ یعرفون کذب الکاذبین بقرأتن وقدیعرفون ذلك بد لائل قطعیة یعرفها اهل هٰذا الفن فقولهم مقبول فی کل هذاحہ ما قولك افبمثل هٰذا یعتمدل الخ اقول افترائی هولاء الائمة الجلة الا عاظم یشهدن جزا فامن دون ثم هٰذا کله انماذکرنا ہ لیعرف ان الذهبی کیف یحتال لکذب عن قدری امره قد ظهر واذا وقع بسنی اشعری او ولی اللّٰه صوفی صارلا یبقی ولا یذرکما بینه تلمیذه الامام تاج الدین السبکی رحمه اللّٰه تعالیٰ فی الطبقات والا فا الراجح عند علمائنا ایضًا هو توفیق ابن اسحق کما ستذکره انشاء اللّٰه تعالیٰ واللّٰه اعلم ۱۲ منه سلمه ربه

[1] نقله الزیلعی فی نصب الرایه قبیل کتاب العتنی ۱۲ منه سلمه

[2] ہمارے علماء کرام قدست اسرارہم کے نزدیک بھی راجح محمد بن اسحٰق کی توثیق ہی ہے محقق علی الاطلاق فتح میں زیر مسئلہ یستحب تعجیل المغرب فرماتے ہیں توثیق ابن اسحق هوالحق الابلج وما نقل عن کلام مالك فیه لا ثبت ولوی صح لم یقبله اهل العلم کیف وقد قال شعبة فیه هو امیر المؤمنین فی الحدیث وردی عنه مثل الثوری وابن ادریس و حماد بن زید یزید بن زریع وابن علتیه وعبد الوارث وابن المبارك واحتمله احمد وابن معین وعامه اهل حدیث غفر اللّٰه تعالیٰ لهم وقد اطال البخاری فی توثیقه فی کتاب القرأة خلف الامام له وذکره ابن حبان فی الثقات وان الکارجع عن الکلام فی ابن اسحق دا صطلح معه وبعث الیه هدیةً ذکر۔۲۲ منه

علی عن عینیه مارأیت احدایتهم محمد بن اسحق (الی ان قال) ولوصح عن مالك تناوله عن ابن اسحق فلربما تکلم الانسان فیرمی صاحبه بشئی واحد ولا یتهمه فی الامور کلها الخ۔ دیکھو صاف تصریح ہے کہ ایک جگہ کاذب پانے سے ہر جگہ متہم سمجھنا لازم نہیں آتا۔ لاجرم امام ابن عراق تنزیہ[1] الشریعۃ میں فرماتے ہیں:

قال الزر کشی فی نکته علی ابن الصلاح بین قولنا موضوع وقولنا لا یصح بون کبیر فان الاول اثبات الکذب والا ختلاق والثانی اخبار عن عدم الثبوت ولایلزم منه اثبات العدم وھذا یحیئی فی کل حدیث قال فیه ابن الجوزی لا یصح ونحوه قلت وکان نکتة تعبیره بذلك حیث عبره انه لم یلح له فی الحدیث قرینة تدل علی انه موضوع غایة الامر انه احتمل عنده ان یکون موضوعاً لانه من طریق متروك او کذاب وھذا انما یتم عند تفرد الکذاب المتهم علی ان الحافظ ابن حجر خص ھذا فی التخیّة باسم المتروك ولم ینظمه فی مسلك الموضوع۔

دیکھیے تفردکذاب کو صرف احتمال وضع کا مورث بنایا اور ابن الجوزی نے موضوعات میں جہاں موضوع کہنے سے لایصح وغیرہ کی طرف عدول کیا اس کا یہی نکتہ ٹھہرایا کہ بوجہ تفرو کذاب یا متہم احتمال وضع تھا۔ اگر غلبہ ظن ہوتا حکم بالوضع سے کیا مانع تھا کہ آخر تصحیح موضوع وغیرہما تمام احکام میں غلبہ ظن کافی اور بلاشبہ حجت شرعی ہے۔

اقول: والاشارة فی قوله خص ھذاانما تلمح الی الاقرب وھو المتهم فهو الذی خصه الحافظ باسم المتروك اماما تفردبه الکذاب فهوعین الموضوع عنده فانما عرفه بما فیه الطعن یکذب الراوی فلیتنبه ھذا کله ماظهر لی والحمد لله واحد العلی۔ فقیر نے اپنی بعض تحریرات میں اس مسئلہ پر قدرے کلام کرکے لکھا تھا: ھذا مایظهرلنا والمحل محل تامل فلیتامل لعل الله

---

[1] فی الفصل الثانی من کتاب التوحید علی ما اثره فی السعی المشکور ۱۲ منه

یحدث بعد ذلک امرا ۔

الحمد للہ اب بوجوہ کثیرہ اسے تاکدوتاید حاصل ہوا۔ کلام امام سخاوی کی تصریح کلام علامہ قاری وعلامہ مناوی میں اس کے نظائر صریح' کلام امام اجل شعبہ بن الحجاج سے استنباط' صحیح تعریف امام ابن الصلاح وامام' نووی وامام عراقی وامام قسطلانی کا اقتضائے نحیح ۔ حدیث سے تائید دلیل عقل سے تشئید کلام امام بخاری وعلامہ ابن عراق سے تاکید۔ الحمد للہ سرا وجھرا فقد حقق رجائی واحدث امرا ۔

تنبیہ

اس عبارت تنزیہ الشریعۃ سے ایک اور نفیس فائدہ حاصل ہوا کہ کتب موضوعات قسم اول میں بھی لفظ حکم پر لحاظ چاہیے۔ اگر صراحۃً موضوع یا باطل کہہ دیا تو مؤلف کے نزدیک وضع ثابت ہوگی اور اگر لایصح وغیرہ ہلکے الفاظ کی طرف عدول کیا تو آخر یہ عدول بے چیزے نیست ظاہرا خود مؤلف کو اس پر حکم وضع کی جرأت نہ ہوئی۔ صرف احتمالاً درج کیا فافھم فلعلہ حسن وجیہ ولم ارہ لغیرۃ فلیحفظ ۔

فائدہ ۴:

افادۂ دوم میں گزرا کہ امام نووی نے مجہول العین کا قبول بہت محققین کی طرف نسبت کیا اور امام اجل ابوطالب مکی نے اسی کو مذہب فقہائے کرام واولیائے عظام قرار دیا اور یہی مذہب ائمہ اعلام کا ہے (رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین) مسلم الثبوت وفواتح الرحموت میں ہے:

> (لا)جرح(بان لہ راویا) واحدا (فقط) غیرہ (وھو مجھول العین باصطلاح) کسمعان لیس لہ راؤ غیر الشعبی فان المناط العدالۃ والحفظ لا تعدد الرواۃ وقیل لا یقبل عند المحدثین وھو تحکم اھ مختصرًا ۔

پس دربارۂ مجہول قول مقبول یہ ہے کہ مستور ومجہول العین دونوں حجت ہاں مجہول الحال جس کی حالت ظاہری بھی معلوم نہ ہو احکام میں حجت نہیں۔ فضائل میں بالاتفاق

وہ بھی مقبول۔

تنبیہ

مجہول جب مطلق بولا جاتا ہے' تو کلام محدثین میں غالباً اس سے مراد مجہول العین ہے امام سبکی شفاء الاسقام میں فرماتے ہیں:

جهالة العين هو غالب اصطلاح اهل هٰذا الشان فی هٰذا الاطلاق ۔

فائدہ ۵:

ہم نے افادۂ ۲۱ میں روشن دلیلوں سے ثابت کیا کہ مادون الاحکام میں ضعیف محتاج ورود صحیح نہیں اور دلیل ثالث میں اس کے دس نظائر کے بھی پتے دیئے۔ سب سے اجل واعظم یہ کہ اکابر ائمہ کرام اعاظم محدثین اعلام مثل امام ابن عساکر وامام ابن شاہین وامام ابوبکر خطیب بغدادی وامام سہیلی وامام محب الدین طبری وعلامہ ناصرالدین ابن المنیر وعلامہ ابن سیّد الناس وحافظ ابن ناصرو خاتم الحفاظ وعلامہ زرقانی وغیرہم نے حدیث احیاء ابوین کریمین کو باوصف تسلیم ضعف دربارۂ فضائل ایسا معمول ومقبول مانا کہ اسے احادیث صحاح سے کہ بظاہر مخالف تھیں متاخر ٹھہرا کر ان کا ناسخ جانا تو خود اس باب میں حدیث صحیح کی حاجت درکنار اس کے مقابل صحاح اس سے منسوخ ٹھہرائیں۔ شرح مواہب لدنیہ میں ہے:

قال السيوطی فی سبل النجاة مال الی ان الله تعالٰی احیا هما حتی اٰمنا به طائفة من الائمة وحفاظ الحديث واستندوا الی حديث ضعيف لا موضوع كالخطيب وابن عساكرو ابن شاهين والسهيلی والمحب الطبری والعلامة ناصر الدين بن المنير وابن سيّد الناس ونقله عن بعض اهل العلم ومشی عليه الصلاح الصفدی والحافظ ابن ناصر وقد جعل هولاء الائمة هٰذا الحديث فاسخا للاحاديث الواردة سما يخالفه ونصوا علی انه متاخر عنها فلا تعارض بينه وبينهما اهـ وقال فی الدرج المنيفة جعلوه ناسخا

ولم یبالوا بضعفه لان الحدیث الضعیف یعمل به فی الفضائل والمناقب وھذه منقبة ھذا الجھبذ وھو فی غایة التحریم اھ ملخصاً۔

تنبیہ ضروری اقول

جب کسی اصل کا کلمات علماء سے اثبات منظور ہو تو اس کے لیے کافی ہے کہ انہوں نے فلاں فلاں فروع میں اس پر مشی فرمائی۔ معلوم ہوا کہ یہ اصل ان کے نزدیک متاصل ہے۔ ان کلمات کی نقل سے غرض مستدل اسی قدر سے متعلق اگرچہ وہ فرع خاص بنظر کسی اور وجہ کے اس کو مسلم نہ ہو ہم نے افادہ بست وہشتم میں اس امر کے اثبات کو کہ موضوعیت مستلزم ممنوعیت نہیں کلام ائمہ سے چند نظائر نقل کیے کہ دیکھوں حدیث کو موضوع اور فعل کو مشروع مانا۔ اسی قدر سے استدلال تمام ہوگیا۔ اگرچہ ہمیں ان بعض احادیث کی وضع تسلیم نہ ہو یوں ہی یہاں اتنی بات سے کام ہے کہ علمائے کرام نے ضعیف کو صحیح سے اتنا مستغنی مانا کہ ناسخ جانا دعویٰ غنا مؤید ومشید ہوگیا۔ اگرچہ ہم قابل نسخ نہ ہوں اور دوسرے طور پر صحاح کا معارضہ دفع کرکے ان ضعاف کو قبول کریں یہ نکتہ ہمیشہ ملحوظ رکھنے کا ہے کہ متکلمین وہابیہ دھوکہ دیتے ہیں اور خارج از مبحث اس فرع کے ترجیح وتزییف کی طرف کترا جاتے ہیں۔ خاتمۃ المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد نے قاعدہ یازدہم اصول الرشاد شریف میں ان سفہاء کے اس کید ضعیف کی طرف ایمائے لطیف فرمایا یوں ہی فقیر نے آخر نکتہ جلیلہ فصل سیزدہم نوع اول مقصد سوم کتاب حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات میں اس کی نظیر پر متنبہ کیا۔ فلیحفظ۔

فائدہ ٦:

افادۂ ۲۰ میں گزرا کہ فضائل تو فضائل بعض احکام میں بھی حدیث ضعیف مقبول ہے جبکہ محل احتیاط ہو اور نفع بے ضرر ہو اس کی ایک اور نظیر نیز علامہ حلبی کا فرمانا ہے کہ نماز میں سترہ کو سیدھا اپنے سامنے نہ رکھے بلکہ دائیں یا بائیں ابرو پر ہو کہ حدیث میں

ایسا وارد ہوا اور وہ اگرچہ ضعیف ہے مگر ایسے حکم میں مقبول: حیث قال[1] ینبغی ان یجعلها حیال احدحا حبیه لماروی ابوداوٗد من حدیث ضباعة بنت المقداد بن الاسود عن ابیها رضی اللہ تعالٰی عنه قال مارایت رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم یصلی الی عود ولا عمود ولا شجرة الا جعله علی ماجبه الایمن اولا یسرو لا یصمد له صمدا وقد اعل بالولیدین کامل وبجهالة ضباعة لکن هٰذا الحکم مما یجوزا العمل فیه بمثل هٰذا لانه من الفضائل اھ باختصار۔

ایک اور اعلٰی واجل نظیر کلام امام حافظ محدث ابوبکر بیہقی وامام محقق علی الاطلاق وامام ابن امیر الحاج وعلامہ حسن شرنبلالی وعلامہ ابراہیم حلبی وعلامہ سیّد احمد طحطاوی وعلامہ ابن عابدین شامی وغیرہم علمائے اعلام رحمہم اللہ تعالٰی سے یہ ہے کہ سنن ابی داوٗد وابن ماجہ میں بطریق ابوعمر یا ابومحمد بن محمد بن حریث عن جده حریث رجل من بنی عذرة عن ابی هریرة رضی اللہ تعالٰی عنه عن ابی القاسم صلی اللہ علیه وسلم دربارۂ سترہ نماز مروی ہوا: فان لم یکن معه عصا فلیخطط خطاً (اگرچہ لکڑی پاس نہ ہو تو اپنے سامنے خط کھینچ لے) امام سفین بن عیینہ نے فرمایا:

لم نجدشیئا نشد به هٰذاالحدیث ولم یجئی الامن هٰذا الوجه۔ ہم نے کوئی چیز نہ پائی جس سے اس حدیث کو قوت دیں اور اس سند کے سوا دوسرے طریق سے نہ آئی

یوں ہی امام شافعی اور امام بیہقی وامام نووی وغیرہم ائمہ نے اس کی تضعیف[3]

---

[1] فی الباب الاوّل تحت حدیث الاوّل ۱۲ منه سلمه ربه

[2] اواخر کراهیة الصلوة قبیل الفروع۔۱۲ منه

[3] قال فی الحلیة ثم فی ردالمحتار وقدیعارض تبصحیح احمد بن حبان وغیر هما له اھ وعقبه فی الحلیة بمایا تی عنها من قوله ویظهران الاشبه الخ وقال فی المرقاة قد اشار الشافعی الی ضعفه واطرابه قال ابن حجر صححه احمد و ابن المدینی وابن المنذر وابن حبان وغیرهم یضعفه النووی اھ ملخصًا قلت و هووان فرض صحته لم یضرنا فیما نحن بصدده لما قدمنا انفافی التنبیه۔۱۲ منه سلمه ربه

فرمائی۔ بایں ہمہ ائمہ وعلمائے مذکورین نے تصریح کی کہ حدیث ضعیف سہی ایسے حکم میں حجت ومقبول ہے کہ اس میں نفع بے ضرر ہے۔ مرقاۃ میں شرح مشکوٰۃ امام ابن حجر مکی سے منقول ہے:

قال البیهقی لاباس بالعمل به وان اضطراب اسناده فی مثل هذاالحکم انشاء الله تعالٰی حلیہ میں فرمایا: یظهران الاشبه قول البیهقی ولاباس بالعمل بهذا الحدیث فی هذاالحکم انشاء الله تعالٰی وجزم به شیخنا رحمه الله تعالٰی فقال والسنة اولٰی بالاتباع ۔ غنیہ میں ہے: من جوزه استدل بحدیث ابی داوٗد وتقدم مافیه لکن قدیقال انه یجوز العمل بمثله فی الفضائل کما مرانفاولذا قال ابن الهمام والسنة اولی بالاتباع اه ملخصاً ۔

نیز غنیہ پھر امداد الفتاح شرح نور الایضاح پھر حاشیہ طحطاویہ علی مراقی الفلاح میں ہے: ان سلم انه یعنی الخط غیر مفید فلا ضرر فیه مع مافیه من العمل بالحدیث الذی یجوز العمل به فی مثله ۔ ردالمحتار میں ہے: یسن الخط کما هوالروایة الثانیة عن محمد لحدیث ابی داوٗد فان لم یکن معه عصا فلیخطط خطا وهو ضعیف لکن یجوزا لعمل به فی الفضائل ولذاقال ابن الهمام والسنة اولٰی بالاتباع الخ ۔

تنبیہ:

ان دونوں نظیروں میں علامہ ابراہیم حلبی اور نظیر اخیر میں علامہ شامی کا ان افعال میں سترہ کو ابرو کے مقابل رکھنے یا خط کھینچنے کو فضائل سے بتانا اس معنی کی صریح تصریح کر رہا ہے جو فقیر نے افادہ ۲۱ میں ذکر کیا تھا۔ کہ فضائل اعمال سے مراد اعمال فضائل ہیں' یعنی وہ اعمال کہ بہتر و مستحسن ہیں نہ خاص ثوابِ اعمال یہاں سے خیالات باطلۂ گنگوہیہ کی تفضیح کامل ہوتی ہے۔ وللہ الحمد ۔

فائدہ ۷:

عبارت ردالمحتار کہ ابھی منقول ہوئی بتا رہی ہے کہ امثال مقام میں نہ صرف

استحباب بلکہ سنیت بھی حدیث ضعیف سے ثابت ہوسکتی ہے۔ یوں ہی افادہ ۱۷ میں علی قاری کا ارشاد گزرا کہ حدیث ضعیف کے سبب ہمارے علماء مسح گردن کو مستحب یا سنت مانا۔

اقول: لکن قال الامام ابن امیر الحاج فی الحلیة بعد ماذکر حدیث ابن ماجه عن الفاکه وعن ابن عباس والبزار عن ابی رافع رضی اللہ تعالٰی عنهم فی اغتسال النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم یوم العیدین وقال ان فی اسانید هذه ضعفاء مانصه واستنان غسل العیدین ان قلنا بان تعدد الطرق الوادرة فیه یبلغ درجة الحسن والا فالندب وفی ذلك تامل اھ فقد ارشاد رحمه اللہ تعالٰی ان الضعیف لا یفیدالاستنان ولك ان تقول ان السنة ربما تطلق علی المستحب کعکسه کما صرحوابهما فیتجه کلام الشامی والقاری وبه یحصل التوفیق بین الروایتین عن علمائنا فی المسئالة اعنی مسئالة الخط فمن اثبت ارادا لاستحسان ومن نفی نفی الاستنان وقد کان متائد ابمافی الحلیة هل یتوب الخط بین یدیه منا بها فعن ابی حنیفة وهواحدی الروایتین عن محمد انه لیس بشیء ای لیس بشیئی مسنون اھ لولا انه ذاد بعده بل فعله وترکه سواء" انتهی ففیه بعد بعد فافهم۔

فائدہ ۸:

ہم نے افادہ ۱۱ میں بہت نصوص نقل کیے کہ بارہا محدثین کا کسی حدیث کو موضوع یا ضعیف کہنا ایک سند خاص کے اعتبار سے ہوتا ہے نہ اصل حدیث کے سنیے حدیث صحیح زکوٰۃ حلی مروی سنن ابی داؤد و نسائی:

انامراة اتت النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ومعهاابنتها وفی ید بنتها مسکتان غلیظتان من ذهب فقال تعطین زکوٰة هذا قالت

یعنی ایک بی بی خدمت اقدس حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوئی۔ اس کی بیٹی اس کے ساتھ تھی۔ دختر کے ہاتھ میں سونے کے کنگن تھے حضور اقدس

لاقال اليسرك ان يسورك الله بهما يوم القيمة سوا دين من نار قال فخلعتهما فالقتهما الى النبى صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فقالت هما لله ورسوله ۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ان کی زکوۃ دے گی عرض کیا نہیں۔ فرمایا کیا تجھے یہ پسند ہے کہ اللہ عزوجل قیامت کے دن ان کے بدلے آگ کے کنگن پہنائے۔ اس بی بی نے اتار کر ڈال دیئے اور عرض کی یہ اللہ اور اللہ کے رسول کے لیے ہے۔ (جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم)

جسے امام الوالحسن ابن القطان وامام ابن الملقن وعلامہ سید میرک نے کہا: اسنادہ صحیح (اس کی سند صحیح ہے) امام عبدالعزیز منذری نے مختصر میں فرمایا: اسنادہ لامقال فیه (اس کی صحت سند میں کچھ گفتگو نہیں) محقق علی الاطلاق نے فرمایا: لاشبهة فی صحة (اس کی صحت میں کچھ شبہ نہیں) امام ترمذی نے جامع میں روایت کر کے فرمایا:

لایصح فی هذا الباب عن النبی صلی الله تعالىٰ عليه وسلم شیء ۔

اس باب میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کچھ صحیح نہ ہوا۔

امام منذری نے فرمایا:

لعل الترمذی قصد الطريقين اللذين ذكرهما والا فطريق ابی داؤد لا مقال فيه ۔

شاید ترمذی ان دو طریق کو کہتے ہیں جو انہوں نے ذکر کیے ورنہ سند ابی داؤد میں اصلاً جائے گفتگو نہیں

• ابن القطان نے فرمایا: انما ضعف هذا الحديث لان عنده فيه ضعيفين ابن لهيعه والمثنى بن الصباح ۔ انہوں نے اس وجہ سے تضعیف کی کہ ان کے پاس اس کی سند میں دو راوی ضعیف تھے۔ ذكره الامام المحقق فی الفتح ثم العلامة القاری فی المرقاة ۔ اور جیسے حدیث ردشمس کہ حضور پرنور سید الانوار ماہ عرب وعجم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے ڈوبا ہوا آفتاب پلٹ آیا۔ مغرب ہو کر پھر عصر کا وقت ہو گیا۔ یہاں تک کہ امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم نے نماز عصر

ادا کی جسے امام طحطاوی وامام قاضی عیاض وامام مغلطائی وامام قطب خیضری وامام حافظ الشان عسقلانی وامام خاتم الحفاظ سیوطی وغیرہم اجلہ کرام نے حسن وصحیح کہا۔ کما ھو مفصل فی الشفاء وشروحه والمواھب وشروحھا ۔ علامہ شامی اپنی سیرت پھر علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

اماقول الامام احمد وجماعة من الحفاظ بوضعه فالظاھرا نه وقع لھم من طریق بعض الکذابین والافطرقه السابقه یتحذرمعھا الحکم علیه بالضعف فضلا عن الوضع ۔ عام ترینے۔

امام شیخ الاسلام عمدۃ الکرام مرجع العلماء الاعلام تقی الملّۃ والدین ابوالحسن علی بن عبد الکافی سبکی قدس سرہ الملکی کتاب مستطاب مظہر الصواب مرغم مدغم الایمان شفا الاسقام فی زیارۃ خیر الانام علیہ وعلیٰ آلہ افضل الصلوٰۃ والسلام میں فرماتے ہیں[1]:

مما یجب ان یتنبه اله ان حکم المحدثین بالانکار والا ستغراب قد یکون بحسب تلك الطریق فلا یلزم من ذلك ردمتن الحدیث بخلاف اطلاق الفقیه ان الحدیث موضوع فانه حکم علی المتن من حیث الجمله	اس سے آگاہ رہنا واجب ہے کہ محدثین کا کسی حدیث کو منکر یا غریب کہنا کبھی خاص ایک سند کے لحاظ سے ہوتا ہے تو اس سے اصل حدیث کا رد لازم نہیں آتا۔ بخلاف فقیہ کے موضوع کہنے کے کہ وہ بالا جمال اس متن پر حکم ہے۔

لطیفہ جلیلہ منیفہ

ابو داؤد ونسائی کے یہ حدیث صحیح عظیم جلیل میں اس بی بی نے کڑوں کے صدقہ میں اللہ عزوجل کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نام پاک بھی ملایا اور حضور نے انکار نہ فرمایا۔ بعینہ یہی مضمون صحیح بخاری وصحیح مسلم نے حدیث توبہ کعب بن مالک رضی

[1] اے فی الباب الاول تحت الحدیث خامس من حج البیت ولم یزرنی فقد جفانی ۱۲ منه سلمه ربه

اللہ تعالیٰ عنہ میں روایت کیا کہ جب ان کی توبہ قبول ہوئی عرض کی: یا رسول ان من توبتی ان انخلع من مالی صدقۃ الی اللہ والی رسولہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم۔

(یارسول میری توبہ کی تمامی یہ ہے کہ میں اپنا سارا مال اللہ اور اللہ کے رسول کے لیے صدقہ کروں)

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انکار نہ فرمایا۔ یہ حدیثیں حضرات وہابیہ کی جان پر آفت ہیں۔ انہیں دو پر کیا موقوف فقیر غفر اللہ تعالیٰ لہ بجواب استفتائے بعض علمائے دہلی ایک نفیس وجلیل وموجز رسالہ مسمی بنام تاریخی الامن والعلی لناعتی ۱۳۱۰ھ المصطفیٰ بدافع البلا ملقب بلقب تاریخی اکمال الطامۃ علی شرک سوی بالامور العامۃ تالیف کیا۔ اس میں ایسی بہت کثیر وعظیم باتوں کا آیات واحادیث سے صاف وصریح ثبوت دیا' مثلاً قرآن وحدیث ناطق ہیں کہ اللہ ورسول[1] نے دولت مند کر دیا۔ اللہ[2] ورسول نگہبان ہیں۔ اللہ ورسول[3] بے والیوں کے والی ہیں۔ اللہ ورسول[4] مالوں کے مالک ہیں۔ اللہ ورسول[5] زمین کے مالک ہیں۔ اللہ ورسول[6] کی طرف توبہ۔ اللہ ورسول[7] کی دوہائی۔ اللہ ورسول[8] دینے والے ہیں۔ اللہ ورسول[9] سے دینے کی توقع۔ اللہ ورسول[10] نے نعمت دی۔ اللہ ورسول[11] نے عزت بخشی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کے حافظ ونگہبان ہیں

---

۱ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

۲ جل جلالہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

۳ جل جلالہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

۴ جل جلالہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

۵ جل جلالہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

۶ جل جلالہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم ۷ جل جلالہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

۸ جل جلالہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم ۹ جل جلالہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

۱۰ جل جلالہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم ۱۱ جل جلالہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

۱۲ جل جلالہ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم

حضور کی طرف سب کے ہاتھ پھیلے ہیں۔ حضور[1] کے آگے سب گڑگڑا رہے ہیں۔ حضور[2] ساری زمین کے مالک ہیں۔ حضور[3] سب آدمیوں کے مالک ہیں۔ حضور[4] تمام امتوں کے مالک ہیں۔ ساری دنیا کی مخلوق حضور[5] کے قبضے میں ہے۔ مدد کی کنجیاں حضور[6] کے ہاتھ میں ہیں۔ نفع کی کنجیاں حضور[7] کے ہاتھ میں ہیں۔ جنت کی کنجیاں حضور[8] کے ہاتھ میں ہیں[9]۔ دوزخ کی کنجیاں حضور[10] کے ہاتھ میں ہیں۔ آخرت میں عزت دنیا حضور کے ہاتھ میں ہے۔ قیامت میں کل اختیار وضو کے ہاتھ میں ہیں۔ حضور[11] مصیبتوں کے دور فرمانے والے۔ حضور[12] سختیوں کے ٹالنے والے' ابوبکر صدیق عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) حضور[15] کے بندے' حضور[16] کے خادم نے بیٹا دیا۔ حضور[17] کے خادم رزق آسان کرتے ہیں۔ حضور[18] کے خادم بلائیں دفع کرتے ہیں حضور[19] کے خادم بلندی مرتبہ دیتے ہیں۔ حضور[20] کے خادم تمام کاروبار عالم کی تدبیر کرتے ہیں۔ اولیاء کے سبب بلا دور ہوتی ہے: اولیاء کے سبب مدد ملتی ہے۔ اولیاء کے سبب مینہ اترتا ہے۔ اولیاء کے سبب زمین قائم ہے۔ یہ اور ان جیسی اور بیسیوں باتیں صرف قرآن حدیث سے لکھی ہیں۔ وہابی صاحب شرک وغیرہ جو حکم لگانا چاہیں۔ اللہ و رسول کی جناب میں بکیں یا خدا و رسول سے لڑیں ۱۷ اگر لڑ سکیں۔ اس میں یہ بھی روشن دلیلوں سے ثابت کر دیا ہے کہ وہابی مذہب نے حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام

۱ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم	۲ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم
۳ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم	۴ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم
۵ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم	۶ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم
۷ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم	۸ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم
۹ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم	۱۰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم
۱۱ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم	۱۲ صلی اللہ تعالیٰ عیہ وآلہٖ وسلم
۱۳ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم	۱۴ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم
۱۵ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم	۱۶ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم
۱۷ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم	۱۸ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم
۱۹ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم	۲۰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسمم

حضرت جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خود سیّد المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم یہاں تک کہ خود ربّ العزت جل جلالہ کسی کو سخت شنیع الزام لگانے سے نہیں چھوڑا۔ ضمناً یہ بھی واضح دلائل سے بتا دیا گیا کہ وہابی صاحبوں کے نزدیک جناب شیخ مجدد صاحب ومرزا جان جاناں صاحب وشاہ ولی اللہ صاحب وشاہ عبدالعزیز صاحب اور ان کے اساتذہ ومشائخ یہاں تک کہ خود میاں اسماعیل دہلوی سب کے سب پکے مشرک تھے غرض وہابی مذہب پر شرک امور عامہ سے ہے جس سے معاذ اللہ ملائکہ سے لے کر رسولوں بندوں سے لے کر ربّ جلیل تک شاہ ولی اللہ سے ان کے پیروں استادوں شاہ عبدالعزیز صاحب سے خود میاں اسمٰعیل تک کوئی خالی نہیں۔ وہابیت کا پھاگ نجدیت کی ہولی شرک کا رنگ تقویۃ الایمان کی پچکاری ہے۔ زدر گھنگھور شراتوں کا شور خارا جہان شرابور پر نو کی قید نہ اماوس پہ چھور یہ انوکھا پھاگن بارہ ماس جاری ہے ۔

اشراک بمذہبی کہ تا حق برسد
مذہب معلوم واہل مذہب معلوم

ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

یہ مختصر رسالہ کہ چار جز سے بھی کم ہے ایک سو تیس سے زیادہ فائدوں اور تیس آیتوں اور ستر سے زیادہ حدیثوں پر مشتمل ہے جو اس کے سوا کہیں مجتمع نہ ملیں گے۔ بحمداللہ تعالیٰ اس کی نفاست اس کی جلالت' اس کی صولت' اس کی شوکت دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ ذلك فضل اللہ علینا وعلی الناس ولکن اکثر الناس لایشکرون ٥ ربّ اوزعنی ان اشکر نعمتك التی انعمت علی وعلی والدی وان عمل صالحا ترضیہ واصلح لی وذریتی انی تبت الیك وانی من المسلمین ٥ والحمد للہ ربّ العلمین ٥

فائدہ ۹:

ہم نے افادہ ۲۱ میں ذکر کیا کہ محدثین میں بہت کم ایسے ہیں' جن کا التزام تھا کہ ثقہ ہی سے روایت کریں جیسے شعبہ[۱] ابن الحاج وامام[۲] مالک وامام[۳] احمد اور افادہ دوم میں

یحییٰ بن سعید قطان وعبدالرحمٰن بن مہدی کو گنا اور انہیں سے ہیں: امام بقی بن مخلد وحریز و عثمان وسلیمان بن حرب ومظفر ۰ ابن مدرک خراسانی وامام بخاری مقدمہ صحیح مسلم شریف میں ہے:

حدثنی ابو جعفر الدار می ثنا بشرین عمر قال سالت مالك بن انس رفذ کر الحديث قال وسالة عن رجل اخر نسيت اسمه فقال هل راية فى كتبى قلت لاقال لو كان ثقة لراية فى كتبى ۔

منہاج امام نووی میں ہے: هذا تصريح من مالك رحمه الله تعالىٰ بان من ادخله فى كتابه فهو ثقة فمن وجدناه فى كتابه حكمنا بانه ثقة عند مالك وقد لايكون ثقة عند غيره۔

میزان میں ہے: ابراهيم بن العلا ابوهارون الغنوى وثقة جماعة ووهاه شعبة فيما قيل ولم يصح بل صح انه حدث عنه۔

اوسی میں ہے: عبدالاكرم بن ابى حنيفة عن ابيه وعنه شعبة لايعرف لكن شيوخ شعبة جياد اھ اقول لكن قال يذيد بن هارون قال شعبة دارى وحمارى فى المساكين صدقة ان لم يكن ابان ابن ابى عياش يكذب فى الحديث قلت له فلم سمعت منه قال ومن يصبر عن ذاالحديث يعنى حديثه عن ابراهيم عن علقمه عن عبدالله عن امه انها قالت رايت رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم قنت فى الوتر قبل الركوع كمافى الميزان ولك التفصى عنه بان السماع شىء والتحديث شىء والكلام فى الا خبروان كان اسم الشيخ يتناول الوجهين وستذ كرا خر هذه الفائدة ان الامام ربما حمل عمن شاء فاذا حدث تثبت نعم لعل الصواب التقييد بمن حدث عنه فى الاحكام دون مايتسنا هل فيه لما تقدم فى الا فادة الثالثه والعشرين من قول ابن عدى ان شعبة حدث عن الكلبى ورضيه بالتفسير كما نقله فى الميزان وفيه ايضا فى محمد بن عبد الجبار قال العقيلى مجهول

بالنقل قلت شیوخ شعبة نقادة الا النادر منهم هٰذا الرجل قال ابوحاتم شیخ اھ قلت وھٰذا لا یضر فقد یکون الرجل ثقة عنده وعند غیره مجروح اومجهول حتی ان من شیوخه الذین وثقهم وصرح بحسن الثناء علیهم جابرین یزید الجعفی ذاک الضعیف الرافضی المتهم قال الا مام اعظم رضی الله تعالٰی عنه مارایت فیمن رایت افضل من عطاء ولا کذب من جابر الجعفی وکذلک کذبه ایوب وزائدة ویحیی والجوز جانی وترک القطان وابن مهدی والنسائی اخرون

شفاء السقام[1] شریف میں ہے: احمد رحمه الله تعالی لم یکن یروی الا عن ثقة وقد صرح الخصم (یعنی ابن تیمیه) بذلک فی الکتاب الذی صنفه فی الرد علی البکری بعد عشر کراریس منه قال ان القائلین بالجرح والتعدیل من علماء الحدیث نوعان منهم من لم یروالاعن ثقة عند کمالک وشعبة ویحیی ابن سعید وعبدالرحمن بن مهدی واحمدبن حنبل وکذلک البخاری وامثاله اھ۔

تہذیب التہذیب امام ابن حجر عسقلانی میں: خارجة بن الصلت البرحمی الکوفی روی عنه الشعبی وقد قال ابن ابی خثیمة اذاروی الشعبی عن رجل وسماه فهو ثقة یحتج بحدیثه۔

تدریب[2] میں ہے: من لایروی الاعن عدل کان مهدی ویحیی ابن سعید اھ اقول ولایعکر علیه بمافی المیزان عن عباس الدوری عن یحیی بن معین عن یحیٰی بن سعید لولم اروالا عمن ارضی ما رویت الاعن خمسة اھ فان رضی یحییٰ غایة لاتدرک وکیف یظنّ به ان الخلق کلهم عنده ضعفاء الاخمسة وانما المرضی له جبل ثبت شامخ راسخ لم یزل

[1] فی الهاب الاوّل تحت حدیث الاوّل ۱۲ منه

[2] فی ترجمة اسرائیل بن یونس ۱۲ منه

ولم يتزلزل ولا في حرف ولا مرة۔

تہذیب التہذیب میں ہے: سليمٰن بن حرب بن بجيل الاذدى الواشجى قال ابو حاتم امام من الائمة كان لايدلس وقال ابو حاتم ايضا كان سليمٰن بن حرب قل من يرضى من المشائخ فاذا رائية قدروى من شيخ فاعلم انه ثقة اھ ملتقطًا۔

تقریب التہذیب میں ہے: مظفر بن مدرك الخراسانى ابو كامل ثقة متقن كان لايحدث الاعن ثقته۔

نافعہ جامعہ

امام سخاوی فتح المغیث میں فرماتے ہیں: تتمه من كان لايروى الاعن ثقة الا فى النادر الامام احمد وبقى بن مخلدد حريز بن عثمٰن وسليمٰن بن حرب وشعبة واشعبى وعبدالرحمن بن مهدى ومالك ويحيى بن سعيد القطان وذلك فى شعبة على المشهور فانه كان يتعنت فى الرجال ولا يروى الاعن ثبت والاا فقد قال عاصم بن على سمعت شعبة يقول لولم احدثكم الا عن ثقة لم احدثكم الا عن ثلثة وفى نسخة ثلثين وذلك اعتراف منه بانه يروى عن الثقة وغيره فينظر وعلٰى كل حال فهو لا يروى عن متروك ولا عمن اجمع على ضعفه واما سفين الثورى فكان يترخص مع سعة علمه وشدة ورعه ويروى عن الضعفاء حتّٰى قال فيه صاحبه شعبة لا تحملوا عن الثورى الا عمن تعرفون فانه لا يبالٰى عمن حمل وقال الفلاس قال لى يحيٰى بن سعيد لاتكتب عن معتم الاعمن تعرف فانه يحدث عن كل اھ۔

اقول ماذكر عن عاصم فيجوزبل يحبب حمله على مثل قدمنا فى كلام يحيى كيف وان الثقة اطلاقا اخراخص واضيق كما قال فى التدريب ان ابن مهدى قال حدثنا ابوخلدة فقيل له اكان ثقة فقال كان صدوقا وكان منامونا وكان خيراثقة شعبة وسفين قال وحكى المروزى قال سالت ابن

ھنبل عبدالوھاب بن عطاء ثقة قال تدری ماالثقة انما الثقة یحیی بن سعید القطان اھ فعلیك بالتثبت فان الا مرجل واضح۔

ثم اقول

انہیں ائمہ محتاطین سے ہیں۔ علم اعلم امام اعظم سیّدنا ابوحنیفة النعمان انعم اللہ تعالٰی علیه بانعام الرضوان ونعمه بانعم نعم الجنان یہاں تک کہ اگر بعض مختلطین سے روایت فرمائیں تو اخذ قبل التغیر پر محمول ہوگا جس طرح احادیث صحیحین میں کرتے ہیں۔

محقق علی الاطلاق فتح میں فرماتے ہیں: قال محمد بن الحسن رضی اللہ تعالٰی عنه فی کتاب الاثار اخبرنا ابوحنیفة ثنالیث بن ابی سلیم عن مجاھد عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنه قال لیس فی مال الیتیم زکوٰۃ ولیث کان احد العلماء العباد وقیل اختلط فی اخر عمرہ ومعلوم ان ابا حنیفة لم یکن لیذھب فیا خذعنه فی حال اختلاطه ویرویه وھو الذی شدد فی امر الروایة مالم یشددہ غیرہ علی ماعرف اھ۔

تنبیہ

قلت ھذا اتوسع وقلة المبالاۃ فی الاخذ قد حدث فی العلماء من لدن التابعین الاعلام اخرج الدار قطنی عن ابن عون قال قال محمد بن سیرین اربعة یصدقون من حدثھم فلا یبالون ممن یسمعون الحسن وابو العالیة وحمید بن ھلال ولم یذکر الرابع ذکرہ غیرہ فسماہ انس بن سیرین ذکرہ الامام الزیلعی فی نصب[2] الرایة وقال علی بن المدینی کان عطاء یاخذ عن کل ضرب مرسلات مجاھد احب الی من مرسلاته بکثیر وقال احمد بن حنبل مرسلات سعید بن المسیب اصح المرسلات ومرسلات

[1] فی معرفة من تقبل روایة ۱۲ منه

[2] فصل نواقض الوضوء ۱۲ منه

ابراهيم النخعي لا بائس بها وليس في المرسلات اضعف من مرسلات الحسن وعطاء بن ابي رباح فانهما كانا ياخذان عن كل . وقال الشافعي في مراسيل الزهري ليس بشيء لانا نجده يروي عن سليمان بن الا رقم ذكرها في التدريب قلت ومراسيل الا ئمة الثقات مقبولة عندنا وعند الجماهير والا شك ان عطاء والحسن والزهري منهم وقلة المبا لا ة عند التحمل لا يقتضيها عند الا داء فقد يا خذ الا مام عمن شاء ولا يرسله الا اذا استوثق وقد وافقنا على قبول مراسيل الحسن ذاك الورع الشديد عظيم التشديد قدوة الشان يحيىٰ بن سعيد القطان وذاك الجبل العلىٰ على بن المديني الذي كان البخاري يقول ما استصغرت نفسي الا عنده وذلك الا مام الا جل نقاد العلل ابوز رعة الرازي وناهيك بهم اما القطان فقال ما قال الحسن في حديثه قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الا وجدنا له اصله الا حديثا اوحديثين واما على فقال مرسلات الحسن البصري التي رواها عنه الثقات صحاح ما اقل ما ما يسقط منها واما ابوزرعة فقال كل قال الحسن قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وجدت له اصلاثابتا ما خلا اربعة احاديث نقلها في التدريب قلت وعدم الوجدان لا يقتضي عدم الوجود فلم ليفت يحى الا واحدا والثان ولعل غير يحى وجد مالم يجده وفوق كل ذي علم عليم ونقل في مسلم الثبوت عنه رضى الله تعالىٰ عنه انه قال متى قلت لكم حدثني فلان فهو حديثه ومتى قلت قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فحن سبعين اھ وفي التدريب قال يونس بن عبيد سالت الحسن قلت يا ابا سعيد انك تقول قال رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم وانك لم تدر كه فقال يا ابن اخي لقد سالتني عن شيء ما سالني عنه احد قبلك ولو لا منزلتك مني ما اخبرتك اني في زمان كما ترى وكان في زمين الحجاج كل شيء سمعتني اقوله قال

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فھو عن علی بن ابی طالب غیر انی فی زمان لا استطیع ان اذکر ھلیا اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

فائدہ۱۰:

سُفہائے زمانہ نے احادیث طبقہ رابعہ کو مطلقا باطل و بے اعتبار قرار دیا جو شانِ موضوع ہے جس کا ابطال بین یا بین وجوہ افادہ ۲۴ میں گزرا۔ یہاں اتنا اور سن لیجئے کہ برعکس اس کے مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری نے ان کی روایت دلیل عدم موضوعیت قرار دیا ہے۔ موضوعات کبیر میں زیر حدیث

من طاف بالبیت اسبوعا ثم اتی مقام ابراھیم فرکع عندہ رکعتین ثم اتی زمزم فشرب من مائھا اخرجہ اللہ من ذنوبہ کیوم ولدۃ امہ۔

جو سات پھیرے طواف کر کے مقام ابراھیم میں دو رکعت نماز پڑھے۔ پھر زمزم شریف پر جا کر اس کا پانی پیے۔ اللہ تعالٰی اسے گناہوں سے ایسا پاک کر دے گا۔ جیسا جس دن ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔

فرماتے ہیں:

حیث اخرجہ الواحدی فی تفسیرہ والجندی فی فضائل مکۃ والدیلمی فی مسندہ لایقال انہ موضوع غایۃ انہ ضعیف

جبکہ اسے واحدی نے تفسیر اور جندی نے فضائل مکہ اور دیلمی نے مسند میں روایت کیا تو اسے موضوع نہ کہا جائے گا' نہایت یہ کہ ضعیف ہے۔

اقول:

وجہ یہ ہے کہ اصل عدم وضع ہے اور بوجہ خلط صحاح وسقام وثابت وموضوع۔ جس طرح وضع ممکن۔ یوں ہی صحت محتمل۔ تو جب تک خصوص متن وسند کے لحاظ سے دلیل قائم نہ ہو۔ احد الاحتمالین خصوصاً خلاف اصل کو معین کر لینا محض ظلم وجزاف ہے۔ تو ان کی حدیث قبل تبین حال جس جس طرح بہ سبب احتمال ضعف وسقوطِ احکام میں مستند ومعتبر نہ ہو گی۔ یوں ہی بوجۂ احتمال صحت وحسن وضعف محض موضوع وباطل وساقط بھی نہ ٹھر

سکے گی۔ لا جرم درجہ توقف میں رہے گی اور یہی مرتبہ ضعیف محض کا ہے جس طرح وہاں توقف مانع تمسک فی الفضائل نہیں۔ یوں ہی یہاں بھی کما لا یخفی علی اولی النھی

فواتح الرحموت میں ہمارے علمائے کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے ہے:

الراوی وان کان غیر معروف بالفقاھة ولا بالروایة بل انما عرف بحدیث او حدیثین فان قبله الائمه او سکتوا عنه ظهور الروایة اوا ختلفوا کان کالمعروف وان لم یظهر منهم غیر الطعن کان مردودًا وان لم یظهر شیء منه لم یجب العمل بل یجوز فیعمل به فی المندو بات والفضائل والتواریخ۔

فائدہ ۱۱:

ان ضروری فوائد سے کہ بوجہ تعجیل ہنگام تبییض تجرید سے رہ گئے۔ تذکرۃ الموضوعات علامہ محمد طاہر فتنی رحمہ اللہ تعالیٰ کا حال ہے کہ اس میں مجرد ذکر سے موضوعیت پر استدلال تو بڑی بھاری متکلمین منکرین نے کیا' حالانکہ محض جہالت وبے رہی یا دیدہ ودانستہ مغالطہ وہی تذکرہ مذکورہ بھی کتب قسم ثانی سے ہے اس میں ہر طرح کی احادیث لاتے اور کسی کو موضوع کسی کو لم یوجد' کسی کو منکر' کسی کو لیس بثابت' کس کو لا یصح' کسی کو حنیف کسی مؤول۔ کسی کو رجالہ ثقات کسی کو لا باس بہ' کسی کو صحہ کسی کو صحیح فرماتے ہیں۔ حدیث تقبیل ابہامین انہیں میں ہے' جنہیں ہرگز موضوع نہ کہا بلکہ صرف لا یصح پر اقتصار اور تجربہ کثیرین سے استظہار کیا۔ خاتمہ مجمع بحار الانوار میں فرماتے ہیں:

فصل فی تعیین بعض الاحادیث المشتهرة علی الالسن والصواب خلا فها علی نمط ذکرته فی التذکره فیه من عرف نفسه عرف ربه لیس بثابت ح رایت ربی فی صورة شاب له وفرة صحیح محمول علی رویة المنام اوهوول ح المومن غر کریم والمنافق خب لئیم موضوع ح ماشهد

---

[1] فی مسئلة معرف العدالة ۱۲ منه

رجل علی رجل بکفر الا باء احدھما ضعیف[1] فیہ طلب العلم فریضۃ علی کل مسلم طرقھا واھیہ[2] ح من ادی الفریضۃ وعلم الناس الخیر کان فضلہ علی العابد الحدیث ضعیف اسنادہ لکنھم یتساھلون فی الفضائل ح الوضوء علی الوضوء نورٌ علی نور لم یوجد[3] فیہ مسح العینین بباطن السباتین بعد تقبیلھما لا یصح وروی تجربۃ ذلک عن کثیرین فیہ الصلوٰۃ عما دالدین ضعیف وصلوٰۃ التسبیح ضعیف . الارقطنی اصح شیء فی فضل الصلوٰۃ صلوٰۃ التسبیح فیہ طعام الجواد دواء وطعام لبخیل داء فی المقاصد[4] دجالہ ثقات وفی المختصر منکر فی المقاصد ماء زمزم لما شرب لہ ضعیف[5] لکن لہ شاھد فی مسلم ح ان اللّٰہ یبعث لھذہ الامۃ علی رائس کل مائۃ من یجد لھا دینھا صححہ[6] الحاکم ح مثل امتی کا لمطر

---

[1] اقول ھذا عجیب نقدا خرجہ ابوداؤد الترمذی والحاکم عن ابی ھریرہ رضی اللّٰہ تعالی عنہ بلفظا الفاجر مکان المنافق واسنادہ کما قال المناوی جید ۱۲ منہ

[2] اقول بل صحیح من اعلی الصحاح فلبا لک والشیخین وغیر ھما عن ابن عمر رضی اللّٰہ تعالی عنھا رفعہ اذا قال الرجل لا خیہ یا کافر فقد بار بھا احد ھما وللبخاری عن ابی ھریرۃ وضی اللّٰہ تعالی عنہ رفعًا من قال لا خیہ یا کافر فقد بار بھا احد ھما ولا بن حبان عن ابی سعید رضی اللّٰہ تعالی عنہ بسند صحیح مرفوعًا ما اکفر رجل رجلًا قط الا بار بھا احد ھما وفی الباب غیر ذلک فان ارادخصوص الفظ فقلیل الجدوی ۱۲ منہ

[3] اقول والصحیح انہ لا ینزل عن الحسن کما تبینہ فی النجوم الثواقبۃ فی تخریج احادیث الکواکب ۱۲ منہ

[4] بل اخرجہ زرین وان قال المنذری ثم العراقی لم نقف علیہ ۱۲ منہ

[5] الحق انہ حدیث حسن صحیح لاشک حسن لذاتہ صحیح بغیرہ ان لم یکن لذاتہ والتفصیل فی لالی ۱۲ منہ

[6] اقول کذا قال لمناوی وبالغ الذھبی کعادتہ فقال کذب ۱۲ منہ

[7] اقول بل نص الحافظ انہ حجۃ بطرقہ وحسنہ المناوی وصححہ الامام سفین بن عینیہ والدمیاطی والمنذری وانب الجزری ۱۲ منہ

[8] ورواہ ابوداؤد وقال المناوی الاسناد صحیح ۱۲ منہ

لا یدری اوله خیر ام اخر موضوع[1] فی الرجیز انا وابوبکر وعمر خلقنا من تربة واحدة فیه مجاهیل قلت له طریق اخروله شاهد فی اولیس حدیث فی ورقتین قال ابن حبان باطل قلت الوقف اولی فان له طرقاعدیدة لابائس ببعضها ح من اخلص لله اربعین یوماسنده ضعیف وله شاهد ح یکون فی اخر الزمان خلیفة لا یفضل علیه ابوبکر ولا عمر موضوع قلت بل مؤول الی هنا ما فی التذکرة اھ ملتقطًا۔

فائدہ ۱۲: اقول

وباللہ التوفیق اذہان اکثر قاصرین زمان میں سند کی فضیلتیں اور کلام اثرین میں اتصال کی ضرورتیں دیکھ دیکھ کر مرتکز ہو رہا ہے کہ احادیث بے سند اگرچہ کلمات ائمہ معتدین میں بصیغہ جزم مذکور ہوں مطلقاً باطل ومردود وعاطل کہ احکام مغازی سیر فضائل کسی باب میں اصلاً نہ سننے کے لائق نہ ماننے کے قابل' حالانکہ یہ محض اختراع ہیں۔ الاندفاع مشاہیر محدثین وجماہیر فقہا دونوں فریق کے مخالف اجماع ہے۔ غیر صحابی جو قول یا فعل یا حال حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف بے سند متصل نسبت کرے۔ محدثین کے نزدیک باختلاف حالات واصطلاحات مرسل منقطع معلق معظل ہے اور فقہاء واصولیین کی اصطلاح میں سب کا نام مرسل اصطلاح حدیث پر تعلیق واعضال یا اصطلاح فقہ واصول پر ارسال میں کچھ بعض سند کا ذکر ہرگز لازم نہیں' بلکہ تمام وسائط حذف کرکے علمائے مصنفین جو قال یا فعل رسول اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم وامثال ذلک کہتے ہیں یہ بھی معضل ومرسل ہے۔ امام اجل ابن الصلاح کتاب معرفت انواع علم الحدیث میں فرماتے ہیں:

المعضل عبارة عماسقط من اسناده اثنان فصاعد اومثاله مایرویه

---

[1] قول هذا عجیب بل اخرجه احمد والترمذی فی الجامع عن انس رضی الله تعالی عنه وحسنه فی الباب عن عمران بن حصین رضی الله تعالی عنهما واخرجهالبر ازقال السخاوی بسند حسن وفیه عن علی و عمار و عن عبد الله بن عمر رضی الله تعالی عنهم وقال ابن عبد البران الحدیث حسن وقال ابن القطان لا نعلم لا علة قال المناوی اسناده

تابعی التابعی قائلا فیه قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اوعن ابی بکر وعمر وغیر ھما غیر ذاکر للوسائط بینہ وبینھم وذکر ابوبکر نصر السنجری الحافظ قول الراوی بلغنی نحو قول مالک بلغنی عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال المملوک طعامہ وکسوتہ الحدیث وقال اصحاب الحدیث یسمونہ المفضل قلت وقول المصنفین من الفقھآء وغیر ھم قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کذا وکذا ونحو ذلک کلہ من قبیل المعضل لما تقدم وسماہ الخطیب ابوبکر الحافظ فی بعض کلامہ مرسلا وذلک علٰی مذھب من یسمی کل مالا یتصل مر سلا کما سبق اھ باختصار

توضیح میں ہے: الا رسال عدم الاسناد ھوان یقول الراوی قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من غیران یذکرا لا سناد ۔

علامہ تفتا زانی تلویح پھر مدقق علائی صاحب درمختار اضافۃ الا نوار علٰی اصول المنار میں فرماتے ہیں: ان لم یذکر الواسطۃ اصلاً فمرسل ۔

مسلم الثبوت وفواتح الرحموت میں ہے: (المرسل قول العدل قال علیہ) وعلٰی الہ واصحابہ الصلوٰۃ والسلام کذا وعند اھل الحدیث المرسل قول التابعی قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ واصحابہ وسلم کذا والمعلق ماروا ہ من دون التابعی من دون سند والکل داخل فی المرسل عنداھل الاصول اہ مختصرا۔

پھر باجماع علماء محدثین وفقہا یہ سب انواع نوع موضوع سے بے گانہ ہیں اور مادون الا حکام مثل فضائلِ اعمال ومناقب رجال وسیرو احوال میں سلفاً وخلفاً ماخوذ ومقبول جملہ مصنفین علوم حدیث موضوع کو شرالانواع بتاتے اور انہیں اس سے جدا شمار فرماتے آئے اور تمام مؤلفین میر نکیر مراسل ومعضلات کا ذکر واثبات کرتے رہے۔

افادہ ۲۳ میں علامہ حلبی کا قول گزرا کہ سیر بلاغ ومرسل ومنقطع ومعضل غرض

ماسوائے موضوع ہر قسم حدیث کو جمع کرتی ہے کہ ائمہ کرام نے ماورائے احکام میں مسابلت فرمائی ہے۔ یہ عبارت دونوں مطلب میں نص ہے۔ مفصل کا موضوع نہ ہونا اور اس کا مادون الاحکام میں مقبول ہونا خود صحیح بخاری مسلم وصحیح موطا میں معضلات وبلاغات موجود ہیں۔ وسط میں بقلت طرفین میں بکثرت خصوصاً بعض بلاغات مالک وہ ہیں کہ اس کی اسناد اصلاً نہ ملیں۔ تدریب[1] میں امام ابوالفضل زین الدین عراقی سے ہے: ان مالكا لم يفرد الصيح بل ادخل فيه المرسل والمنقطع والبلاغات ومن بلاغاته احاديث لا تعرف كما ذكره ابن عبدالبر۔ وہیں امام مغلطائی سے ہے: احادیث کتاب البخاری۔ ہیں امام حافظ الشان سے ہے:

كتاب مالك صحيح عنده وعند من يقلده على ما اقتضاه نظره من الا حتجاج بالمرسل والمنقطع وغير هما۔

اسناد کی سنت مطلوبہ وفضیلت مرغوبہ وخاصہ امت مرحومہ ہونے میں کسے کلام ہے۔ مقفین قابلین مراسیل ومعاضبل بھی مسانید کو ان پر تفصیل دیتے اور مقطع سے متصل کا نسخ نہیں مانتے ہیں كما نص عليه فى المسلم وغيره۔ تاکید اثریین بجائے خود ہے اور قول بقیہ بن ولید ذاکرت حماد بن زید باحادیث فقال ما اجوو هالو كان لها احنحة يعنى الاسناد قطع نظر اس سے کہ عين لا عموم لها۔ ممکن کہ وہ احادیث دربارہ احکام ہوں۔ یوں بھی صرف نفی جودت کرے گا وہ بطور محدثین مطلقاً مسلم کہ معضل ضیعف ہے اور ضعیف جید نہیں۔ قول امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ الاسناد سلاح المومن فاذالم يكن معه سلاح فباى شىء يقاتل صراحۃً دربارہ عقائدواحکام ہے: فان الحاجة الى القتال انما هى فيما يجرى فيه التشديد والتماكس دون ما اجمعو اعلى التساهل فيه یوں ہی ارشاد مبارک امام عبداللہ بن مبارک لو لا الا سناد لقال من شاء ماشاء ۔

کہ جب قبول ضعاف فی الفضائل میں دخول تحت اصل خود مشروط اور امر عمل قواعد

---

[1] فی الثانیۃ من مسائل الصحیح ۱۲ منہ

مقررہ شرعیہ مثل احتیاط واختیار نفع بے ضرر سے منوط۔ تو ضعیف اثبات جدید نہ کرے گی اور من شاء ماشاء صادق نہ آئے گا۔ کما قدمنا بیانہ فی الافادۃ الثانیۃ والعشرین۔ پر ظاہر کہ یہ اور ان کی امثال جتنے کلمات محدثین کرام سے ضرورت اسناد میں ملیں گے۔ سب کا مفاد ضرورتِ خاص اتصال ہے کہ نامتصل بجمیع اقسامہ ان کے نزدیک ضعیف۔ اور ضعیف خود مجروح ہے نہ کہ سلاح۔ وصالح قتال یوں ہی ایک راوی بھی ساقط تو ان کے طور پر وہی من شاء ماشاء کا احتیاطی احتمال ولہٰذا وہ بالاتفاق منقطع ومعضل اور معضل دون معضل میں اصلاً فرق حکم نہیں کرتے اسی لیے فواتح الرحموت میں اصطلاحات مرسل ومعضل ومنقطع ومعلق بیان کر کے فرمایا:

لم یظهر التکثیر الا صطلاح والا سامی فائده ۔ بالجملہ جب اتصال نہ ہو تو بعض سند کا مذکور ہونا سب یکساں۔ آخر نہ دیکھا کہ انہیں امام ابن المبارک رحمہ اللہ تعالیٰ نے حدیث ابن خراش ع الحجاج بن دینار قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ کی نسبت کیا فرمایا: اخرج مسلم فی مقدمة صحیحة قال قال محمد یعنی ابن عبدالله بن فهراذ سمعت ابا اسحق ابراهیم بن عیسیٰ الطالقانی قال قلت لعبد الله بن المبارك یا ابا عبدالرحمن الحدیث الذی جاء ان من البر بعد الیران تصلی لأ بویك مع صلواتك وتصوم لهما مع صومك قال فقال عبدالله یا ابا اسحاق عن من هٰذا قال قلت له هٰذا من حدیث شهاب بن خراش فقال ثقة عمن قال قلت عن الحجاج بن دینار قال ثقة عن من قال قلت قال رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم قال یا اسحاق ان بین الحجاج بن دینار وبین النبی صلی الله تعالی علیه وسلم مفاز ینقطع فیها اعناق المطی ولکن لیس فی الصدقة اختلاف ۔ امام نووی شرح میں فرماتے ہیں: معنی هٰذا الحکایة انه لا یقبل الحدیث الا باسناد صحیح۔

اب اگر ان کلمات کو عموم پر رکھیے۔ مرسل منقطع معلق معضل ہر نامتصل باطل وملتحق بالموضوع ہوئی جاتی ہے اور وہ بالاجماع باطل۔ افادہ سوم میں ابن حجر مکی شافعی وعلی قاری

حنفی سے گزرا: **المنقطع یعمل بہ فی الفضائل اجماعاً** ۔ لاجرم واجب کہ یہ سب عبارات صرف باب اہم واعظم یعنی احکام میں ہیں۔ اگرچہ ظاہر اطلاق وارسال ہو نہ کہ جب نفس کلام تخصیص پر دال ہو **کما قررنا فی الکلمات المذکورۃ** اور واقعی دربارۂ ردوقبول غالب ومحاورات علماء صرف نظر بہ باب احکام ہوتے ہیں کہ ہی اکثر محط انظار نخبہ ونزہہ وغیرہما میں دیکھئے کہ حدیث کی دو قسمیں کیں مقبول ومردود مقبول میں صحیح وحسن کو رکھا اور تمام ضعاف کو مردود میں داخل کیا کہ حالانکہ ضعاف فضائل میں **اجماعاً مقبول ھکذا ینبغی التحقیق واللہ ولی التوفیق**۔

یہ سب کلام بطور محدثین تھا اور جماہیر فقہائے کرام کے نزدیک تو معضلات مذکورہ فضائل درکنار۔ خود باب احکام میں حجت ہیں' جبکہ مرسل امام معتمد فی الدین عارف بالرجال بصیر بالعلل غیر معروف بالتساہل ہو اور مذہب مختار امام محقق علی الاطلاق وغیرہا اکابر میں کچھ تخصیص قرن غیر قرن نہیں۔ ہر قرن کے ایسے عالم کا قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہنا حجت فی الاحکام ہے **کما نص علیہ فی المسلم**[1] **وشروحہ وغیرھا**۔

اقول:

انصافاً غیر ناقد کے لیے مراسیل مذکورہ سے احتجاج فی الاحکام اثریین پر بھی لازم

---

[1] المرسل ان کان من الصحابی یقبل مطلقا اتفاقا وان من غیرہ فالا کثر و منھم الامام ابو حنفیہ والامام مالك والامام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنھم قالو یقبل مطلقًا اذا کان الراوی ثقہ' وقال ابن ابان رحمۃ اللہ تعالیٰ من مشائخنا الکرام یقبل من القرون الثلاثہ مطلقًا دمن ائمۃ النقل بعد تلك القرون وقال طائفۃ من المتاخرین منھم الشیخ ابن حاجب المالکی والشیخ کمال الدین بن الھمام منا یقبل من ائمۃ النقل مطلقا من ای قرن کا اعتضد بشی ام لاویتوقف فی الرسل من غیر ھم وھو المختار قیل ھوا الراد الائمۃ الثلاثۃ والجمھور اذا لا یقول احد تبوثیق من لیس لہ معرفۃ فی التوثیق والتجریح وعلی ھذا خلاف ابن ابان فی عدم اشتراك ھذا الشرط فی القرون الثلاثہ لز عمہ عدم الحاجۃ الی التوثیق فی تلك القرون لا نہ الرواۃ فیھا کانو اھل بصیرۃ فی التوثیق والتجریح اھ من مسلم الثبوت و فواتح الرحموت ملحضًا ۱۲ منہ سلمہ تعالیٰ

آخراس کی سبیل یہی قول ناقد پر اعتماد ہے نہ نقد کہ تکلیف مالا یطاق ہے تو اس کے لیے ذکر وعدم ذکر سند دونوں یکساں اور بلاشبہ قول ناقد محتاط۔ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تصحیح صریح والتزامی سے اعلیٰ نہیں تو کم بھی نہیں اور جو احتمالات مساہلت وتحسین ظن وخطائی النظر یہاں ہیں۔ وہاں بھی حاصل' بلکہ مجرب ومشاہد۔ باایں ہمہ امام ابن الصلاح وامام طبری وامام نووی وامام سیوطی وامام زرکشی وامام عراقی وامام ابن حجر عسقلانی وامام سخاوی وامام زکریا انصاری وغیرہم نے تصر تحسین فرمائیں کہ اگر امام معتمد نے کسی حدیث کی صحت پر تنقیص کی یا کتاب ملتزم الصحۃ میں اسے روایت کیا۔ اسی قدر اعتماد کے لیے بس ہے اور احتجاج روا کما ذکر نانصوصھم فی مدارج طبقات الحدیث وقد تقدم نص القاری عن شیخ الاسلام فی الافادۃ الحادیۃ والعشرین ۔تو کیا وجہ کہ یہاں اس پر اعتماد نہ ہو۔ لاجرم جس طرح امام احمد یا یحییٰ کا ھٰذا الحدیث صحیح فرمانا بخاری یا مسلم یا ابن خزیمہ یا ضیاء کا صحاح میں لانا۔ یوں ہی منذری کا مختصر میں ساکت رہنا۔ یوں ہی ابن السکن کا صحیح یا عبدالحق کا احکام میں وارد کرنا۔ یوں ہی امام معتمد ناقد محتاط کا کہنا۔ قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الیٰ غیر ذلک من احکامہ واحوالہ ونعوت جمالہ وشیون جلالہ وصفات کمالہ صلوٰت اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلی الہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیھم وبارک وسلم وشرف ومجد وعظم وکرم امین ۞ الحمدللہ کہ اس جواب کی ابتدا بھی حضور اقدس واکرم سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نامِ پاک اور حضور پر درود سے ہوئی اور انتہا بھی حضور ہی کے نام محمود درود مسعود پر ہوئی۔ امید ہے کہ مولیٰ عزوجل اس نام کریم وصلوٰۃ وتسلیم کی برکت سے قبول فرمائے اور انارت عنون وتنویر قلوب وتکفیر ذنوب وسلامتِ ایمان وامان تنعیم قبر ونجات فی الحشر کا باعث بنائے۔

فانہ تعالیٰ بکرمہ یقبل الصلوتین وھوا کرم من ان یدع ما بینھما وکان ذلک لیلۃ التالیۃ یوم الاثنین لعلھا الثامنۃ عشر من الشھر الفاخرۃ

شہرر بیع اخر من شہور السنة الثالثة عشر من المائة الرابعة عشر من ہجرة الحبیب سیّد البشر صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی الہ وصحبہ واولیائہ اجمعین ○ واخر دعوٰنا ان الحمد للہ ربّ العٰلمین سبحٰنک اللہم وبحمدک لا الہ الا انت استغفرک واتوب الیک واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

تمّت

عبدہٗ المذنب احمد رضا البریلوی

کتبہ

عفی عنہ بمحمدن المصطفٰے النبی الامی

صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم

محمدی سنّی حنفی قادری ۱۳۱۱ھ

عبدالمصطفٰے احمد رضا خاں

تصدیق ومواہیر علمائے بریلی وغیرہ

الحمدللّٰہ ما اجاب بہ مولانا المحقق واستاذنا المدقق دام فضلہ ومد ظلہ فھو الحق بلا فریۃ وخلافہ باطل بلا مریۃ اللہ واللہ تعالٰی اعلم

کتبہ الفقیر عبداللہ بن احمد اقریشی

غفراللہ تعالٰی لہ



الحق ان ھذا کتاب من احل مایکون لم تر مثلہ الحیون ۔

کتاب لوتا ملہ ضریر لعاد کریمتاہ بلا ارتیاب

و لو مرّت حواصلہ بقبر لعاد المیت حیافی التراب

واللہ تعالٰی اعلم



ھذا ھو الحق فماذا بعد الحق الضلال



ان ھذا ھو الحق المبین

والحمد للہ رب العالمین



ربی لک الحمد ان ادنی مایقال فی حق ھذا الجواب الحق الصواب الذی ھورشحۃ من بحار علوم مولانا البحر الطمطام ولمعۃ من انوار فھوم استاذنا البدر التام انہ اسعد اسعود وقاتل النحوس وبھجۃ النفوس ولا بعد عروس۔



علمائے کرام بدایوں وغیرہ

اصاب من اجاب حررہ الفقیر عبد القادر القادری عفی عنہ

۱۲۹۱ھ
محب الرسول قادری
عبد القادر

الجیب مصیب ومصاب والجواب صحیح وصواب حرّرہ الفقیر الحقیر المفتقر مطیع رسول اللہ القادر المدعوا بمحمد عبد المقتدر العثمانی القادری الحنفی غفر اللہ تعالٰی لہٗ بجاہ نبیہ الکریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم صحیح الجواب بلا ارتیاب

۱۲۹۸ھ
عبد المقتدر
مطیع الرسول

قد اصاب من اجاب للہ در المجیب المصیب



۱۳۰۰ھ
حافظ محمد بخش

۱۲۹۰ھ
محمد احمد قادری
عبد الرسول

علمائے مصطفیٰ آباد رامپور وغیرہ

للّٰہ در المجیب المثاب حیث افاد واطاب واجاد واباد المستحقین للعقاب .

احمد مکی محمد ارشاد حسین ۱۳۱۸ھ

ذلک ! الجواب ! العجاب ھو الصواب لا ریب فیہ والا دتیاب فللہ در المجیب المثاب حیث انی بالتحقیق فیما اجاب

الجواب صواب

۱۲۸۵ھ محمد امداد حسین

نعم الجواب وحبذا التحقیق للصدق والصواب ولعمری انہا لعروۃ وثقی لطالب الرشدو الھدی یستغنی بھا عماسوی کیف لا ومن لہ ادنی بصیرۃ وروی فانہ یریھا اجدی من تفاریق العصا ویھتدی بھا الی صراط مستقیم وطریق سوی ومن جعل اللہ انوار اونور عین بصیرۃ لہ ھکجل الا نصاف والتقی فانہ لا حمد رضا للفاضل المجیب الذی بذل جھدہ للحق والسعی وجمیع الا دلۃ واوفی واتی بتحقیق مرضی واستقصی حتی صار بمقابلۃ اھل الضلال مصداقاللقول الدائر والمثل السائر لکل فرعون موسیٰ وکذلک یحق اللہ الحق ویقذفہ علی الباطل فید مغہ فاذاھو زاھق واھوی ومن کان فی ھذہ الوریقہ اعمی فھو فی الاخرۃ اعمیٰ واضل سبیلا وربکم اعلم بمن ضل عن سبیلہ وھواعلم بمن اھتدی ہ فقط العبد الا ثیم الا واہ۔

اللہ ۱۲۹۶ھ ابوالذکا سراج الدین محمد سلامہ

علمائے بمبئی

حامداً ومصلیاً قد نورت عیونی بمطالعة هذا لکتاب فوجدته نوراً منیراً للحق والصواب نور الله به عیونا عن الحق فی حجاب وجزی الله مولانا المجیب جزیل الا جر وجمیل الثواب حرر واملاه العبد المفتقر الی مولانا محمد عبید الله رزقه الله نور الایمان وحلاه وحلاه یحلاه ۔

ما اجاب به المولانا المحقق فهوا لحق لا شك فیه ولا ارتیاب والله اعلم بالصواب ۔

نمقه المفتقر الی الله الشکور عبدالغفور صانه الله عن الا فات واشرور المجیب مصیب وله ثواب عظیم ومن انکر فقد ضل وغوی ہ فقط حرره احقر العباد حسن بن نور محمد عفی عنهما الجواب صحیح والرای بخیح کتبه العبد الفقیر میر عبدالرحمن عفا الله تعالی عنه من اجاب فقد اصاب حرر المسکین السید یاسین عفا الله جرائمه الجواب صحیح کتبه مرید احمد عفی الله عنه الا مر کما ذکر کتبه خادم الشرع قاضی شیخ محمد مرگھے عفی الله عنه وعن جمیع المسلمین امین۔



بحمد اللہ ولی الکرمۃ

یہ رسالہ نافعہ' اوہام مخالفین کا دافعہ' خیالات خام وہابیہ کا نافعہ' مریض قلبوں کیلئے شافیہ' اطمینان قلب اہل سنت کیلئے کافیہ' دربارہ ثبوت استحباب تقبیل ابہامین دراذان واقامہ'

مسمّٰی بنام تاریخی

نہج السّلامہ

فی حکم

تَقْبِیْل الاَبْہامَیْن فِی الاقَامَہْ

(۱۳۳۳ھ)

﴿از افاضات﴾

حضرت عظیم البرکت رفیع الدرجت صاحب تصانیف کثیرہ باہرہ تالیفات شہیرہ زاہرہ

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مجدد دین وملت شیخ الاسلام والمسلمین

ذی الحشمۃ وفخامہ والکرامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وامطر علیہ شآبیب

رحمۃ الی یوم القیامہ

بصرف زر جماعت مبارکہ

باہتمام

مولانا مولوی ابوالعلا محمد امجد علی صاحب قادری برکاتی رضوی دام بالفیض الصوری والمعنوی

بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

مسلہ :ازاپر برہما شہر مانڈلے سورتی مسجد مرسلہ مولوی احمد مختار صاحب قادری رضوی صدیقی میرٹھی ۔ ۲۶ جمادی الاخری ۱۳۳۳ ہجری منقول ازفتاویٰ امدادیہ معروف یہ فتاویٰ اشرفیہ جلد چہارم صفحہ ۵۷و۵۸

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس صورت میں کہ جس وقت موذن اقامت میں اشھد ان محمدًا رسول اللہ بولے تو سننے والا دونوں انگوٹھوں کو چوم کر دونوں آنکھوں پر رکھے یا نہیں اگر رکھتا ہے' تو آیا جائز یا مستحب یا واجب یا فرض ہے اور جو شخص اس کا مانع ہوئے اس کا کیا حکم ہے اور اگر نہیں رکھتا ہے تو آیا مکروہ یا مکروہ تحریمہ یا حرام ہے اور جو مرتکب اس فعل کا ہو' اس کا اور جو حکم کرے اس کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اول تو اذان ہی میں انگوٹھے چومنا کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں اور جو کچھ بعض لوگوں نے اس بارہ میں نقل کیا ہے وہ محققین کے نزدیک ثابت نہیں۔ چنانچہ شامی بعد نقل اس عبارت کے لکھتے ہیں: وذکر ذلك الجراحی واطال ثم قال ولم یصح فی المرفوع من کل شیء انتھی (جلد اوّل ۲۲۷) مگر اقامت میں تو کوئی ٹوٹی پھوٹی روایت بھی موجود نہیں۔ پس اقامت میں انگوٹھے چومنا اذان کے وقت سے بھی زیادہ بدعت وبے اصل ہے۔ اسی واسطے فقہاء نے اس کا بالکل انکار کیا ہے۔ یہ عبارت شامی کی ہے: ونقل بعضھم ان القھستانی کتب علی ھامش نسخۃ ان ھٰذا مختص بالاذان واما فی الاقامۃ فلم یوجد بعد الاستقصاء التام والتتبع

(جلد اول ۲۶۷) یہی مفتی صاحب لم یصح فی المرفوع پر حاشیہ منہیہ لکھتے ہیں: قلت واما الموقوف فانه وان کان منقو لا لکن مع ضعف اسناده لیس فیه کون هذا العمل طاعة بل هو رقیة للحفظ عن الرمد والعوام یفعلونه باعتقاد کونه طاعة ۱۲ منہ (حاشیہ صاحب فتاویٰ اشرفیہ بر عبارت شامی)

گزارش وموجب تکلیف وہی یہ ہے کہ ہفتہ گزشتہ میں ایک عریضہ دربارہ استفتائے تقبیل ابہامین عند قول الموذن اشهد ان محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابلاغ خدمت کیا ہے۔ آج فتاوائے امدادیہ میں ایک صاحب نے عبارت مرقومہ بالا دکھائی جو بلفظہ ملاحظہ عالی میں پیش کر کے رفع شکوک کا خواستگار ہوں۔

وهی هذه۔

(۱) علامہ شامی یا دوسرے محققین نے تقبیل کے بارہ میں ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کر کے لم یصح فی الموفوع یا اس کے ہم معنی الفاظ تحریر کیے ہیں۔ ان سے حدیث کے مرفوع ہونے کا انکار ہے یا کلیۂ تقبیل ہی کا ثبوت صحت کو نہیں پہنچتا۔ مفتی صاحب کی تحریر وحاشیہ خود غور طلب ہے۔ پھر ان کے معتقدین تقبیل مطلق کو غیر صحیح فرماتے ہیں۔ خواہ بروایت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا بہ تعلیم سیدنا خضر علیہ السلام جامع الرموز نے کنز العباد سے جو عبارت نقل کی ہے' اس میں اثبات استحباب ہے۔ (مجموعہ فتاویٰ جلد سوم ۴۲)

طحطاوی ۲ نے شرح مراقی الفلاح مصری ۱۱۸ میں اسی روایت کو نقل کیا ہے نیز فردوس دیلمی سے حدیث ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مرفوعاً لکھ کر حضرت خضر علیہ السلام عملاً روایت بطور تائید بیان کے علیٰ ھذا سادات احناف کی اکثر کتب میں موجود ہے۔

اعانة ۳ الطالبین علی حل الفاظ فتح المعین مصری ۲۴۷ (فقه شافعی) وفی الشنوانی مانصه من قال حین یسمع قول الموذن اشهدان محمد رسول الله مرحباً بحبیبی وقرة عینی محمد بن عبدالله صلی الله

تعالیٰ علیہ وسلم ثم یقبل
ابھامیہ ویجعلھما علیٰ عینیہ لم یعم ولم یرمدابدا انتھی کفایۃ الطالب الربانی لرسالۃ ابن زید القیروانی فی مذھب سیدنا الامام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مصری جلد۱۶۹)

فائدہ:

نقل صاحب الفردوس ان الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ لما سمع قول الموذن اشھدان محمد ارسول اللہ قال ذلک وقبل باطن انملۃ السبابتین ومسح عینیہ فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم من فعل مثل خلیلی فقد حلت علیہ شفاعتی ۔ قال الحافظ السخاوی ولم یصح ثم نقل عن الخضر انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام قال من قال حین یسمح قول الموذن اشھدان محمد رسول اللہ مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبد اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)ثم یقبل ابھامیہ ویجعلھماعلی عینیہ لم یعم ولم یرمدا ابدً اونقل غیر ذلک ثم قال ولم یصح فی المرفوع من کل ھٰذا شیء واللہ تعالیٰ اعلم ۔

علامہ ۵الشیخ علی الصعیدی العدوی اسی شرح کے حاشیہ ۱۷۰ میں فرماتے ہیں

:(قولہ ثم یقبل الخ)لم یبین موضع التقبیل من الا بھا مین ۔الا انہ نقل عن الشیخ العالم المفسر نور الدین الخراسانی قال بعضھم لقیۃ وقت الاذان فلما سمع المؤذن یقول اشھد محمد رسول اللہ قبل ابھامی نفسہ ومسح بالظفرین اجفان عینیہ من الماتی الی ناحیۃ الصدغ ثم فعل ذلک عندکل تشھد مرۃ مرۃ فسالۃ عن دلک فقال کنت افعلہ ثم ترکۃ فمرضت عینای فرایۃ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منا ما فقال لم ترکت مسح عینیک عندالاذان ان اردت ان تبرا عیناک فعدالی المسح فاستیقظت ومسحت فبرئت ولم یعادونی مرضھما الی الان انتھی فھٰذا یدل علی ان الاولیٰ

التکریر . والظاہر انہ حیث کان المسح بالظفرین ان التقبیل لھما واللہ تعالٰی اعلم۔

ان تمام عبارات میں کہیں تقبیل ابہامین پر نکیر ثابت نہیں ہوتی' بلکہ استحباب کا پتہ الفاظ صریحہ سے ملتا ہے۔ برخلاف اس کے صاحب فتاویٰ اشرفیہ عبارت شامی پر حاشیہ لکھ کر مباح (۲ ملاحظہ ہو) مان رہے ہیں' پھر اس مباح کو بھی بدعت ٹھہرا رہے ہیں۔ اس تضاد و اشکال کو رفع فرما کر قاطع فیصلہ فرمایا جائے۔

صاحب فتاوائے اشرفیہ عمل مانحن فیہ کو اپنے حاشیہ مذکورہ میں رفیہ مان کر دعوی کرتے ہیں والعوام یفعلونہ باعتقاد الطاعة۔ یہاں صرف اشکال یہ ہے کہ اعتقاد قلب سے تعلق رکھتا ہے۔ اس پر مفتی صاحب مذکور کو کس طرح اطلاع ہوئی۔ درصورتی کہ ان کے نزدیک رسول علیہ الصلوۃ والسلام بھی باوصف اعلام مافی الصد در علوم غیبیہ سے بے خبر ہیں (معاذ اللہ) وہ بھی عامۂ مومنین کے دلی خیال اور اعتقاد سے اطلاع ہوئی' خواہ وہ ہند میں ہوں یا کابل میں ایران میں ہوں یا عرب شریف میں ہوں یا غرب میں حسب بقول والعوام یفعلونہ باعتقاد الطاعة۔ یہاں بعض الناس نے سخت فتنہ پیدا کر رکھا ہے۔ مترصد کہ جلد تر جواب باصواب سے اعزاز بخشیں۔ اجرکم اللہ تعالٰی بجاہ طہ ویسین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی الہ وصحبہ اجمعین . والحمد للہ رب العالمین۔

(مختار الصدیقی)

الجواب

اس مسئلہ کی تحقیق بالغ و تنقیح بازغ میں بائیس سال ہوئے فقیر نے کتاب منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین ۱۳۱۱ھ لکھی کہ بیس سال ہوئے بمبئی میں چھپ کر ملک میں مفت تقسیم ہوئی۔ اب میرے پاس صرف ایک نسخہ باقی ہے کہ آپ جیسے علم دوست حق پرست کی اعانت کو بغرض ملاحظ مرسل۔ ایک ذاتی نسخہ بھی اور ہوتا تو ہدیۃً حاضر کر دیتا۔ بعد

ملاحظہ بیرنگ واپس فرمائیں۔ یہ رسالہ باذنہ تعالیٰ دربارہ حدیث وفقہ منکرین کے خیالات باطلہ عاطلہ کی بیخ کنی وصفراشکنی کو بس ہے' لہٰذا ان سے زیادہ تعرض کی حاجت نہیں۔صرف بعض امور جہالات فتوائے مذکور کے متعلق اجمالاً گزارش۔وبـــــالله التوفیق۔

(۱) دعویٰ یہ کہ اذان میں کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں اور اس پر دلیل شامی کی جراحی سے نقل کہ ان میں سے کوئی حدیث مرفوع درجہ صحت کو نہ پہنچی جو خود مشیر ہے کہ اس کی احادیث موقوفہ پر یہ حکم نہیں' ورنہ مرفوع کی تخصیص کیوں ہوتی۔ عبارات کتب میں مفہوم مخالف بلاشبہ معتبر ہے۔اسی شامی طابع قسطنطنیہ جلد ۵۲۵ میں ہے فان مفاهیم الکتب حجة ولومفهوم لقب علی ماصرح به الا صولیون ۔ فیز جلد اول ۱۶۷ یفتی به عند السوال لان مفاهیم الکتب معتبرة کما تقدم۔ درمختار بیان سنن وضو میں نہر الفائق سے ہے مفاهیم الکتب حجة بخلاف مفاهیم اکثر النصوص احادیث موقوفہ کیا روایت نہیں۔ لاجرم ملا علی قاری نے موضوعات کبیر میں کل مایروی فی هذا فلا یصح رفعه البتة لکھ کر فرمایا قلت واذاثبت رفعه الی الصدیق رضی الله تعالی عنه فیکفی للعمل به لقوله صلی الله تعالی علیه وسلم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین یعنی اگرچہ اس بارہ میں کوئی حدیث مرفوع صحیح نہیں' مگر جبکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثابت ہے تو اس پر عمل کے لیے کافی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا تم پر لازم ہے میرا طریقہ اور میرے خلفائے راشدین کا طریقہ۔

(۲) صحیح کی نفی سے معتبر کی نفی جاننا فن حدیث سے جہالت پر مبنی۔ کتب رجال میں ہزار جگہ ملے گا۔ یعتبر بـه ولا یحتج بـه اور فضائل اعمال میں احادیث معتبرہ بالا جماع کافی' اگرچہ صحیح بلکہ حسن بھی نہ ہوں۔

(۳) فقہ میں روایت۔ روایت فقہیہ بھی ہے۔ بالفرض اگرچہ حدیث معتبر مطلقاً منفی تو اس سے روایت معتبرہ کی نفی یا جہل محض ہے یا نری غیر مقلدی ہے کہ بے ثبوت

حدیث روایت فقہیہ معتبر نہ مانی۔

(۴) یہیں اسی شامی میں قہستانی وفتاویٰ صوفیہ وکنز العباد سے صراحۃً اس کا استحباب منقول اور بصیغہ جزم بلاتعقب مذکور ومقبول تو شامی سے نسبت حدیث ایک کلام نقل کرلانا اور اسی عبارت میں شامی کے حکم مقرر فقہی کو چھوڑ جانا صریح خیانت ہے۔

(۵) پھر روایت فقہیہ قصداً بچا کر وہ سالبہ کلیہ کہ "کسی معتبر روایت سے ثابت نہیں"۔ صاف اغوائے عوام ہے کیا کتب فقہ میں ہزار سے کم اس کے نظائر ملیں گے کہ حکم فقہی پر جو حدیث نقل کی، اس میں کلام کر دیا گیا، مگر اس سے روایت فقہی نامعتبر نہ ہوئی۔ ہاں وہی غیر مقلدی کی علت پیچھے ہو تو کیا علاج۔

(۶) اقامت میں کوئی ٹوٹی پھوٹی روایت موجود نہ ہونے پر شامی کا کلام نقل کیا کہ بعض نے قہستانی سے نقل کیا کہ انہوں نے اپنے نسخہ کے حاشیہ پر لکھا کہ دربارہ اقامت بعد تلاش کامل روایت نہ ملی اور انہیں شامی کا کلام نہ دیکھا کہ ایسی نقل نقل مجہول اور نقل مجہول محض نامقبول جلد دوم ۵۱۲ **قول المعراج ورایت فی موضع الخ ای معزوا الی المبسوط لا یکفی فی النقل لجهالته**۔ وہاں بواسطہ مجہول ناقل امام قوام الدین کاکی شارح ہدایہ تھے، یہاں شامی وہاں منقول عنہ بالواسطہ امام شمس الائمہ سرخسی تھے یا خود محرر المذہب امام محمد اور یہاں قہستانی ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

جب وہ بوجہ جہالت واسطہ مقبول نہ ہوئی اس کی ہستی، مگر کیا کیجئے کہ
عقل بازار میں نہیں بکتی

(۷) لم یوجد اور "موجود نہیں" میں جو فرق ہے، عاقل پر مخفی نہیں مگر عقل بھی ہو یہ تو خالی نایافت کی نقل ہے کہ شہادۃ علی النفی سے زائد نہ ٹھہرے گی۔ آکد الفاظ فتوے سے فتویٰ منقول ہوا اور بوجہ جہالت نامقبول ہوا، انہیں علامہ شامی کا کلام سنئے عقود الدریہ ۱۰۹۲ **نقل الزیلعی ان الفتوی علی قولهما قال الشیخ قاسم فی تصحیحه مانقله الزیلعی شاذ لجهول**۔

درمختار میں ہے: **علیه الفتوی زیلعی وبحر معزیاً للمغنی لکن رداه**

العلامة قاسم فی تصحیه بان ما فی المغنی شاذ لجهول القائل فلا یعول علیه شامی نے اسے مقرر رکھا۔

(۸) اس پر یہ ادعا کہ اسی واسطے فقہاء نے اس کا بالکل انکار کیا ہے صریح کذب ہے۔

(۹) اس پر کہنا کہ یہ عبارت شامی کی ہے بکف چراغی ہے۔ شامی میں قہستانی سے بنقل مجہول یہ منقول کہ اس کی روایت نہ ملی۔ اگر بفرض غلط یہ نقل مجہول ہو اور عدم وجدان روایت عدم وجود روایت بھی ہو تو نفی روایت روایت نفی نہیں۔ ھذا کا اشارہ جانب نقل ہے نہ جانب حکم فقہاء نے بالکل انکار کیا کس گھر سے لائے۔

(۱۰) اعنہم برعلم تو غایت درجہ یہ قہستانی کا اپنا انکار ہو گا نہ کہ وہ فقہا سے کوئی قول نقل کر رہے ہیں اور قہستانی کا بایں معنی فقہاء میں شمار کہ ان کا اپنا قول بلانقل مسلم ہو یقیناً باطل ہے' بلکہ نقل میں بھی ان کی وہ حالت جو خود یہی علامہ شامی عقود الدریہ ج ۲-۲۹۷ میں بتاتے ہیں کہ **القہستانی کجارف سیل وحاطب لیل خصوصا واسنادہ الی کتب الزاھدی المعتزلی** اور **کشف الظنون** حرف النون میں علامہ عصام اسفرائنی کا قول نہ دیکھنا کہ اس ادعائے باطل کی لگی نہ رکھے گا اور بالکل کشف ظنون بلکہ علاج جنون کر دے گا۔ ہم نے پتا بتا دیا نہ ملے تو پیش بھی کر دیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔

(۱۱) یہ بھی سہی تو کیسا ظلم شدید تعصب عنید ہے کہ مسلہ اقامت میں قہستانی کا اپنا قول بلانقل بلکہ صرف روایت نہ پانا سند میں پیش کیا جائے اور اسے انہیں ایک فقیہ نہیں۔ بلکہ فقہاء کا انکار ٹھہرا دیا جائے اور یہیں یہیں مسلہ اذان میں جو یہی قہستانی خاص روایت فقہی نقل فرما کر حکم استباب بتا رہے ہیں۔ وہ مردود نا معتبر قرار پائے۔ غرض بڑی امام اپنی ہوائے نفس ہے وبس۔

(۱۲) '' اقامت میں اذان سے بھی زیادہ بدعت و بے اصل ہے'' یعنی بدعت بے اصل اذان میں بھی ہے۔ یہ وہی مرض غیر مقلدی ہے کہ فقہا اگرچہ صراحۃً مستحب

فرمائیں، مگران کا قول مردود اور بدعت مذمومہ ہونا غیر مسدود۔

(۱۳) نہیں نہیں نری غیر مقلدی نہیں، بلکہ اجماع امت کا رد اور غیر سبیل المومنین کا اتباع بد ہے جس پر قرآن عظیم میں نصلہ جھنم وساء ت مصیرا کی وعید مؤکد ہے۔ احادیث یہاں قطعاً مروی مرفوع بھی اور غایت ان کا ضعف جس کا بیان ''منیر العین'' میں ہے جس سے حق کی آنکھیں پرنور اور باطل کی ظلمتیں دور، بلکہ خود اسی قدر عبارت کہ منکر نے نقل کی مصنف کو کافی کہ اس میں صرف لایصح کہا اور وہ بھی فقط احادیث مرفوعہ اگر سب کو کہتے جب بھی نفی صحت سے غایت درجہ اتنا معلوم ہوتا کہ ضعیف ہیں۔ پھر ضعیف تعدد طرق سے حسن ہو جاتی اور مسائل حلال وحرام میں بھی حجت قرار پاتی ہے اور نہ بھی سہی تو یہ قطعاً باب فضائل اعمال میں حدیث ضعیف بالا جماع مقبول اور مخالف اجماع مردود ومخذول۔ اربعین امام ابوزکریا نووی رحمۃ اللہ تعالیٰ میں: **قد اتفق العلماء علی جواز العمل بالحدیث الضعیف فی فضائل الا عمال۔**

(۱۴) اجماع امت کا خلاف وہاں دشوار نہ تھا مصیبت یہ ہے کہ جمہور وہابیہ کی بھی مخالفت ہوئی کہ تخصیص عدم با حادیث مرفوعہ نے صحت موقوف بتائی۔ ملا علی قاری کی عبارت گزری تو قرون ثلثہ میں اصل تحقق ہوئی۔ پھر بدعت و بے اصل کہنا اصول وہابیت پر بھی چھری پھیرنا ہے۔

(۱۵) وہابیت بجہنم سخت تر آفت یہ ہے کہ دیو بندیت کے امام اعظم جناب گنگوہی صاحب سے چل گئی اور وہ بھی بہت بری طرح کہ ان کی سنت، ان کی بدعت، ان کی ہدایت، ان ضلالت۔ یہ فاعل کو بدعتی گمراہ ٹھہرائیں۔ وہ ان کو منکر سنت ضال بدراہ بتائیں۔ پھر یہ کیا انہیں چھوڑے دیتے ہیں، یہ کہیں گے کہ وہ بدعت ضلالت کو سنت بتا کر سخت گمراہ بے دین ہوئے **کفی اللہ المومنین القتال**۔ اس کا مفصل بیان ''منیر العین'' افادہ ۳۰ میں ملاحظہ ہو مجمل یہ کہ یہ احادیث تقبیل گنگوہی صاحب کے نزدیک بھی فضائل اعمال کی ہیں کہ اس پر ترغیب وثواب ان میں مذکور ہے۔ مسند الفردوس کی حدیث میں بروایت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے کہ انہوں نے اذان میں نام سن کر

انگلیوں کے پوروں کو بوسہ دے کر آنکھوں پر پھیرا۔ رسول اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

من فعل مثل ما فعل خلیلی فقد حلت علیه شفاعتی ۔	جو ایسا کرے جیسا میرے اس پیارے نے کیا اس پر میری شفاعت حلال ہو جائے۔

جامع الرموز و کنز العباد وغیرہما میں ہے:

فانه صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم یکون له قائدا الی لجنة ۔	جو ایسا کرے گا رسول اللہ صلی تعالیٰ علیہ وسلم اپنے پیچھے پیچھے اسے جنت میں لے جائیں گے۔

اور یہ تو روایات عدیدہ میں ہے کہ جو ایسا کرے کبھی اندھا نہ ہوگا نہ کبھی اس کی آنکھیں دکھیں۔ یہ کیا فضیلت و ترغیب نہیں۔ بہر حال یہ حدیثیں فضائل اعمال کی ہیں اور گنگوہی صاحب براہین قاطعہ طبع دوم ۹۶ میں فرماتے ہیں: "سب کا مدعا یہ ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف پر عمل درست ہے۔" ظاہر ہے کہ درست یہاں بمعنی جائز ہی ہے۔ خصوصاً جبکہ امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ثبوت لیں جیسا کہ عبارت مولانا علی قاری میں گزار۔ جب تو اس مسئلہ قبول ضعاف کی بھی حاجت نہ ہوگی کہ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تقلید کا خود احادیث صحیحہ میں حکم فرمایا۔ حدیث خلفاء کلام علی قاری میں گزری۔ دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا: اقتدوا باللذین من بعدی ابی بکر وعمر (ان دو کی پیروی کرو جو میرے بعد والئ امت ہوں گے ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما)

رواه احمد والترمذی وحسة وابن ماجة والرویانی والحاکم وصححه وابن حبان فی صحیحه عن حذیفة والترمذی والحاکم عن النبی ابن مسعود وابن عدی عن انس بن ماللك رضی اللہ تعالیٰ عنهم عن النبی صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم۔

بلکہ تقلید عام صحابہ ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہم وعنہ کا مذہب ہے بلکہ وہابیہ کے نزدیک تین قرن تک حکم تقلید بلکہ منصب تشریع جدید ہے کما بیناہ کتبنا فی الردعلیهم ۔ بہر حال اس عمل کی دلیل جواز قرون ثلثہ میں متحقق ہوئی اور گنگوہی صاحب

۲۸ میں کہتے ہیں "جس کے جواز کی دلیل قرون ثلثہ میں ہو وہ سب سنت ہے۔" تو روشن ہوا کہ جناب گنگوہی صاحب کے نزدیک اذان میں نام اقدس سن کر انگوٹھے چومنا سنت ہے اور حدیث سے ثابت ہے کہ منکر سنت پر لعنت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **ستة لعنتهم لعنهم الله و كل بنى مجاب (الى قوله) والتارك لسنتى رواه الترمذى عن ام المومنين والحاكم عنها وعن على والطبرانى بلفظ سبعة لعنتهم و كل بنى مجاب عن عمرو بن شغوى رضى الله تعالىٰ عنهم بسند حسن۔**

کچھ لوگ ہیں جن پر میں نے لعنت کی، اللہ ان پر لعنت کرے اور نبی کی دعا قبول ہے۔ ازاں جملہ ایک وہ کہ میری سنت کا منکر ہو۔ اب صاحب فتاویٰ اشرفیہ اپنا حکم گنگوہی صاحب سے دریافت کریں یا گنگوہی صاحب کے حق میں خود کوئی حکم فرمائیں۔

(۱۶) اب اقامت کی طرف چلیے شامی سے بحوالہ مجہول قہستانی کا روایت نہ پانا تو نقل کر لائے اور سا سے یہ نتیجہ دیا کہ فقہاء نے اس کا بالکل انکار کیا، حالانکہ فقہائے کرام کا مسلک وہ ہے جو امام محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر ۱۴ میں فرمایا: **عدم النقل لا ينفى الوجود۔**

(۱۷) عدم نقل کو نقل عدم ٹھہرانے کا رد خود اسی شامی میں جا بجا موجود ازاں جملہ جلد اول ۶۰ میں بعد ذکر احادیث فرمایا: **قال العلماء هذه الاحاديث من قواعد الاسلام وهو ان كل من ابتدع شيئا من الخير كان له مثل اجر كل من يعمل به الى يوم القيمة۔**

یعنی علمائے کرام نے فرمایا کہ یہ حدیثیں دین اسلام کے قواعد سے ہیں۔ ان سے یہ قاعدہ ثابت ہوا کہ جو شخص کوئی اچھا کام نیا نکالے کہ پہلے نہ تھا۔ قیامت تک جتنے مسلمان اس پر عمل کریں سب کے برابر ثواب اس ایجاد کرنے والے کو ہوا۔

(۱۸) بدعت و بے اصل کی بھی حقیقت سن لیجئے۔ فتح اللہ المعین جلد ۳-۴۰۲

لا اصل لها لا يقتضى الكراهة ولذا یعنی بے اصل ہونے سے مکروہ ہونا لازم

قال فی الدر ماقیل انها بدعة ای مباحة حسنة۔

نہیں آتا' اسی لیے (درمختار میں) فرمایا کہ اسے جو بدعت کہا گیا اس کے معنی یہ ہیں کہ نو پیدا جائز اچھی بات ہے۔

(۱۹) فرض کردم کہ اس سے بوجہ عدم نقل انکار مطلق ہی مقصور ہو تو بحال عدم نقل احکام فقہا جن کا نمونہ ہم نے ذکر کیا' اس کے معارض ہوں گے اور ترجیح و توفیق و توجیہ و تحقیق کہ ہمارے رسائل ردوہابیہ میں ہے' اس کی مونت جناب گنگوہی صاحب نے کم کردی اور منکرین کو کسی عبارت خلاف سے شبہ ڈالنے کی گنجائش نہ رکھی کہ اس سے غایت درجہ مسئلہ عدم نقل میں اختلاف ثابت ہوگا اور گنگوہی صاحب براہین ۱۳۷ میں فرماتے ہیں: ''اس کی کراہت مختلف فیہ ہوئی اور مختلف فیہ مسئلہ تو یوں بھی بلاضرورت جائز ہو جاتا ہے۔'' یہ وہاں کہی اور پوری غیر مقلدی بلکہ بہوائے نفس اتباع رخص حلال کر دینے کی داد دی ہے جہاں ہمارے علماء اور امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اختلاف ہے تو جہاں خود علمائے حنفیہ کے قول دونوں طرف ہوں وہ تو بدرجہ اولیٰ بلاضرورت مطلقاً جائز رہے گا اور منکر کہ قول خلاف سے سند لائے احمق کج فہم ٹھہرے گا۔

(۲۰) نہیں نہیں فقط جائز نہیں' بلکہ گنگوہی صاحب کے دھرم میں وقت اقامت بھی تقبیل مذکور سنت اور تھانوی صاحب کا اس پر انکار گمراہی و ضلالت اور بحکم حدیث موجب لعنت ہے۔ علماء فرماتے ہیں اقامت احکام میں مثل اذان ہے سوا مستثنیات کے۔ بلکہ ہدایہ میں ہے: یروی انه لاتکره الا قامة انصا لانها احدی الا ذانین اور عندالتحقیق تنقیح مناط انتفائے خصوص کرے گی' تو اس کی دلیل جواز بھی متحقق ہوئی اور سنت ٹھہری۔ گنگوہی صاحب کے نزدیک تو سنت ہونے کے لیے اشرف علی کی جنس بھی قرون ثلثہ میں موجود ہونے کی حاجت نہیں یہاں تو اس کی جنس یعنی تقبیل اذان خود موجود ہے۔ گنگوہی ۲۸ میں ہے: ''جس کے جواز کی دلیل قرون ثلاثہ میں ہو خواہ وہ جزئیہ بوجود خارجی ان قرون میں ہوا یا نہ ہوا اور خواہ اس کی جنس کا وجود خارج میں ہوا ہو یا نہ ہوا ہو وہ سب سنت ہے۔'' یہ اس چارسطری تحریر پر تلك عشرون کاملة ہیں وہ

بھی نہایت اختصار۔ اب ڈیڑھ سطری منہیہ کی طرف چلیے وباللہ التوفیق۔

(۲۱) علمائے کرام نے کہ نفی صحت میں مرفوع کی تخصیص فرمائی بکمال حیا اس کا مطلب یہ گڑھا کہ اس بارہ میں حدیث موقوف اگرچہ منقول ہے، مگر ضعیف الاسناد ہے۔ کیا علماء نے یہ فرمایا تھا کہ اس بارہ میں حدیث مرفوع کوئی منقول ہی نہیں یا یہ فرمایا تھا کہ جو منقول ہے ضعیف نہیں، بلکہ صحیح ہے یا یہ فرمایا تھا کہ ضعیف بھی نہیں، بلکہ موضوع ہے۔ انہیں تین صورتوں میں اس اختراعی مطلب پر مرفوع وموقوف کا تفرقہ اور تخصیص کا فائدہ صحیح رہتا، مگر ہر ذرا سے فہم والا بھی دیکھ رہا ہے کہ یہ بہر وجہ علماء پر افترا ہے۔ علماء نے یہی بتایا ہے کہ اس بارہ میں احادیث مرفوعہ اگرچہ منقول ہیں، مگر درجہ صحت پر نہیں، بلکہ ضعیف ہیں۔ یہی اس بے معنی منہیہ نے حدیث موقوف میں کہا تو فرق کیا رہا۔ صراحتہ تخصیص مرفوع باطل کرنے کو تخصیص مرفوع کا مطلب ٹھہرانا جنون نہیں تو شدید مکاری ڈھٹائی ہے مکاری نہیں تو سخت جنون وبے عقلی ہے۔

(۲۲) بفرض باطل یہی مطلب سہی، مگر یوں بھی کال نہ کٹا۔ امام الطائفہ گنگوہی صاحب ایمان لا چکے کہ یہاں مقبول ہے اگرچہ ضعیف حدیث اور طائفہ بھر کا دھرم قرون کی ثلیث۔ پھر حدیث موقوف وضعیف موجود مان کر بدعت وبے اصل کہنا کیسا قول خبیث۔

(۲۳) ایک بھاری دیانت یہ دکھائی کہ حدیث سے اس عمل کا طاعت ہونا نہیں نکلتا، بلکہ رد سے بچنے کا ایک منتر ہے۔ الحق حیا وایمان متلازم ہیں۔ یہ اعتراض اگر چل سکتا تو نہ موقوف وضعیف، بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد صحیح اگر صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ہوتا، اسے بھی اڑا دیتا حدیثوں میں تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ وسلم اس کی شفاعت فرمائیں گے، اسے اپنے ساتھ جنت میں لے جائیں گے اور منہیہ کہتا ہے کہ یہ کوئی طاعت ہی نہیں۔ کیا کوئی مسلمان کہہ سکتا کہ جس پر یہ عظیم وجلیل ثواب موعود ہوں۔ وہ سرے سے طاعت ہی نہیں، ایک منتر ہے۔

(۲۴) حدیث حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ہے، یوں پڑھے:۔

رضیت باللہ ربا و بالاسلام دینا و بمحمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نبیا حدیث حضرت خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہے، یوں کہے:

مرحبا بحبیبی وقرۃ عینی محمد بن عبداللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اسی طرح حدیث سیّدنا امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ہے۔ چوتھی روایت میں ہے یوں کہے: صلی اللہ تعالٰی علیك یارسول اللہ قرۃ عینی بك یارسول اللہ الھم متعنی بالسمع والبصر ۔ پانچوں میں ہے درود پڑھے چھٹی میں ہے یوں کہے: صلی اللہ تعالٰی علیك یاسیدی یارسول اللہ یاحبیب قلبی ویانور بصری ویا قرۃ عینی ۔ ساتویں میں ہے یوں کہے: الھم احفظ حدقتی ونور ھما ببرکۃ حدقتی محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ونور ھما۔

منہیہ کے نزدیک یہ اللہ اور رسول کے ذکر نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود۔ اللہ عزوجل سے دعا کچھ طاعت ہی نہیں، حالانکہ ذکر ہی روح طاعت ہے اور دعا مغز عبادت اور درود کو مسلمان ایمان کا چین، چین کا ایمان جانتے ہیں، اگرچہ منہیہ منتر مانے:

(۲۵) اس عمل مبارک کے فوائد میں ایک فائدہ جو یہ فرمایا گیا کہ جو ایسا کرے گا۔ اس کی آنکھیں نہ دکھیں گی نہ کبھی اندھا ہو۔ اس جرم پر وہ ذکر الٰہی و درود دعا سب طاعت سے خارج ہو کر رد کا منتر رہ گئے۔ نام محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس عداوت کی کوئی حد ہے، صدہا حدیثیں ہیں جن میں تلاوت قرآن عظیم و تسبیح وتہلیل وحمد وتکبیر ولاحول وغیرہا اذکار جلیلہ پر منافع جسمانیہ ودنیاویہ ارشاد ہوئے ہیں جسے شوق ہو صحاح ستہ وترغیب وترہیب امام منذری وجوامع امام جلیل امام سیوطی وحصن حصین امام جزری وغیرہا کتب حدیث مطالعہ کرے۔ منہیہ کے دھرم میں یہ اسلامی ایمانی کلمے اور خود قرآن عظیم سب منتر ہیں جنہیں طاعت سے کچھ علاقہ نہیں۔ اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ۔ ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم۔

(۲۶) اللہ ورسول جل وجلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر حکیم سے بڑھ کر حکیم ہیں۔

ان کی رعایا میں ہر قسم کے لوگ ہیں، ایک وہ عالی ہمت کہ اللہ و رسول جل وعلا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ و رسول کے لیے یاد کریں۔ اپنی کوئی منفعت دنیوی تو دینوی اخروی بھی مقصود نہ رکھیں۔ یہ خالص مخلص بندے ہیں جن کی بندگی میں کسی ذاتی غرض کی آمیزش نہیں۔ ان کے لیے وصل ذات ہے جن کو فرمایا: والذین جاهدوا فینا لنهدینهم سبلنا۔ دوسرے وہ جن کو کسی طمع کی چاشنی ابھارے، مگر نفع فانی کے گرویدہ نہیں۔ باقی کی تلاش ہے قرآن وحدیث میں نعیم جنت کے بیان ان کی نظیر سے ہیں جن کو فرمایا: ان الله اشترى من المؤمنين انفسهم واموالهم بان لهم الجنة۔ تیسرے وہ جن کو نفع عاجل کی امید دلا تا زیادہ منوید ہے جن کو فرمایا:

استغفروا ربكم انه كان غفارا يرسل السماء عليكم مدرارًا اور فرمایا قل هو للذين امنوا هدى وشفاء رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اغزو اتغنموا وصوموا تصحوا وسافروا تستغنوا وفى حديث حجوا تستغنوا۔ (جہاد کرو غنیمت پاؤ گے اور روزہ رکھو، تندرست ہو جاؤ گے اور حج کرو، غنی ہو جاؤ گے) روى الاول الطبرانى فى الاوسط بسند صحيح عن ابى هريرة رضى الله تعالىٰ عنه والآخر عبدالرزاق عن صفوان بن سليم مرسلا ووصله فى مسند الفردوس۔ چوتھے وہ پست فطرت دون ہمت کہ امید نفع پر بھی نہ سرکیں جب تک تازیانہ نہ کا ڈر نہ دلائیں۔ قرآن وحدیث میں عذاب نار کے بیان ان کی نظر سے ہیں جن کو فرمایا: ومن يعش عن ذكر الرحمن نقيض له شيطنا فهو له قرين وانهم ليصدونهم عن السبيل ويحسبون انهم مهتدون حتى اذا جاء نا قال يليت بينى و بينك بعد المشرقين فبئس القرين ولن ينفعكم اليوم اذ ظلمتم انكم فى العذاب مشتركون۔

اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: من لم يدع غضب عليه رواه ابن ابى شيبة فى المصنف عن ابى هريرة وبلفظ من لم يسئال الله يغضب عليه احمد والبخارى فى الادب المفرد والترمذى وابن ماجة والبزار

وابن حبان والحاکم وصححاہ وللعسکری عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فی المواعظ بسند حسن عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال قال اللہ تعالٰی من لاید عونی اغضب علیہ اللھم صل وسلم وبارك علیہ وعلٰی الہ وصحبہ وابنہ وجزبہ ابدا امین صاحب منہیہ اللہ عزوجل کی حکمتوں کو باطل کرتا اور طاعت کو صرف قسم اول میں منحصر کرنا چاہتا اور حدیث وقرآن کے تمام اذکار جنت ونار وترغیب وترہیب کولغو وفضول بلکہ اغوا واضلال بتاتا ہے کہ بندوں کومقصود سے دور کر کے منتر جنتر میں لا ڈالا۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔

(۲۷) عوام پر غیظ ہے کہ وہ یہ ذکر خدا ورسول جل وعلا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باعتقاد طاعت کرتے ہیں۔ الحمدللہ! مسلمانوں کے عوام آپ جیسے خواص سے عقل وفہم وفضل وعلم میں بدر جہازائد ہیں۔ وہ اپنے رب عزوجل کے ذکر ودعا اور اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ذکر ومحبت وتعظیم وتوسل کو طاعت نہ جانیں تو کیا آپ کی طرح ذکر وتعظیم مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صریح تو ہینوں کو عبادت مانیں۔ وہ رمدچشم کا عمل ہی سہی۔ فرض کیجئے ایک دیو بندی اپنی آنکھوں کے علاج کو جالینوس کا شیاف یا ابن سینا کی سلائی لگاتا ہے اور ایک مسلمان سورہ فاتحہ وآیۃ الکرسی واسم الٰہی نور وصلاۃ نور سے علاج کرتا ہے۔ آپ کے دھرم میں دونوں برابر ہیں کہ ایک فعل مباح کررہے ہیں طاعت نہ یہ نہ وہ۔ مگر مسلمان جانتے ہیں کہ کہاں جالینوس وابن سینا پر بھروسا اور کہاں کلام اللہ نور وہدی وشفا واسمائے الٰہیہ سے توسل والتجا یہ ضرور طاعت اور اس کے حسن ایمان کی علامت ہے ولکن النجدیہ لایعلمون بات یہ ہے کہ وعیدوں یا جسمانی دنیاوی بلکہ اخروی منفعتوں ثوابوں کے وعدوں سے حاشا یہ مراد خدا اور رسول نہیں (جل وعلا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کہ ان وعیدوں سے بچنا یا ان منافع کا ملنا ہی مقصود بالذات بنا کر اسی غرض ونیت سے ذکر خدا ورسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کرو کہ یہ تو قلب موضوع وعکس مقصود ہے جو عبادت جنت کی نیت سے کرے کہ وہی اس کی مقصود بالذات ہو ہرگز عابد خدا نہیں عابد جنت ہے۔ تورات مقدس سے منقول

ہے اس سے بڑھ کر ظالم کون جو بہشت کی طمع یا دوزخ کے ڈر سے میری عبادت کرے۔ کیا اگر میں جنت و نار نہ بناتا مستحق عبادت نہ ہوتا' بلکہ اس سے مراد صرف ابھارنا ہے کہ اس طمع وخوف کے لحاظ سے عمل لوجہ اللہ کریں مضرت سے بچنا یا منفعت جسمانی خواہ روحانی دنیوی خواہ اخروی کا ملنا مقصود بالعرض ہو جیسے حج میں تجارت جہاد میں غنیمت۔ روزے میں صحت' نماز میں کسرت۔ بحمد اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے عوام اپنے رب کی مراد سمجھے اور اس عمل میں بھی وہی ان کا مقصور ہوا کہ اپنے رب جل وعلا اور اپنے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذکر کرتے ہیں۔ اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نام اقدس پر براہ محبت و تعظیم بوسہ دیتے ہیں اور یہ سب قطعاً طاعت و مراد شریعت ہے۔ اس کی برکت اس کے طفیل اس کے صدقے سے ہمیں یہ جسمانی فائدہ بھی ملے گا کہ آنکھیں نہ دکھیں گی' اندھے نہ ہوں گے۔ یہ عین وہی نیت ہے جو شارع کو ایسے وعدوں میں مقصود ہوتی ہے' مگر خائب و خاسر احمق وغادر وہ کہ ایسے وعدوں پر پھول کر اصل مقصود خدا اور رسول کو بھول جائے اور ان کے ذکر و تعظیم ومحبت کو نرا منتر بتائے **نسوا اللہ فانسھم انفسھم ۔ والعیاذباللہ رب العلمین۔**

(۲۸) غنیمت ہے کہ مدکا منتر مان کر منتر کے نام سے وہ محض بوجہ عدم روایت یا ضعف مروی بدعت بدعت کا بھوت تواتر اور یہ عمل مباح ٹھہرا اور نہ عدم ورود پر بدعت وبے اصل ہونے جو معنی آپ حضرات کے یہاں ہیں' ان کا مصداق کسی طرح مباح نہیں ہوسکتا اگرچہ اعتقاد طاعت نہ ہو۔

(۲۹) یہ تو اوپر گزرا کہ اسی فعل کو اذان میں ہو خواہ اقامت میں محض جاننا شریعت گنگوہیہ کے بالکل خلاف ہے کہ اس میں یہ عمل سنت ہے تو عوام ہی ٹھیک سمجھے اور طاعت کے طاعت اعتقاد کرنے کو بدعت بتا کر تمہیں بدعتی بدمذہب ہوئے۔ اگرچہ دیوبندیت کی معراج ترقی فی المروق من الدین کے بعد بدعت کی کیا گنتی

ماعلیٰ مثلهٔ بعد الخطاء

مگر یہاں یہ گزارش ہے کہ مباح بمعنی شامل فرض جس طرح امکان عام شامل

وجوب ہے قطعاً یہاں مراد نہیں' ورنہ فرض کو بھی طاعت سمجھنا گمراہی و بدعت ہو لا جرم مباح بمعنی مساوی الطرفین نظیر امکان خاص مراد ہے یعنی وہ فعل کہ نہ محمود نہ مذموم۔ آپ نے اسے رمد چشم کا منتر بنا کر ایسا ہی مباح سمجھا اور یہ شریعت گنگوہیہ سے کفر ہے۔ عالی جناب گنگوہی صاحب کے دھرم میں کوئی فعل ایسا مباح نہیں۔ اس صفحہ ۲۸ پر بولتے ہیں: ''جس کے جواز کی دلیل قرون ثلثہ میں ہو خواہ وہ جزیہ بوجود خارجی ان قرون میں ہوا یا نہ ہوا' وہ سب سنت ہے اور جس کے جواز کے دلیل نہیں' خواہ وہ ان قرون میں بوجود خارجی ہوا یا نہ ہوا' وہ سب بدعت ضلالت ہے۔''

ظاہر ہے کہ کوئی فعل ہو یا اس کے جواز کی دلیل قرون ثلثہ میں ہو گی یا نہیں۔ تیسری شق ناممکن ہے یہ حصر عقلی دائر بین النفی والاثبات ہے اور گنگوہی صاحب دو کلیہ دے گئے کہ شق اول کے سب سنت ہیں اور شق دوم کے سب ضلالت۔ اب وہ کونسا رہا کہ دونوں سے خارج ہو کر نرا مباح ہو' بلکہ نہ ایک مباح کہ مکروہ تنزیہی و خلاف اولیٰ و مستحب۔ یہ سب احکام شرعیہ یکسر اڑ گئے۔ یہ ہے وہ گنگوہی شریعت کا تازہ جوہر جس پر ۲۹ میں یہ ناز ہیں کہ ''اس قاعدہ کو خوب غور کرنا اور سمجھ لینا ضروری ہے اس عاجز کو اپنے اساتذہ جہابذہ کی توجہ سے حاصل ہوا ہے۔ اس جوہر کو اس کتاب میں ضرورۃ رکھتا ہوں۔ '' کیا نفیس جوہر ہے کہ ادھر تو شریعت محمدیہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آدھے احکام اڑ گئے۔ ادھر آدھی وہابیت اپنا جوہر کر گئی جس کا بیان ''منیر العین'' افادہ مذکورہ میں ہے۔ ''منیر العین'' نے آنکھیں کھول دی تھیں۔ پھر بھی متنبہ نہ ہوا اور کیوں ہوتا کہ حضور اقدس عالم ماکان و مایکون صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحیح حدیث صحیح بخاری شریف میں فرما چکے ہیں: ثم لایعودون۔

مباح کا اعتقاد طاعت سے بدعت ہو جانا اگر اس سے یہ مراد کہ جو شے مباح محض ہے جس کے فعل و ترک شرعاً دونوں مساوی اسے فی نفسہ مامور بہ و مطلوب شرح اعتقاد کرنا اسے بدعت کر دیتا ہے تو منہیہ والے کے پاس کیا دلیل ہے کہ یہ فصل مساوی الطرفین ہے اور عام عوام فی نفسہ اس کو مادر بہ یا مقلوب من جہتہ الشرع اعتقاد کرتے

ہیں۔اب یہاں وہ علم غیب کا مسئلہ جانگزائے اہل منہیہ ہوگا جو ہمارے سائل فاضل سلمہ نے ایراد کیا اور اگر یہ مراد کہ مباح کو بہ نیت قربت کرنا اسے بدعت کردیتا ہے' تو شریعت مطہرہ پر محض افترا ہے' بلکہ مباح کو بہ نیت قربت کرنا اسے قربت کردیتا ہے اور ہر قربت طاعت ہے' تو اس میں اعتقاد طاعت ضرور حق اور اسے بدعت بتانا جہل مطلق۔اشباہ والنظائر وردالمحتار میں ہے: اما المباحات فتختلف صفتها باعتبار ماقصدت لاجله فاذاقصدبه التقویٰ علی الطاعات او التوصل الیها کانت عبادة ۔ غمزالعیون میں ہے: کل قربة طاعة و لا تنعکس یہ اس ڈیڑھ سطری منہیہ پر تلك عشرة کاملة ہیں۔

بالجملہ

منکرین کے پاس کوئی دلیل نہیں اور ادعائے بے دلیل سے بدتر کوئی شے ذلیل نہیں۔دربارۂ اذان تو احادیث وارد اور اس کا استحباب کتب فقہ میں مصرح۔تو انکار نہیں' مگر جہل مبین اور دربارۂ اقامت اگر ورود نہیں' کہیں منع بھی نہیں اور بے منع شرعی منع کرنا ظلم مہین۔ادنی درجہ منع کراہت ہے اور کراہت کے لیے دلیل خاص کی حاجت ہے اور بے دلیل شرعی ادعائے منع شریعت پر افترا و تہمت ہے۔

ردالمحتار جلد ۱ صفحہ ۶۸۳ لا یلزم منه انی کون مکروها الا بنهی خاص لان الکراهة حکم شرعی فلا بدله من دلیل۔ بحرالرائق جلد ۲-۶-۱۷۶ لا یلزم من ترك المستحب ثبوت الکراهة اذلابد لها من دلیل خاص۔

وہابیہ کی جہالت کہ جواز کے لیے درود خاص مانگیں اور منع کے لیے دلیل خاص کی کچھ حاجت نہ جانیں۔اس الٹی سمجھ کا کیا ٹھکانا۔مگر علت وہی شریعت مطہرہ پر افترا اٹھانا ردالمحتار جلد ۵-۴۵۵ لیس الاحتیاط فی الافتراء علی الله تعالی باثبات الحرمة او الکراهة الذین لا بدلهما من دلیل بل فی القول بالا باحة التی هی الاصل۔

ظاہر ہے کہ نام اقدس سن کر انگوٹھے چومنا آنکھوں سے لگانا عرفاً دلیل تعظیم ومحبت

ہے اور امور ادب میں قطعاً عرف کا اعتبار۔ امام محقق علی الا طلاق فتح القدیر میں فرماتے ہیں: یحال علی المعهود حال قصد التعظیم اور تعظیم حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطلقاً مامور بہ۔ قال الله تعالٰی لتؤمنوا بالله ورسوله وتعزدوه توقروه۔ اور مطلق ہمیشہ اپنے اطلاق پر جاری رہے گا۔ جب تک کسی خاص فرد سے منع شرعی نہ ثابت ہو جیسے سجدہ۔ زیادات امام عتابی پھر جامع الرموز پھر ردالمحتار جلد ۵- ص ۴۷۹ میں ہے:

ان المطلق یجری علی اطلاقه الاذا اقام دلیل التقیید نصاً او دلالة فاحفظه فانه للفقیه ضروری۔ مگر یہ ہے کہ اشقیاء کے نزدیک تعظیم حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مطلقاً شرک وظلم ہے شریعت نے برخلاف قیاس بعض مواضع میں خدا جانے کس ضرورت سے ناچاری کو مقرر کر دی ہے' لہٰذا مورد پر مقتصر رہے گی۔ باقی اسی اصل حکم پر شرک وبدعت وحرام ٹھہرے گی۔ فلہٰذا جہاں جہاں وارد ہوئی' خدا کا دہرا سر پر قہر درویش برجان درویش ماننی پڑی وہ بھی فقط ظاہرا نہ دل سے۔ جیسے التحیات میں رسول اللہ صلی تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم رسول اللہ صلی تعالیٰ علیہ وسلم کو غائبانہ ندا کرنے کا شریعت نے حکم دیا۔ خدا جانے شریعت کو کیا ہو گیا تھا کہ عین نماز میں یہ غیر خدا کی تعظیم اور اس پر دور ونزدیک سے پکارنا رکھ دیا۔ گ خیر قهرًا اجبرًا التحیات کے لفظ تو پڑھ لو' مگر انشائے معنی کا ارادہ نہ کرنا۔ وہ دیکھو امام الطائفہ اسماعیل دہلوی ''صراط مستقیم'' میں حکم لگا رہے ہیں کہ ''صرف ہمت بسوئے شیخ وامثال آں از معظمین گو جناب رسالت مآب باشند بچندیں مرتبہ بدتر ست از استغراق در خیال گاؤ خر خود است۔'' آخر الکلمة الملعونة لعن الله قائلها وقابلها۔ ولہٰذا وہابیہ تصریح کرتے ہیں کہ تشہد میں السلام علیك ایها النبی ورحمة الله وبرکاته سے حکایت لفظ کا ارادہ کرے قصد معنے نہ کرے۔ تصریح کرتے ہیں کہ دور سے یا رسول اللہ کہنا شرک ہے۔ مگر بحمد اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے ایمان میں تعظیم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عین ایمان' ایمان کی جان ہے اور علی الاطلاق مطلوب شرع تو جو کچھ بھی جس وقت بھی جس جگہ بھی تعظیم

اقدس کے لیے بجالائے۔ خواہ وہ بعینہٖ منقول ہو یا نہ ہو سب جائز ومندوب ومستحب ومرغوب ومطلوب وپسندیدہ وخوب ہے۔ جب تک اس خاص سے نہی نہ آئی ہو، جب تک اس خاص میں کوئی حرج شرعی نہ ہو وہ سب اس اطلاق ارشاد الٰھی وتعزوہ وتوقروہ میں داخل اور امتثال حکم الٰہی کا فضل جلیل اسے شامل ہے۔ ولہٰذا ائمہ دین تصریح فرماتے ہیں کہ جو کچھ جس قدر ادب تعظیم حبیب رب العلمین جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں زیادہ مداخلت رکھے، اسی قدر زیادخوب ہے۔ فتح القدیر امام محقق علی الاطلاق ومنسلک متوسط وفتاویٰ عالمگیریہ وغیرہا میں ہے: کل ما کان ادخل من الادب والاجلال کان حسنا۔ امام ابن حجر مکی جوہر منظم میں فرماتے ہیں: تعظیم النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بجمیع انواع التعظیم التی ایس فیھا مشارکۃ اللہ تعالیٰ فی الالوھیۃ امر مستحسن عند من نور اللہ ابصارھم۔

تو مسلمان اگر وقت اقامت بھی تقبیل کرے، ہرگز کوئی وجہ ممانعت نہیں اور اسے شرعاً ناجائز نہ کہے گا مگر وہ کہ شرع پر افترا کرتا یا نام واکرام سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام سے جلتا ہے۔ اسی طرح نماز واستماع قرآن مجید واستماع خطبہ جن میں حرکت منع ہے اور ان کے امثال مواضع لزوم کے سوا جہاں کہیں بھی یہ فعل بنظر تعظیم ومحبت حضرت رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ ہو جیسا کہ بعض محبان سرکار سے مشہور ہے۔ بہر حال محبوب ومحمود ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم



ہماری چند دیگر مطبوعات











ناشر
اکبر بک سیلرز
نعیمیہ سنٹر ۴۰۔ اردو بازار لاہور
Ph: 042 - 7352022
Mob: 0300-4477371